

# معارف ۱۵



معرفہ  
65  
ع



قاضی ذوالفقار علی



مقبول ایڈی  
سرکلر روڈ چوک اردو بازار لاہور

84222

© جملہ حقوق محفوظ

اہتمام      ملک مقبول احمد  
ناشر      مقبول اکیڈمی  
سرورق      میاں نوید ناصر  
مطبع      خورشید مقبول پریس  
قیمت      400 روپے

**MAQBOOL ACADEMY**  
Chowk Urdu Bazar, Circular Road, Lahore.  
Ph: 042-7324164, 7233165 Fax: 042-7238241  
10-Dayal Singh Mansion, The Mall, Lahore.  
Ph: 042-7357058 Fax: 042-7238241  
E-mail: mqbool@brain.net.pk

2  
2  
3  
6  
8  
9  
11  
10  
12  
12  
13  
14  
14  
15

والدہ محترمہ

کے نام  
جس کی ساری زندگی  
ایک جہاد مسلسل ہے



# عنوانات

۱۵	۱- کشمیر اور بھارت
۲۲	۲- ایک قدیم جنگ
۳۲	۳- واقعات جنگ ————— روزنامہ
۵۵	۴- جنگی محاذات
۷۰، ۵۹	۱- کشمیر سیکٹر ۲- سیالکوٹ، لاہور سیکٹر ۳- راجستھان سیکٹر
۱۲۱	۵- ایک بازگشت ————— معرکہ رن کچھ
۱۲۲	۶- فائر بندی اور اس کے بعد
۱۵۵	۷- جنگ اور عوام
۱۶۰	۸- جنگ اور بیرونی دنیا
۱۶۶	۹- افواج پاکستان
۱۷۹	۱- بری فوج ۲- بحری فوج ۳- ہوائی فوج
۱۹۰، ۱۹۱، ۱۸۰	۱۰- دہلی کی حالت زار
۲۱۱	۱۱- بھارت کا شکر یہ
۲۲۵	۱۲- تاشقند کا اعلان
۲۳۳	۱۳- خدا رسول اور جنگ
۲۶۴	



# پیش لفظ

ہم نے آج تک اخبارات، رسائل اور چند ایک ادو اور انگریزی کتب میں موجودہ جنگ کے حالات کو پڑھا ہے۔ ریڈیو پر پاک فوج اور بھارتی سینا کے معرکوں کے حالات سنے ہیں، لیکن ہمارے علاوہ ہمارے اردگرد ایک ایسی نسل پر وان پڑھ ہی ہے۔ جو کل ہماری جگہ لے گی۔ وہ جب ان واقعات کو سنے گی تو یقیناً اس کا ذوق جستجو ہم میں سے بہی ہی بوڑھی روحوں سے سوال کرے گا۔ یہ جنگ کیسے ہوئی کیوں ہوئی، کب ہوئی اور کہاں ہوئی؟ وقت نے بہت سی یادوں کو ذہن میں دھندلا دیا ہوگا۔ ہم نئی نسل کو تسلی بخش جواب دینے کے لئے آج کے زمانہ میں چھپنے والی کتابوں کے اوراق ہی الٹ سکیں گے۔ لیکن ان میں بھی ایک پیچیدہ تسلسل اور جذباتی رنگ کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ زہر نظر کتاب خامیوں سے مبرا اور جذبات سے عاری ہو کر لکھی گئی ہے۔ لیکن پھر بھی بڑی احتیاط سے اور مناسب چھان بین کے بعد اسے تالیف کیا گیا ہے اسے بیشک کسی گودی میں ہمکتے بچے، کسی گھٹنوں کے بل چلتی بچی کیلئے آج محفوظ کیا جاسکتا ہے تاکہ کل کام آئے۔

اکتوبر ۶۵ء میں صدر مملکت نے کہا تھا کہ ہمارے ادیب سادہ زبان استعمال کریں ایسی زبان جو عوام کی سمجھ میں آسکے۔ آج ہمیں گھمبیر اور فلسفیانہ ادب کی ضرورت نہیں ایسے ادب کی ضرورت ہے جس کے شہ پاروں کی زبان اتنی آسان ہو کہ دلوں میں اتر جائے۔ گو ایک تاریخی رنگ و روپ کی کتاب میں ادب کا دخل کچھ کم ہوتا



ہے۔ پھر بھی ایسے نازک موضوع پر لکھنے والے مورخ بھی اپنے جذبات، اپنی قومی اقدار اور اپنے ملی و بتدان سے بالکل عاری نہیں ہو سکتے یہی بات زیر نظر اوراق میں بھی نظر آتی ہے۔ لیکن اس سے واقعات کی ترتیب، صداقت اور اہمیت کے رنگ کو دبایا نہیں گیا بلکہ واضح کیا گیا ہے۔

اسلام نے حق و انصاف کی سر بلندی کے لئے جنگ کو نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ بعض حالات میں جہاد کی صورت میں فرسخ بھی ہو جاتی ہے۔ جس طرح کہ پاک بھارت جنگ میں ہوا۔ جس سے مسلمانوں کو ہر حال میں اپنا دامن محفوظ رکھنا پڑتا ہے۔ لیکن اسلام کے نزدیک ایک چیز ایسی بھی ہے جو انسانی زندگی سے بھی زیادہ مقدس اور قابل احترام ہے۔ یہ چیز حق ہے۔ اگر حق کے حصول یا تحفظ کے لئے انسان کی جان لینا اور اس کا خون بہانا پڑے تو ایسا کرنا جائز ہی نہیں، عین تقاعداً دین بن جانا ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ کشمیریوں نے اپنے حق کے لئے جنگ شروع کی اور بھارت نے اسے پاکستان سے ملوث کر دیا۔

جہاد مسلمانوں کی بڑی کے لئے ضروری ہے اور اس کی ضرورت اس لئے بھی پیش آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو فروغ و استحکام نصیب ہو، اس نقطہ نظر سے جہاد کو اسلام کے نظام حیات میں ایک بنیادی مقام حاصل ہے۔ اور جب وہ بھی ایک کافر دشمن رات کے اندھیرے میں پڑا من سوئی ہوئی خلق خدا پر دنیاوی جاہ و حشمت کے لئے حملہ کر دے تو اس کے خلاف جہاد محض جہاد ہی نہیں بلکہ جہاد اکبر ہے جس میں باقی فرانس کی ادائیگی میں کوتاہی معاف بھی ہو جاتی ہے۔ یہ کتاب اگرچہ ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے لیکن اس کو بھی جہاد کے اوتے ہتھیاروں میں سے ایک کہا جاسکتا ہے کہ اس کو پڑھ کر ہمارے آنے والی اور موجودہ نسلیں اپنے اندر نیا جذبہ محسوس کریں۔

اسلام کے پانچ ارکان ہر مسلمان پر سداً فرداً فرض ہیں۔ اگر کوئی مسلمان ان فرائض کی ادائیگی سے دیدہ و دانستہ گریز کرے تو یہ اس کے ایمان کی کمزوری پر دلالت کرتا ہے، لیکن جہاد کی حیثیت ایک اجتماعی فریضہ ہے جو پوری قوم پر بحیثیت مجموعی عائد ہوتا ہے۔ اس کا مطالبہ یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کے لئے یہ تو ممکن ہے نہ قابل عمل کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے کے لئے میدان جنگ کا رخ کریں۔ تمام مسلمانوں کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ نکل کھڑے ہوں۔ سورہ توبہ، جو لوگ جنگ میں براہ راست حصہ لینے کی طاقت اور صلاحیت رکھتے ہوں وہ جہاد میں شریک ہو جائیں تو فرض کفایہ پورا ہو جاتا ہے۔ لیکن جنگ محض دشمن کے خلاف میدان جنگ میں لڑنے تک محدود نہیں ہوتی، اس کی کامیابی کے لئے بہت سی اضافی اور بالواسطہ سرگرمیوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے، جو لوگ ان دفاعی ماسعی میں شریک ہوتے ہیں وہ جہاد میں حصہ لینے کا ثواب کماتے ہیں۔ مصنف و مرتب بھی یقیناً اللہ کی رحمت سے فیض یاب ہوں گے۔

آئیے! ہم سب عہد کریں کہ ہم اپنی پوری کوششوں سے عوام کے اس جذبہ کو بیدار رکھیں گے جس نے ہمیں خواب غفلت سے جھنجھوڑا ہے۔ اس نے ہمارے احساسات میں ایک لرزہ پیدا کر دیا ہے۔

اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اگر آپ کے ذہن میں کوئی تجزیہ آئے یا واقعات کی ترتیب کے متعلق آپ کا علم زیادہ صاحب ہو تو پبلشر کی معرفت مرتب کو لکھئے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان تجاویز کی روشنی میں کتاب کو اور مفید بنایا جاسکے۔ میں مصنف کو عرصہ دس سال سے جانتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ اس نے کتاب کی ترتیب میں خاصے ذوقِ جمال کا ثبوت دیا ہے۔ پھر بھی اس نے میری تجویز کو قبول کیا ہے۔

رحمان ظفر رانا

پروفیسر ریٹائرڈ محمدی روڈ ساندہ لاہور، ۳۱ اکتوبر ۱۹۷۵ء

## ارشادِ ربّانی

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلِّفُ إِلَّا نَفْسِكَ  
وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ بِعَسَى اللَّهُ أَنْ يَلْفِتَ بِأَسْ الذِّينَ  
كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بِأَمَانًا أَشَدُّ يُبَكِّدُ لَهُ

پارہ پنجم سورہ چہارم رکوع اول آیت ۸۳  
پس تم خدا کی راہ میں جہاد کرو اور تم اپنی ذات کے سوا  
اور کسی کے ذمہ دار نہیں ہو۔ اور ایمانداروں کو جہاد کی  
ترغیب دو۔ عنقریب خدا کافروں کی ہیبت روک  
دے گا اور خدا کی ہیبت سب سے زیادہ ہے۔



# احادیث نبوی

- جو دانتہ ظالم کا ساتھ دے وہ پورا مسلمان نہیں۔
- مومن اپنی تلوار اور زبان سے حق کو بلند کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔
- جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے۔
- سلطنت کفر سے نہیں ظلم سے جاتی ہے۔
- جب رشوت دروازے سے داخل ہوتی ہے تو امانت کھڑکی کی راہ نکل جاتی ہے۔
- مومن کی مثال ہری بھری کھیتی کی ہے کہ ہوائیں اسے اوسنچا نیچا کرتی رہتی ہیں۔ کبھی بٹھا دیتی ہیں۔ کبھی سیدھا کھڑا کر دیتی ہیں تاکہ اس کلمہ کی مدتِ حیات پوری ہو جاتی ہے۔
- کلمے کو روک کر بیچنے والا ملعون ہے۔
- قیامت میں تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم دنیا میں، محبت رکھتے ہو۔

(یہ احادیث بسلسلہ جہاد ہیں)



## ارشادِ بابائے قومؒ



اپنا جو صلہ بلند رکھئے۔ موت سے نہ ڈریئے۔ ہمارا دین  
مبین ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے کہ ہم موت کے لئے ہمیشہ  
تیار رہیں۔ ہمیں پاکستان اور اسلام کے ناموس کے  
تحفظ کی خاطر موجودہ مصیبت کا جرأت سے مقابلہ  
کرنا چاہیئے۔ ایک مسلمان کے لئے اس سے بڑا  
اعزاز نہ کیا ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ارفع مقصد کی  
خاطر شہید کی موت حاصل کرے۔

(۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء لاہور جلسہ عام)



# کشمیر

(اساطیری کہانی)

”جس جگہ آج واڈی کشمیر ہے وہاں کسی زمانے میں سستی سرنام ایک بڑی جھیل تھی جس پر جل دیورا کھشس کا راج تھا۔ کیشپ رشی نے برسوں پتیا کی توشو جی نے نمودار ہو کر بارہ مولے کے قریب پہاڑ پر اپنا ترسول مارا اور اس میں سوراخ کر دیا۔ جھیل کا پانی نکاس کا راستہ پا کر اس سوراخ سے بہنے لگا اور جھیل خشک ہو گئی۔ لیکن یہ را کھشس پھر بھی ہاتھ نہ آیا۔ آخر پاربتی جی چڑیا کے روپ میں ظاہر ہوئیں۔ چڑیا کی چوچ میں ایک کنکری تھی جس سے اس نے جل دیو کو ہلاک کر کے رشیوں مہنتوں کو اس کے ظلم سے چھڑایا۔ اب جھیل خشک ہو چکی تھی۔ اس لئے کیشپ جی کو اسے آباد کرنے کا حکم ملا۔ وہ آس پاس کے میدانی علاقوں سے بہت سے لوگوں کو اٹھالائے لیکن اس سرزمین میں سردی کا یہ عالم تھا کہ لوگ صرف گرمی کے موسم میں یہاں رہتے تھے۔ جاڑا شروع ہوتے ہی واپس چلے جاتے تھے آخر جب کیشپ رشی کی ہدایت کے مطابق انہوں نے ہون کئے۔ چڑھاوے چڑھائے تو سردی کم ہو گئی۔ درخت اُگے۔ پھول کھلے اور پرندے چھانے لگے۔“

وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس واڈی کو ”زمین کی جنت“ کا نام دیا گیا چناروں، کوہساروں، مرغزاروں، برف پوش واڈیوں، جھلمل بہتے نالوں اور تصویر لیتی جھیلوں پر فنون لطیفہ کی ہر قدر آزمائی جانے لگی۔

اور پھر — اور پھر جب ڈوگرہ شاہی نے کشمیر یوں کے خون سے ڈھلاؤں  
کو رنگنا شروع کیا تو پھر جل دیو رکھشس کا دور دورہ نظر آنے لگا — اب  
کوئی کیشپ رستی بھی باقی نہیں۔ کوئی شوجی ترسول لے کر نمودار نہیں ہوگا۔ کیوں کہ  
اب یہ الف لیوی یا اساطیری دور نہیں یہاں تو اب سری نگر کی بٹیاں ایک  
ایسے زمانے کی نیور کھیں گی۔ جن میں ڈوگرہ شاہی ہوگی نہ شاستروں کی تعلیم بفظ  
اللہ اور دین محمد صلعم کا ذکر ہوگا اور برف پوش چوٹیوں کے درمیان لا الہ الا اللہ  
اور اللہ اکبر کی صداؤں کی بازگشت کو بخشتی رہے گی۔

## بھارت اور کشمیر

جنگ سے زندگی کا ہر پہلو متاثر ہوتا ہے لیکن ابتدائے آفرینش سے دیگر ضروریات زندگی کی طرح جنگ بھی ایک ضرورت بن چکی ہے کچھ لوگ تو اس لئے جنگ کرتے ہیں کہ وہ اپنی طاقت کے ذریعہ ناپسندیدہ عناصر کو زیر کر کے اپنے مقصد کی تکمیل کریں۔ کچھ کمزور اس لئے لڑتے ہیں کہ وہ اپنے حقوق کی حفاظت کریں یا اگر انہیں غصب کر لیا گیا ہو تو ان کو دوبارہ حاصل کریں۔ لیکن مسلمانوں کو علم جہاد اس وقت بھی بلند کرنا پڑتا ہے۔ جب کوئی کمزور اسے ظالم کے مقابلہ میں امداد کے لئے پکارے ایسی ہی پکار صدیوں پیشتر بصرہ کے گورنر حجاج کے دربار میں سنی گئی تھی اور اس کا جواب بن کر محمد بن قاسم علم اسلام لے کر سندھ کی جانب بڑھا تھا پھر شہاب الدین غوری اور محمود غزنوی کے حملوں میں بھی وہ اسلامی ذہن کا فرما تھا۔ جو سومات کی زریں دیواروں کے سایوں میں انسانی جانوں سے ہولی کھیلی جاتی دیکھنا پسند نہ کرتا تھا۔ رام راج کے پجاری خود راون بنے تھے۔ پر ہلا د بھگت کی یاد منانے والوں نے راکشس کا روپ دھار رکھا تھا۔ مہا بھارت کی داستانوں میں انصاف کی خاطر لڑنے والوں نے خود دیودھن بن کر دکھایا۔ سیتا زمین میں سما رہی تھی اور درویدی اپنی ساڑھی سمیٹ رہی تھی۔ لیکن وہ دور انسانی حقوق کا دور نہ تھا۔ جمہوریت کا زمانہ تھا۔ ایک قدیم دور تھا۔ جس میں دیوی دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے انسانوں کی قربانی دی جاتی تھی۔ لیکن اب تو روشن دور تھا اور رحمت پندی اور ترقی پندی کی اصطلاحوں کا شور تھا۔ پھر بھی بیسویں صدی میں بھی یہ دعویٰ کیا



گیا تھا کہ بھگتوں کی سادگی روحیں گاندھی کے قالب میں ہندوستان میں واپس لوٹ آئی ہیں۔ امن و شانتی کی گیتا ہندوستان میں پڑھی جا رہی ہے اور چرخے کے نکلنے کی چھین ختم ہو گئی ہے۔

لیکن گاندھی کا سینہ خود گولیوں سے چھلنی ہو گیا۔ عدم تشدد کا حامی خود تشدد کا شکار ہو گیا اور وہ روشنی جس کا دعوتی ہندو لیڈر کرتے آئے تھے ماند پڑ گئے کہ ہندو تو صرف رام جی کی "جے" چاہتا ہے اور اپنی ذاتی انکساری میں ہاتھ جوڑ کر سر نہ ہٹا کر پر نام کرتا ہے۔ لیکن اس پر نام میں کتنا بعض ہوتا ہے کتنی گہری سیاہ اور تاریک قسم کی سیاست ہوتی ہے۔ اس کا کچھ اندازہ تو قائد اعظم مرحوم اور دیگر مسلم علماء کو بہت پہلے ہوا تھا۔ لیکن جب زمام اقتدار کلی طور پر ہندوؤں کے ہاتھ آئی تھی۔ تو اس گہری تاریکی کو حیدرآباد، بھوپال، منادر، جونا گڑھ اور گوا وغیرہ نے بھی محسوس کیا۔ مسلمان بالخصوص اس تاریکی کا شکار ہوئے اور یہ تاریکی جو سیاہی سے سرخنی ہیں اور سرخنی سے سیاہی میں بدلتی رہی۔ ستمبر ۱۹۵۵ء میں ایک دفعہ انتہائی سرخ ہو گئی۔

پھر بھی دنیا واضح طور پر ہندو ازم کو نہ جان سکی۔ آخر کیوں! وہی سیاست کے دبیز پردے۔ جن سے جب بھی کوئی ہندو باہر نکلتا تو گاندھی کی لنگوٹی سہرو کی ٹوپی اور کھدر کے جامے میں ایک مسکین معلوم ہوتا۔ مسئلہ کشمیر پر کچھ قوموں کو احساس ہوا کہ یہ منہ میں رام رام کہنے والی نسل جو آریہ ورت کی بہترین مخلوق بننے کی کوشش کرتی ہے دراصل بغل میں چھری بھی دبائے ہوئے ہے۔ جب یہ چھری پچاس لاکھ کشمیری مسلمانوں کے خون سے نہانے لگی تو ایک دفعہ پھر تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا اور پاکستانی، کشمیری اور قبائلی مسلمانوں نے کشمیری مسلمانوں کی زندگی کی بقا کے لئے اعلان جہاد کر دیا۔

یہ اب سے اٹھارہ برس پیشتر کی بات ہے۔

عین اس وقت کہ جب سرینگر کے درو دیوار اللہ اکبر کی گونج سے ٹکرائے چاہتے تھے۔ قوموں کی برادری اڑے آئی اور ایک جنگ بندی لائن... (حد متار کہ جنگ) نے کشمیر کو دو حصوں میں اس وعدہ پر تقسیم کر دیا کہ کشمیری عوام اپنا حق خود ارادیت استعمال کرتے ہوئے خود استصواب کے ذریعہ فیصلہ کریں گے کہ وہ کس ملک کے ساتھ اپنا الحاق چاہتے ہیں۔ اس حد متار کہ نے کشمیر کے اس حصہ کو جسے آزاد کشمیر کہا جاتا ہے۔ وہ سب کچھ دیا جو انسانیت کا تقاضہ ہے۔ لیکن ظلم و بربریت کا سایہ حد متار کہ کی اس سمت متواتر منڈلانے لگا۔ جہاں ڈوگرہ راج کا قیام ہوا۔ جہاں انسانیت نے شیطنیت کا لبادہ اوڑھ کر وہ کچھ کیا جو راون نے بھی سینا سے نہ کیا تھا۔ ہندوستان کے دیرسور ماڈوں کے ہاتھ اپنی ہی بہنوں کی چنڑیوں پر پڑنے لگے۔ اور کئی ایک ان کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر ناچنے لگے۔ اور کرن سنگھ مہاراج کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تک لگانے لگے۔

اگر مسئلہ کشمیر کے حل میں اقوام متحدہ اڑے نہ آتی تو آج سے کئی برس پیشتر ہی کشمیریوں کے لئے امن و آسشتی کی سحر نمودار ہو چکی ہوتی۔ اور پھر اگر اقوام متحدہ نے تساہل نہ برتا ہوتا تو بھی شاید کشمیریوں کے زخم مندمل ہو گئے ہوتے۔ لیکن وہ نہ ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ وہ ہوا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ ذرا کشمیر اور اقوام متحدہ کے گذشتہ ۱۸ سال کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لئے مندرجہ ذیل تاریخوں اور فیصلوں پر نظر ڈالئے۔ آپ کو اندازہ ہو گا کہ چند امریکین ہوا بازوں کے روس میں گرفتار ہو جانے پر تو یو این اے کے سیکرٹری جنرل تک دہاں خود پہنچتے ہیں۔ لیکن سچاس لاکھ کشمیریوں کے حق خود ارادیت کے لئے اقوام متحدہ سڑک کوٹنے کا انجن بن جاتی ہے جو پورے زور سے چلتا ہوا بھی رینگتا ہی ہے۔

سلائی کونسل گذشتہ سترہ برس سے مسئلہ کشمیر حل کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ اس نے جتنی بھی تجاویز پیش کیں۔ ان میں کشمیر میں استصواب رائے کرانے پر زور دیا گیا تھا۔ لیکن بھارت ہمیشہ ان قراردادوں سے پہلو ہتی کرتا رہا ہے۔ سلائی کونسل نے جو قراردادیں اور تجاویز پیش کیں وہ درج ذیل ہیں۔

۲۷۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو برطانوی وزیر اعظم لارڈ اٹلی نے پاکستان اور بھارت کے وزراء اعظم کو تار دیا کہ وہ کشمیر کے مہاراجہ اور وزیر اعلیٰ کی معیت میں ان سے ملاقات کریں تاکہ کشمیر کے تنازعہ کو حل کرنے کی کوشش کی جائے پاکستان نے اس ملاقات پر رضامندی کا اظہار کیا جبکہ بھارت نے اس تجویز کو مسترد کر دیا۔

یکم نومبر ۱۹۴۷ء کو قائد اعظم محمد علی جناح نے تجویز پیش کی کہ پاکستان اور بھارت متنازعہ علاقے میں مشترکہ طور پر حالات معمول پر لانے کی کوشش کریں اور استصواب رائے کرائیں۔ لیکن بھارت نے اس تجویز سے اتفاق نہ کرتے ہوئے اس مسئلہ کو اقوام متحدہ میں پیش کر دیا۔

جنگ بندی کے معاہدے کا موثر نفاذ یکم جنوری ۱۹۴۹ء سے ہوا۔ ۲۷ جولائی ۱۹۴۹ء کو خطا متارکہ جنگ کی حد بندی کا معاہدہ ہوا۔ لیکن اقوام متحدہ کمیشن عملدرآمد کرانے میں ناکام رہا۔

مارچ ۱۹۴۹ء میں اقوام متحدہ کے کمیشن برائے ہندو پاکستان نے بھارت اور پاکستان کے نمائندوں سے اس بات پر رضامندی کا اظہار کیا کہ دونوں ملک اپنی فوجوں کو واپس بلانے کے منصوبے پیش کریں۔ پاکستان نے اس پر عمل کیا لیکن بھارت نے اس تجویز پر بھی عمل درآمد نہ کیا۔

کمیشن نے تجویز کیا کہ قراردادوں کی توضیح سے دونوں ملکوں میں جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں وہ ایڈمرل نمٹنے کے سامنے پیش کئے جائیں اور انہیں ثالث تسلیم

کیا جائے۔ امریکہ کے صدر اور برطانیہ کے وزیر اعظم نے ذاتی طور پر اپیل کی کہ اس تجویز پر اتفاق کیا جائے۔ پاکستان نے اس تجویز کو منظور کر لیا لیکن بھارت نے اس تجویز کو بھی مسترد کر دیا۔

۲۲ دسمبر ۱۹۴۹ء کو جنرل اسے جی۔ ایل میکینن نے امریکی نمائندے کی حیثیت سے کشمیر سے فوجوں کے مکمل انخلاء کا منصوبہ مرتب کیا جسے پاکستان نے منظور کر لیا لیکن بھارت نے اسے مسترد کر دیا۔

جولائی ۱۹۵۰ء میں اقوام متحدہ کے نمائندے سر ادون ڈکسن نے بھی فوجوں کے انخلاء کی تجویز مرتب کی جسے بھارت نے مسترد کر دیا لیکن پاکستان نے اس تجویز کو بھی منظور کر لیا۔

جنوری ۱۹۵۱ء میں دولت مشترکہ کے وزیر اعظم نے کشمیر میں غیر جانبدارانہ استصواب رائے کی راہ ہموار کرنے کے لئے وہاں سے فوجوں کے انخلاء کے لئے اپنی خدمات پیش کیں انہوں نے تجویز کیا کہ دونوں ملکوں کی فوجیں کشمیر خالی کر دیں اور وہاں غیر ملکی فوجیں بھی جائیں۔ پاکستان نے اس تجویز کو بھی منظور کر لیا۔ لیکن بھارت نے اسے مسترد کر دیا۔

مارچ ۱۹۵۱ء میں برازیل کے نمائندے نے تجویز کیا کہ اقوام متحدہ کی ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء اور ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کی قراردادوں کی توضیح سے دونوں ملکوں میں جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں۔ وہ ثالث کے فیصلے کے مطابق ختم کئے جائیں۔ پاکستان نے اس تجویز پر رضامندی کا اظہار کیا لیکن بھارت نے تجویز کو منظور کرنے سے انکار کر دیا۔

مارچ ۱۹۵۱ء اور دسمبر ۱۹۵۲ء کے دوران اقوام متحدہ کے نمائندے ڈاکٹر فرینک پی گراہم نے فوجوں کے انخلاء کے سلسلہ میں متعدد تجاویز پیش کیں لیکن بھارت نے تمام تجاویز کو مسترد کر دیا۔

دسمبر ۱۹۵۲ء میں سلامتی کونسل نے ایک اور قرارداد منظور کی جس میں دونوں ملکوں پر زور دیا گیا کہ دونوں ملک اقوام متحدہ کے نمائندے کی سرکردگی میں خطا متارکہ جنگ کے دونوں جانب فوجوں کی تعداد کے معاہدے کے سلسلے میں فوری طور پر بات چیت کریں۔ پاکستان نے اس تجویز کو بھی منظور کر لیا۔ لیکن بھارت نے مسترد کر دیا۔

فروری ۱۹۵۳ء میں ڈاکٹر گراہم نے متنازعہ مسائل کو حل کرنے کے لئے دونوں حکومتوں کے درمیان براہ راست بات چیت کی تجویز پیش کی۔ چنانچہ پاکستان اور بھارت کے وزراء اعظم کے اجلاس ہوئے۔ تیسرے اجلاس کے آخر میں جو ۱۰ اگست سے ۲۰ اگست ۱۹۵۳ء تک دہلی میں ہوا۔ ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا۔ جس میں اس بات کی دوبارہ تصدیق کی گئی تھی کہ کشمیری عوام کی خواہشات معلوم کرنے کے لئے قابل عمل طریق کار صرف یہی ہے کہ وہاں بغیر جانبدارانہ استصواب رائے کو لایا جائے۔ اور استصواب رائے کے لئے ٹائٹل ٹیبل مرتب کیا جائے۔ اس مشترکہ اعلامیہ کا یہ فائدہ تھا کہ بنیادی مسائل کو حل کرنے کے لئے ماہرین کی کمیٹی تشکیل ہوئی۔ ان بنیادی مسائل میں سب سے اہم مسئلہ کشمیر سے فوجوں کا انخلا۔ تھا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد بھارت اس معاہدے سے منحرف ہو گیا۔

مارچ، اپریل، ۱۹۵۷ء میں اقوام متحدہ کے ایک اور نمائندہ سویڈن کے مسٹر گنزوی جارجنگ نے ثالثی کی ایک اور تجویز پیش کی جسے پاکستان نے منظور کر لیا۔ لیکن بھارت نے اسے بھی مسترد کر دیا۔

ڈاکٹر گراہم کی آخری رپورٹ ابھی سلامتی کونسل کے پاس عوز و خواص کے لئے پڑی تھی کہ صدر پاکستان نے ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو اس تنازعہ کو پرامن طور پر حل کرنے کے لئے نئے سرے سے کوششیں شروع کر دیں۔ لیکن بھارت کی طرف

سے ان کی کوششوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی۔

جنوری، فروری ۱۹۵۸ء میں ڈاکٹر گرام نے مسئلہ کے حل کے لئے پاکستان اور بھارت کو پانچ سجاویز پیش کیے۔ پاکستان نے یہ سجاویز منظور کر لیں لیکن بھارت نے کسی ایک پر بھی رضامندی کا اظہار نہ کیا۔

جنوری ۱۹۴۲ء میں آنجنابانی صدر کنیڈی نے تجویز کیا کہ عالمی بینک کے صدر مسٹر یوجین بلیک، جنہوں نے پاکستان اور بھارت کے سدھ ہنر کے پانی کے جھگڑے کو کامیابی سے ختم کرایا تھا۔ اس سلسلہ میں دونوں حکومتوں سے بات چیت کریں پاکستان نے اس تجویز کا بھی خیر مقدم کیا۔ لیکن بھارت نے اسے مسترد کر دیا۔

۲۲ جون ۱۹۴۲ء کو سلامتی کونسل میں یہ تجویز کیا گیا کہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل اوتھان اس تنازعہ کو طے کرنے کے لئے اپنی کوششیں کریں۔ پاکستان نے اس تجویز کی حمایت کی لیکن بھارت نے اس کی مخالفت کی۔

دسمبر ۱۹۴۲ء سے مئی ۱۹۴۳ء تک پاکستان اور بھارت کے وزراء خارجہ ذوالفقار علی بھٹو اور سردار سون سنگھ کی چھ ملاقاتیں صدر ایوب کی تحریک پر ہوئیں لیکن یہ تمام گفتگو ناکام ہوئی اور بھارت نے موجودہ خط متارکہ جنگ کو آخری نشان سمجھ لیا اور کشمیری عوام کو اپنی مرضی کے مطابق اپنے مستقبل کے فیصلے سے محروم کر دیا۔

آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اقوام متحدہ کے علاوہ بھی پاکستان نے مسئلہ کشمیر کے پر امن تصفیہ کے لئے ہر وقت ہاتھ بڑھایا لیکن بھارت کے کان پر جوں تک نہ ریگی اور تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق جب اہل کشمیر نے دیکھا کہ شیخ عبداللہ کو پھر سے ہندوستان نے بند کر دیا۔ عوامی تحریکوں پر پابندیاں لگا دی ہیں۔ تو انہوں نے الجزائر کی مثال سامنے رکھتے ہوئے ایک انقلابی کونسل قائم کی اور صدائے

کشمیر ریڈیو قائم کیا اور جہاد فی سبیل اللہ کا اعلان کر دیا۔ تو بھارت الزام دینے لگا کہ  
یہ تو سب کچھ پاکستان کا کیا دھرا ہے۔ جھوٹا جھوٹ سے کیا شرابائے گا۔ آخر دنیا  
جانتی ہے کہ ہندو جھوٹا ہے۔ سلامتی کونسل۔ ۲۰ ستمبر کی قرارداد کو پھر بھارت تسلیم  
نہیں کر رہا۔ معاہدہ تاشقند سے اسی لئے کوئی خوش فہمی پیدا نہیں ہوئی کہ بھارت  
کا باصنی بڑا پر فریب ہے۔ ہو سکتا ہے اندرا گاندھی کشمیری عوام کے لئے ایک  
نعمت ثابت ہوں۔

84222

# ایک قدیم جنگ

ہم پر ہندوستان نے جنگ اس طریق سے مسلط کی کہ ہم سمجھ بھی نہ سکے کہ آخر یہ اتنا چانک ہوا کیا ہے کہاں اوم شانتی اور رام رام کی مالا کہاں اہنسا پر مودھ کا پرچار کہاں لائحہ جوڑ کر نمٹتے اور کہاں یہ یا جوج ما جوج کی یلغار۔ اور وہ بھی رات کے سناٹوں میں۔ تاہم اس وقت یہی ایک علاج رہ گیا تھا کہ طاقت و بربریت کے اس سیل رواں کو روکا جائے اور ساری دنیا گواہ ہے اس سیل بے پناہ کو نہ صرف روکا گیا بلکہ اسے پسپا کر کے اس کی صفوں کو الٹ دیا گیا۔ اس کے لوہے کو پگھلا دیا گیا اور طاقت کے بل پر جینے والے نمرود اور شدا دمان گئے کہ اخلاق اور اتحاد کی طاقت کے سامنے پہاڑوں کے جگر پانی ہونے والی باتیں سچ ہیں۔ قرونِ اولیٰ میں لڑائیوں کی وہ داستانیں موجودہ مادہ پرست دنیا کے لئے ناقابل یقین تھیں یکا یک یقین محکم ہیں تبدیل ہو گئیں گویا پاک بھارت سرحدوں پر بہنے والے خون نے صدیوں پرانی سچائیوں پر پڑے ہوئے پردوں کو ہٹا دیا۔

عارضی طور پر جب ذرا سوچنے سمجھنے کا موقع ملا تو جو دستاویزات ہمارے لائحہ نگیں ان سے ہندو مہاشنوں کی ساری شائستگی کا بھرم کھل گیا۔ انہی دستاویزات کے ثبوت کی روشنی میں یہ تسلیم کرنا پڑا کہ موجودہ جنگ دراصل ایک صدیوں پرانی جنگ ہے اس سلسلہ میں مختلف تجزیہ نگاروں کی تحریروں سے جو نتائج مرتب ہوئے اور جو حقیقتیں کھلیں وہ مختصر اذہیر صدیقی نے یوں قلمبند کی ہیں۔

”پاکستان اور ہندوستان کے مابین باقاعدہ جنگ تو ۶ ستمبر ۱۹۴۷ء کو شروع



ہوئی۔ لیکن ہمارے ساتھ ہمارے ہمسایہ ملک کی مخلصیت کا قصہ بہت پرانا طویل اور تکلیف دہ ہے اس کی بڑی اس بے عظیم کی گذشتہ کئی صدیوں کی تاریخ میں پیوست ہیں اور اس تاریخ کا شاید ہی کوئی حصہ ایسا ہو جس پر اس عناد اور دشمنی کا کوئی نشان یا عکس ثبت نہ ہو۔ ہندوستان اور پاکستان کے تعلقات کے کسی موضوع پر گفتگو کیجئے۔ بات جلد کئی سو برس پہنچ جاتی ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے بعد سے تاریخ کا کوئی دور ایسا نہیں جس میں ہندو اور مسلمان صحیح معنوں میں ایک دوسرے سے گھل مل گئے ہوں۔ ہندوؤں کی لا غیریت پسند سماج، جس میں ذات پات کی تفریق بنیادی اصول کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلام کے ترقی پسندانہ تصور حیات اور اسلامی معاشرے کے جمہوری اصولوں کو قبول نہ کر سکی، نہ اس میں اتنی قوت تھی کہ اسلام کا زور توڑ کر اور اس کی جداگانہ خصوصیت مٹا کر اس کو اپنے اندر جذب کر سکے۔ چنانچہ دونوں قوموں کے اتحاد کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی۔ ان کی باہمی آویزش نے مختلف شکلیں اختیار کیں اور اس کی شدت گھٹتی بڑھتی رہی۔ لیکن وہ کبھی ختم نہ ہو سکی۔

یہ قرب فراق آمیز صدیوں تک جاری رہا۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد دونوں کی دبی ہوئی آویزش نے پھر زور پکڑا اور بغاوت اور باہمی جنگ کی صورت میں ظاہر ہوئی اگر انگریز باہر سے آکر داخلہ نہ کرتے تو شاید اسی زمانے میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی جنگ کسی فیصلہ کن نتیجے پر پہنچ جاتی۔ لیکن غلامی کی ذلت و رسوائی کے مشترکہ احساس اور اس کی لائی ہوئی مشترکہ مصیبتوں نے کچھ عرصے کے لئے اختلافات کی شدت کو گھٹا دیا۔ پھر انگریز کے تسلط اور طاقت نے کچھ مدت کے لئے ان کی سلگتی ہوئی آویزش کو دبائے رکھا۔ لیکن جب نئے متحدہ ہندوستان کے مستقبل کے نقش ابھرنا شروع ہوئے تو دبی ہوئی آویزش اور قابیلیں

پھر اُبھرنے لگیں اور جلد ہی یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہندو مسلمانوں کو برابر کا شریک بنانے پر کسی طرح رضا مند نہ ہوں گے۔ بلکہ ان آثار کو بھی مٹا دینے کے واسطے ہوں گے۔ جو ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت و اقتدار کی یاد دلاتے ہیں اور صدیوں کے ساتھ رہنے بہنے اور اشتراک عمل سے وجود میں آئے تھے۔

ہندو کلچر کے احیاء کے ساتھ ساتھ اردو کو مٹانے اور اسے دفتروں عدالتوں اور مدرسوں سے خارج کرنے کی تحریک برپا ہوئی اور انیسویں صدی کے ختم ہونے سے پہلے ہی یہ رجحانات اتنی شدت اختیار کر گئے تھے کہ سرسید بھی، جو مسلمانوں میں رجعت پسند عناصر سے برسرِ پیکار تھے اور جن کا ذہن مذہبی تعصب اور نفرت سے بالکل پاک تھا، ناقابل انکار حقیقتوں کے پیشِ نظر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں، سیاسی اور اجتماعی زندگی میں ان کے مابین گہرا اور دیرپا اشتراک عمل ناممکن ہے اور وہ کبھی متحدہ قومیت کے سانچے میں نہ ڈھل سکیں گے۔

پھر بیسویں صدی کے آغاز میں گنگا دھرتی اور دوسرے ہندو احیاء پرستوں نے براہِ راست ملک کی سیاسی زندگی میں فرقہ پرستی کا زہر گھولنا شروع کیا اور آزادی کی جدوجہد کو ہندومت اور کلچر کے احیاء کی تحریک میں مدغم کرنا چاہا۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد گاندھی نے ہندوستان کی عملی سیاست میں قدم رکھا اور جلد ہی ملک کی سیاسی زندگی پر چھا گئے۔ انہوں نے بھی مذہبی رواداری کے دعووں اور ہندو مسلم اتحاد کے نعروں کے باوجود نہایت ہوشیاری اور عیاری سے ہندو احیاء کی تحریک کو تقویت بخشی اور ہندوستان میں ہندوؤں کے سیاسی اقتدار کے لئے مضبوط اور پائدار بنیادیں تیار کرنا شروع کیں۔ پہلے تو کچھ عرصہ مسلمان ان کے اصل مقاصد سے بے خبر رہے لیکن جلد ہی ان کی روحانیت کا پردہ چاک ہو گیا۔ ان کے

نصوت کی قلعی کھل گئی اور مذہبی رواداری اور قومی اتحاد کا جو طمع امنوں نے اپنی سیاست پر بڑی چابکدستی سے چڑھا رکھا تھا وہ اتر گیا۔ ان کی تحریک کے مکروہ محرکات اور خوفناک مقاصد بے نقاب ہونے لگے تو مسلمانوں کی آنکھیں کھلنے لگیں۔ پہلے وہ کانگریس سے بدگمان ہوئے پھر اس سے الگ ہونا شروع ہوئے اور بالآخر ملک کی تقسیم کا مطالبہ کرنے پر مجبور ہوئے۔

پاکستان کے ساتھ ہندوستان کی حالیہ دشمنی اور عناد کا تعلق کسی ایک مسئلے یا قضیے سے نہیں بلکہ یہ ہندوستان کے حکمران فرقے کے اس تعصب نارواداری اور نفرت کا اظہار ہے جس سے اس بڑے عظیم کی پچھلے سات برسوں کی ساری تاریخ داغدار ہے۔ اٹھارہ برس پہلے جب پاکستان قائم ہوا تو بہت سے لوگوں کو یہ خیال تھا کہ رفتہ رفتہ ہندوستان اسی نئی سیاست کے وجود کو بطور ایک حقیقت تسلیم کر لے گا۔ اور پرانی یادوں کو بھلا کر اور تاریخی تلخیوں کو مٹا کر دوستی اور ہمسائیگی کے ایک نئے دور کے آغاز میں پاکستان سے اشتراک اور تعاون کرے گا۔ خود قائد اعظم کو یہی امید تھی۔ اور انہوں نے قیام پاکستان سے پہلے پہلے اور اس کے بعد کئی تقریروں اور بیانیوں میں اس توقع کا اظہار کیا۔

قائد اعظم کی تقاریر سے جہاں ان کی تاریخ ذاتی کا پتہ چلتا ہے وہاں ان کی سیاسی بصیرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ شاید ان کو بھارت کے مکروہ ارادوں کا اندازہ ہو گیا تھا، اس لئے وہ بار بار ایک طرف تو ہندوستانی لیڈروں کو صداقت، دیانت اور شرافت اختیار کرنے کی تلقین کرتے تھے اور دوسری طرف مسلمانوں کو جہاد کے جذبہ کو برقرار رکھنے کی یاد دلاتے رہتے تھے۔ ہندوستان کب سے پاکستان کو ٹھپ کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ اس کا کچھ اندازہ تو اس وقت ہوتا تھا۔ جب اچانک امریکہ اور ہندوستان کے خفیہ معاہدہ کا پتہ چلا جس

میں امریکہ نے ہندوستان کو جنگی سامان دینے کی شرائط کی تھیں۔ پاکستان اور امریکہ کی دوستی کو یہی ہندوستان اپنے لئے مہلک خیال کرتا تھا۔ لیکن پاکستان نے تو اس وقت بھی ہندوستان سے جنگ نہیں چھیڑی جب وہ نیفا میں شکست پر شکست کھا رہا تھا۔ پاکستان تو پُر امن رہا اور امن کے عالمی اصولوں کی عزت کرتا رہا۔ ہم نے اس خفیہ معاہدے کے نتیجے پر صرف امریکہ کی دوستی پر ہی بھروسہ کرنا تو چھوڑ دیا لیکن ہندوستان کی طرح کسی ملک سے خفیہ معاہدہ نہیں کیا۔ البتہ اپنے نئے دوست ضرور پیدا کئے۔ اور وہ بھی صرف اپنے دفاع کے لئے جارحیت کے لئے نہیں۔

خفیہ معاہدہ کے بعد بھی ہم بھارت کو زیادہ نہیں پہچان سکے۔ لیکن دن کچھ کے علاقہ میں بھارت کی جٹیوتہیا کی مناہی کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ ہماری فراخ ولی کا یہ عالم تھا کہ اس تاریخی واقعہ کو بھی امن عالم کی خاطر بھلانے پر آمادہ ہو گئے اور یہ نہ جان سکے کہ ان معاہدوں، ان جارحیتوں اور کشمیر میں ظلم و استبداد کے واقعات کی منہ میں سازشوں کا ایک انبار ہے جن کے منصوبے تو ۱۹۴۷ء میں ہی تیار کر لئے گئے تھے۔

اگر ہم ذرا صرت ایک صدی پیشتر کے بھارتی انداز تک کا محاسبہ کریں تو چند اور باتیں بھی سامنے آتی ہیں، جن کی سچائی کو تسلیم کرنا ہی بالغ العقل ہونے کی دلیل ہے۔

مسلمانوں کی آزادی کی کشمکش کا دور تو اسی روز سے شروع ہو جاتا ہے جس روز منغل شاہی کا آفتاب غروب ہونے لگا تھا۔ اہل بصیرت مسلمانوں نے بھانپ لیا تھا کہ انگریزوں کی بڑھتی ہوئی ریاکاری اور مکاری میں ہندو بننے ان کا آلہ کار بن کر فوائد حاصل کر رہے ہیں اور غلام ابن غلام رہنے والی نسل ہاتھ جوڑ کر اور جی مہاراج کہہ کر اپنا اُلوسیدھا کرتی رہے گی۔ سراج الدولہ اور ٹیپو سلطان۔

انگریزوں کی دست برد سے ملک کو بچانے کے لئے جو جدوجہد کی اس میں عذار امر کے علاوہ ہندوؤں کا تعاون نہ ہونا ناکامی کا باعث بن گیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی بھی ہندوؤں کے عدم تعاون کے باعث ایک ناکام کوشش بن کر رہ گئی۔ مغل امر ایک ایک کر کے آزادی کی شمع پر نثار ہو گئے اور وقت نے شہزادوں سے مزدوری کروائی۔ بخت خان جیسے جنرل روپوش ہو گئے۔ برطانوی سامراج نے ایک نیچ ذہن کے ساہوکار طبقہ کو جنم دیا۔ ہندوؤں نے یورپی طرز میں کچھ ایسی اصطلاحیں۔ القاب اور آداب جلد اپنالئے جن کو برطانوی لوگ بہت پسند کرتے تھے۔ ایک کھوکھلے وقار کا لبادہ اوڑھ کر ہندو برطانوی حکمرانوں کے زیادہ قریب ہونے لگے، یہاں تک ۱۸۵۷ء میں جب ہندی کو اردو پر فوقیت دینے کی تحریک چلی تو سرسید احمد خان نے سب سے پہلے محسوس کیا کہ ہندو جس چیز کو ہندوستان نیشنلزم کہتے ہیں۔ دراصل وہ ہندو نیشنلزم ہے۔ انہوں نے ایک برطانوی افسر ٹیکسیٹر کو بتایا کہ ہندو اور مسلمان دونوں میں ہیں اور ان میں کبھی باہم اتفاق نہیں ہو سکتا۔ بے شک اس وقت ان دونوں میں بظاہر کوئی دشمنی نظر نہیں آئی لیکن جو لوگ زندہ رہیں گے وہ دیکھیں گے کہ ان دونوں کے راستے الگ الگ ہیں اور یہ سب کچھ سچ ثابت ہوا۔

تمام مسلمان لیڈروں میں سے قائد اعظم سب سے زیادہ دانا ثابت ہوئے ۱۹۰۵ء سے لے کر ۱۹۳۵ء تک انڈین نیشنل کانگریس سے منسلک رہے اور دن رات اس کے لئے کام کیا لیکن جب انہیں یہ احساس ہوا کہ انڈین نیشنل کانگریس ہندوؤں کے لئے نہیں بلکہ صرف ہندوؤں کی سر بلندی کے لئے کوشاں ہے۔ تو انہوں نے مسلم لیگ میں شامل ہو کر الگ وطن کا مطالبہ کر دیا۔ ہندوؤں کی مسلمانوں سے دشمنی تو ابدی ہے کیونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے بعد ان کو کبھی حکومت

کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ان کے راجے مہاراجے بھی مسلمان بادشاہوں کے خراج گزار بن کر ہی رہے۔ ہندوستان کی آزادی کی فضا ہموار ہوتے دیکھ کر وہ اکثریت کے بل پر مسلمانوں پر حکومت کرنے کے خواب دیکھنے لگے تھے۔ پاکستان کا قیام ان کے ارادوں کی شکست تھی۔ اس کا مطلب تو صاف یہ تھا کہ مسلمان ہندوستان کے ہندوؤں کے چنگل سے آزاد ہو جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے پاکستان کے مطالبہ کے خلاف اکھنڈ بھارت کا نعرہ بلند کرنا شروع کر دیا۔ لیکن بالآخر وہ وقت آ گیا جب دو صدیوں کا طوق غلامی ہندوستان کے گلے سے ٹوٹ کر گر گیا اور مسلمانوں کے لئے ایک الگ ملک قائم ہونے کے انتظامات ہونے لگے لیکن ہندوؤں نے لارڈ مونت بیٹن کو گورنری پیش کر کے ایک سیاسی رشوت دے ڈالی اور ریڈ کلف آؤٹ ایک چھری کی طرح مسلمانوں کی پشت میں گھونپ دیا گیا۔

قائد اعظم نے ریڈ کلف کی تقرری بطور چیئرمین باؤنڈری کمیشن قبول کی تو انہیں یہ یقین تھا کہ ملکہ برطانیہ کی آئینی مجلس کا مشیر طے شدہ امور کا پال کرتے ہوئے یقیناً انصاف اور بالغ نظری سے کام لے گا۔ لیکن اس نے جان بوجھ کر گورداسپور کا ضلع بھارت کو دے کر ایک تو مسلمانوں کا قتل عام کر لیا اور دوسرے کشمیر کا نازد کھڑا کر دیا اگر یہ ضلع اصولوں کے مطابق مسلم اکثریت کے باعث پاکستان کو مل جاتا تو کشمیر کا جھگڑا کبھی بھی کھڑا نہ ہوتا۔ جغرافیائی طور پر بھی وہ مسائل پیدا نہ ہوتے جن سے اختلافات خلیج پھلتی جاتی۔ مسلمان اپنے نقصانات تو بھول گئے لیکن بھارتی جارحیت کسی نہ کسی طرح ان کو تنگ کرتی رہی۔ کبھی کبھی ان کے بھارت میں رہنے والے عزیز واقارب کی زندگی کا قافیہ تنگ کر کے پاکستانی مسلمانوں کو سوچنے پر مجبور کر دیتی اس جارحیت نے اکثریت اور طاقت کے بل پر جونا گڑھ، بھوپال، مناد اور حیدرآباد پر قبضہ کر لیا اور کشمیر پر اپنے دانت گاڑ دیئے۔ کشمیری مسلمان اکثریت

کے اصول پر پاکستان سے الحاق چاہتے ہیں۔ انہوں نے برطانوی سامراج اور ڈوگرہ شاہی کے پنگل سے نجات پانے کے لئے تمام ریاست میں مظاہرے شروع کر دیئے۔ ریاستی پولیس اور ڈوگرہ فوج کے ظلم و ستم نے عوام کو جہاد پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد سترہ برس تک جو کچھ ہوا ہے۔ اس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں ہندوؤں کی مسلم اور پاکستان دشمنی محض اس وجہ سے ہے کہ وہ مسلمانوں پر حکومت کرنے کے خواب کو شرمندہ تعبیر نہ کر سکے۔ ادراکھٹہ بھارت کے نقشہ پر سبز رنگ ان پر ہندیائی کیفیت طاری کر دیتا ہے۔ ۱۹۴۵ء کی سترہ روزہ جنگ کے بعد جو تفصیلات سامنے آئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۴۷ء میں ہی پاکستان ختم کرنے کے منصوبوں کی تیاری ہونے لگی تھی۔ حملہ کی صورت میں نہ ہی سیاسی اور معاشی طور پر ہی سہی۔ جنرل نرینجن پرشاد کی ڈاٹری سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ بھارتی سامراج دن کچھ میں پٹنے کے بعد کسی وقت بھی اطمینان سے نہیں بیٹھا اور وہ برابر پاکستان پر حملہ کے پروگرام بناتا رہا۔ اس ڈاٹری کی موجودگی میں اور بھارتی وزیر اعظم کے بیانات سے یہ بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے کہ محض کشمیر کی حالیہ جنگ آزادی کی آڑ لے کر پاکستان پر حملہ کرنا کوئی دفاعی قدم نہ تھا۔ بلکہ اسی پرانی جاہلیت کا بار بار اعادہ تھا۔ جو بھارتی اقتدار کا ایک گھناؤنا پہلو ہے اور جس میں بھارتی لیڈروں کیلئے ایک خطرناک انجام نہیں ہے۔

بھارت کشمیر میں ہی جنگ کا محاذ قائم رکھ کر لڑ سکتا تھا۔ لیکن مجاہدین کی پیش قدمی اور پاکستانی فضائیہ کے حملہ سے اسے اچھی طرح سمجھ میں آ گیا کہ وہ برابر نقصان اٹھا رہا ہے۔ اس نے کشمیری عوام میں بھارت کے خلاف پھیلی ہوئی نفرت کا اندازہ کیا اپنی فوجوں کی بد نظمی اور بوکھلاہٹ پر نظر ڈالی تو اسے یہی بہتر نظر آیا کہ وہ پاکستان کے خلاف محاذات کھولتا جائے۔ اسے یہ گمان تھا کہ پاکستان سے

بھارت کی فوجی طاقت پانچ گنا ہے اور پاکستان ہر محاذ پر نہیں لڑ سکے گا۔ یہ بھی ٹھیک ہے کہ اگر اہل کشمیر اگست میں جنگ آزادی کی ابتدا نہ کرتے تو پاکستان پر بھارتی حملہ کی صورت اور ہوتی یا پھر وہ کچھ اور وقت انتظار کرتا۔ بہر کیف حالات نے اسی طرح صورت اختیار کرنی تھی اور جو کچھ ہوا اسے آج کی نسل کا ہر بچہ جانتا ہے۔ اور یہ سب کچھ سوچے سمجھے منصوبوں کا کرشمہ ہے۔

موجودہ ذلت خواری کے بعد اب بھارتی سینا ایٹم بم بننے کی منتظر ہے۔ لیکن انشاء اللہ ہر فرعون کو موٹے اور ہر نمرود کو ابراہیمؑ ملنے ہی رہیں گے۔



# واقعات جنگ

روزنامہ .....  
 .....

# جنگ کے شبِ روز

ہر محاذ کی کم و بیش واقعاتی صورت کے بعد جنگ کے ایام کی خبروں پر ایک نظر ڈالنے سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ جو کچھ گزشتہ ابواب میں لکھا گیا ہے وہ کس قدر درست اور قابل اعتماد ہے۔ مگر بھارت پھر بھی "میں نہ مالوں" کی رٹ لگاتا رہا اور آکاش دانی سے فتح کے نعے بجاتا رہا ہے تو اس کی مرضی۔ نازی فاشنزم کی یہی تو پہچان ہے۔ اب برصغیر کے ٹہلروں کا جب انجام آئے گا۔ تو انہیں وہ زہر بھی نصیب نہ ہوگا۔ جو سکون کی موت دیتا ہے۔

دانِ شب و روز میں ۳۱ اگست سے پانچ ستمبر تک کی کشمیر کی جنگ آزادی کی خبریں بھی ہیں۔

# کشمیر

۳۱ اگست ۱۹۴۵ء

• درہ حاجی پیر میں بھارت اور آزاد کشمیر کی فوجوں میں گھسان کی جنگ ہوئی پیر سوہاوا پر قبضہ کرنے کی ناکام کوشش میں اڑھائی سو بھارتی ہلاک ہو گئے اور ان کی نعشوں کو ہیلی کاپٹر اٹھاتے رہے۔ اسی روز کشمیر میں اقوام متحدہ کے مقرر کے اعلیٰ لفٹیننٹ جنرل رابرٹ نمواقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل مسٹر اوتھان سے کشمیر کے بارے میں گفت و شنید کے بعد واپس سرنگر روانہ ہوئے۔

• اسی روز خواجہ شہاب الدین وزیر اطلاعات نے کراچی کے استقبالیہ میں کہا کہ پاکستان کشمیر کے حالات کا خاموش تماشا ٹی نہیں رہے گا۔

• پاکستان کے گوشے گوشے سے یہ صدا بلند ہوئی کہ پاکستانی رضا کاروں کو کشمیر جانے سے نہ روکا جائے۔ گوجرانوالہ، ڈسکہ، کورٹ رادھاکشن، حافظ آباد وار برٹن، سرگودھا، عارف والا، سانگلہ ہل، قائد آباد، ٹنڈو آدم خان، لاڑکانہ، چوڑیاں اور میانوالی کی مختلف کمیٹیوں نے رضا کاروں کی خدمات پیش کیں۔

یکم ستمبر ۱۹۴۵ء

• صدر پاکستان نے اپنی مالانہ نشری تقریر میں کشمیری مجاہدین کو خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ تاج کی ساری ذمہ داری بھارت پر ہوگی۔ اسی روز پاکستان اور آزاد کشمیر کی فوجوں نے ایک جوابی حملہ میں جموں میں چھب اور دیوا کی بھارتی

چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔ چھب سیکڑ میں بارہ سو بھارتی فوجی ہلاک ہوئے۔ تقریباً گیارہ گاؤں بھارتی تسلط سے آزاد کر لئے گئے۔ بھارتی فوج جنگ بندی لائن سے آٹھ میل پیچھے ہٹ گئے۔ سون مرگ کے نزدیک بھارت کی پوری پلٹن کا صفایا کر دیا گیا۔ پونچھ میں بھارتی افواج کی پیش قدمی روک دی گئی بھارت نے اپنی فضائیہ کو بھی مجاہدین کے خلاف استعمال کیا لیکن پاکستانی شہبازوں نے چار بھارتی طیاروں کو گرا لیا۔

وزیر اعظم شاستری نے کہا: ہم پاکستانی چیلنج کا مقابلہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جنرل چوہدری کشمیر کا دورہ کر کے واپس دہلی پہنچ گئے۔ انقلابی کونسل نے کشمیری مجاہدین کو صدائے کشمیر ریڈیو سے پیغام دیا کہ فیصلہ کن جنگ کی گھڑی آگئی ہے۔

۱۳ ستمبر ۱۹۴۵ء

صدر آزاد کشمیر نے کہا: اہل کشمیر اب دوبارہ وعدوں کے فریب میں نہیں آئیں گے۔ نیز جنگ بندی لائن پر بحالی امن سے قبضہ کشمیر حل نہیں ہوگا۔ اقوام متحدہ سے سیکرٹری جنرل نے پاکستان اور بھارت کو تیار سال کئے کہ دونوں ممالک کی افواج کے باہم تصادم سے ساری دنیا کا امن خطرے میں پڑ جائے گا۔ اس لئے وہ کشمیر میں جنگ بند کر دیں۔

• جنرل موسیٰ نے محاذ کے اگلے حصوں کا معائنہ کیا۔

• دہلی، سرینگر، ہوائی سروس بند ہو گئی پونچھ میں بھی بھارتی افواج کے سترہ فوجی ہلاک ہوئے۔

بھارتی وزیر دفاع مٹھراچوان نے پاکستان پر الزام لگایا کہ کشمیر میں جنگ کی صورت حال کو خطرناک بنانے کا ذمہ دار پاکستان ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو نے کہا۔

پاکستان کو کشمیر میں جنگ کو زیادہ خطرناک شکل میں پھیلانے کا ذمہ دار قرار دینا بعینہ بھڑیے کی اس کہانی کی طرح ہے جس نے نہرری کے بہاؤ کی پخلی طوف پانی پینے والے میمنے پر الزام لگا کر اس پر حملہ کر دیا تھا کہ وہ بھڑیے کے پینے والا پانی گدلا کر رہا ہے۔ کاش چوان کو کوئی سمجھا دیتا کہ پاکستان میمنہ نہیں ہے۔

• جنرل اندرا گاندھی بھارتی وزیر اطلاعات نے کہا کہ بھارت جنگ جاری رکھے گا۔ راب مسز اندرا گاندھی ہندوستان کی وزیر اعظم ہیں۔  
• جنرل نمودہلی ہیں گفت و شنید کے بعد سرنگر پہنچے۔

• سید ابوالاعلیٰ مودودی امیر جماعت اسلامی نے عالم اسلام کے ممتاز علماء مشکرین اور مدینہ ان جرائد سے اپیل کی کہ وہ جہاد کشمیر کو کامیاب بنانے میں مدد دیں۔  
• لفٹیننٹ جنرل اعظم خان نے کہا کہ اہل پاکستان ہر چیلنج سے عہدہ برآ ہونا جانتے ہیں۔ جہاد آزادی کشمیر میں حصہ لینا ہر پاکستانی کا مقدس فرض ہے۔  
• قومی اسمبلی کے سپیکر جناب عبدالجبار خان نے بیروت میں کہا کہ کشمیری عوام بھارت کے خلاف بغاوت پر مجبور ہو گئے ہیں۔

۳۱ ستمبر ۶۵ء

• بھمبر کے علاقہ میں بھارتی ٹھکانوں پر پاکستان کی فضائیہ نے زبردست حملہ کیا۔ پاکستانی افواج دریائے توی پار کر کے پانچ میل آگے بڑھ گئیں۔  
• مختلف سیاسی شخصیتوں نے کشمیر کے متعلق بیان دیئے۔

• بھارتی تسلط سے آزادی کی جدوجہد میں چینی عوام کشمیریوں کے حامی ہیں

(مارشل چن ڈی)

• مسئلہ کشمیر امن کے لئے زبردست خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ جنرل ادتھان  
• اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی سجاویر انتہائی مایوس کن اور مضحکہ خیز

اور یکطرفہ ہیں۔ رچوہدری غلام عباس)

• ہم کشمیریوں کو حتیٰ خود ارادیت دلا کر رہیں گے۔ کسی ملک کا دباؤ قبول نہیں کیا جائیگا

رچوہدری علی اکبر وزیر داخلہ امور کشمیر

• جنرل موسیٰ پھر چھب کے محاذ پر گئے اور بھارتی افواج سے چھینے ہوئے

ٹینکوں، توپوں اور دیگر اسلحہ کا معاوضہ کیا۔

۵ ستمبر ۱۹۶۵ء

پاکستانی فوجیں جوڑیاں پر قبضہ کرنے کے بعد کافی آگے نکل گئیں۔ پاک فضائیہ نے بھارتی لڑاکا طیاروں کو مارا بھگایا۔ دشمن کے ٹینکوں اور گاڑیوں پر زبردست بمباری کی گئی اور مجاہدین جنگ بندی لائن سے بیس میل آگے بڑھ گئے۔

• اس فتح پر جنرل موسیٰ نے جنرل آفیسر کمانڈنگ کو مبارکباد دی اور صدر

ایوب نے افواج کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

• مسٹر شاستری نے کہا پاکستان سے کشمیر کے مسئلہ پر کوئی بات چیت نہیں

کی جائے گی۔

• آل پارٹیز کشمیر کمیٹی کا اجلاس قائد کشمیر رچوہدری غلام عباس کی اقامت گاہ

پر دو مرتبہ بند کرے ہیں ہوا۔ صبح کا اجلاس دو گھنٹے تک اور شام کا اجلاس ایک

گھنٹے سے زائد رہا۔ دونوں اجلاسوں میں شرکت کرنے والوں میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

امیر جماعت اسلامی رچوہدری محمد علی صدر نظام اسلام پارٹی۔ سردار شوکت حیات

خان جنرل سیکرٹری کونسل مسلم لیگ، نوابزادہ نصر اللہ خان صدر عوامی لیگ سردار

ملک انور میاں امیر الدین ر مغربی پاکستان مسلم لیگ شامل تھے۔ باخبر حلقوں

کا کہنا ہے کہ کمیٹی نے چند قراردادیں منظور کیں جن میں سے ایک مجاہدین قند کے

بارے میں تھی اور دوسری میں کشمیر کے متعلق صدر ایوب کی پالیسی کی حمایت و

تائید کی گئی۔

• لاہور کے ایک عظیم اجتماع میں عوام کی طرف سے مطالبہ کیا گیا کہ اقوام متحدہ اپنی قراردادوں پر عمل کرے اور مسئلہ کشمیر حل کر لے۔

## پاک بھارت جنگ

ہندو سامراج کی روایتی نشان یہ ہے کہ وہ کبھی بہادرانہ کام نہیں کرتا اور نہ ہی سچ بولتا ہے۔ اس نے اپنی ذہنیت کا ایک اور ثبوت یہ دیا کہ کشمیر کی سر زمین میں مار کھانے کے بعد پاکستان کی بین الاقوامی سرحد پر بغیر کسی الٹی میٹم اور اعلان جنگ کے ایک لمبا پوڑا محاذ کھول دیا اور سر زمین پاک میں گھس آنے کی کوشش کی بلکہ بھارتی فضائیہ کے بزدل ہوا بازوں نے مسافر گاڑیوں اور شہری آبادی پر بمباری شروع کر دی۔ مملکت خدا داد پر شیخوں مارنے کی سوچی سمجھی سکیم کے مطابق مغربی پاکستان کی سرحدوں پر جٹر، واہگہ اور بیدیاں پر حملہ کر دیا۔ لیکن اس بے غیرتی کا بھارت کو جو خمیازہ بھگتنا پڑا اسے خبروں کی زبانی سنئے۔ ہر محاذ پر اسے ذلت اٹھانی پڑی۔

چھ ستمبر ۱۹۶۵ء

• پٹھان کوٹ کے ہوائی اڈہ پر پاک فضائیہ نے کامیاب حملہ کر کے ۲۲ طیاروں کو تباہ کر دیا۔  
• بھارت کے آٹھ سو فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ دس ٹینک اور ۳ گاڑیاں تباہ کر دی گئیں۔

• وزیر آباد میں مسافر گاڑی پر حملہ کرنے والے جہازوں کو پاک فضائیہ نے

مار گرایا۔

”بھارتی فوج کو کچل دیجئے“۔ جنرل موسے

• ”پاکستانی فضائیہ نے شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔“ ایئر وائس مارشل

لورخان۔

• سلامتی کونسل نے ہنگامی اجلاس بلا یا۔

• صدر پاکستان نے ملک میں ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا اور کہا کہ

پاکستان کے خلاف جس فتنہ نے سر اٹھایا ہے، انشاء اللہ اسے کچل دیا جائے گا۔

• پاکستان پر اس حملہ سے مجاہدین نے اپنی سرگرمیاں نہیں چھوڑیں پاکستان

براہر کشمیر می بھائیوں کی امداد کرتا رہا۔ انقلابی کونسل کے ایک ترجمان نے کہا۔ کہ

آزاد فوج نے جوڑیاں کے علاقہ میں بھارتی فوج کے ۳۵ افراد حراست میں لئے

ان جنگی قیدیوں میں بھارتی فوج کے دو اعلیٰ انسراور دو جوئیئر کمیٹنڈ آفیسر شامل

تھے۔ ترجمان نے کہا کہ آزاد فوج نے بھارتی تعداد میں اسلحہ اور ساز و سامان پر

بھی قبضہ کیا تھا جس میں ۲۵ پونڈ وزنی گولے پھینکنے والی چھ توپیں اور بہت سے

ٹینک شامل تھے۔

• جوہنی ہندو سامراج کے مکروہ چہرے سے نقاب اٹا گیا تو اطراف عالم

بھارت پر تین حرف بھیجے جانے لگے۔ پاکستان کی حمایت میں پرامن دوست

اور انصاف پرست ممالک نے بیان دیئے۔

• حکارتہ میں، بھارتی جارحیت کے خلاف ہزاروں انڈونیشی نوجوانوں

نے مظاہرہ کیا۔

• برطانوی وزیر اعظم مٹھیر لڈوسن نے کہا۔ کشمیر کی جنگ عالمی امن



تباہ کر سکتی ہے۔"

ملک میں جملہ سیاسی پارٹیوں نے اپنے اختلافات ختم کر کے صدر ایوب کے  
ہاتھ مضبوط کرنے کا فیصلہ کیا۔

۶ ستمبر ۶۵

مغربی پاکستان کے محاذوں پر لڑائی جاری رہی۔ اہم خبریں یہ تھیں۔  
• پاکستانی فضائیہ نے دشمن کے مزید ۲۱ طیارے تباہ کر دیئے۔  
• پٹھان کوٹ، آدم پور، ہواڑہ، جام نگر اور سرینگر کے ہوائی اڈوں پر پاکستان  
فضائیہ نے کامیاب حملے کئے۔

• "دشمن کے منصوبے خاک میں ملا دیئے گئے"۔ گورنر مغربی پاکستان۔  
• "فضائیہ کے کارناموں نے قوم کا وصلہ بڑھا دیا ہے"۔ صدر ایوب  
• واہگہ سے دس میل شمال میں بکتر بند بھارتی بریگیڈ کے حملہ کو منہ توڑ  
جواب دیا گیا۔ قصور کے علاقہ کھیم کرن میں بھارتی جارحیت کو روک کر ایک  
میجر کو قیدی بنا لیا گیا۔

• ہم پاکستان کے ساتھ ہیں۔ صدر سوئیڈن نوآف انڈونیشیا۔

• چین نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کر دیا۔

• پاکستانی بحری بیڑے کو دشمن کے خلاف کارروائی کا حکم دے  
دیا گیا۔

• پاکستانی ترجمان نے مشرقی پاکستان کے سکھوں کو یقین دلایا کہ انکے

مقدس مقامات کا پوری طرح احترام کیا جائے گا۔

• سلامتی کونسل میں مسٹر امجد علی نے کہا کہ پاکستان ایک اپنا زمین سے

دست بردار نہیں ہوگا۔

۱۸ ستمبر ۶۵ء

پاکستان کے بحری بیڑے نے دوار کا کاراڈون نظام اور ساحلی توپ خانہ تباہ کر دیا نیوی نے بھارتی فضائیہ کے تین جہاز بھی مار گرائے۔

• بھارت نے حیدرآباد اور سیالکوٹ میں نئے محاذ کھولنے کی ناکام کوششیں کیں۔ سیالکوٹ کے ہسپتال اور عدالتوں پر گولہ باری کی گئی۔  
• دشمن کے پچیس ٹینک تباہ اور پانچ توپوں پر قبضہ کر لیا گیا۔

• بھارت نے چنیوٹ، سانگلہ ہل، چک جھمرہ اور وزیرآباد کے علاقوں میں چھاتہ سپاہی اٹارے۔ لیکن عوام کی مستعدی نے ان کے ارادوں کو ناکام بنا دیا اور وہ کوئی تخریبی کارروائی نہ کر سکے۔

• سیکرٹری جنرل اوتھان برصغیر کے لئے نیویارک سے روانہ ہو گئے۔  
• مٹرولسن وزیراعظم برطانیہ نے پاکستان سے جنگ کو وسیع تر کرنے میں بھارت کو مورد الزام ٹھہرایا۔ اس پر بھارت نے برطانیہ سے احتجاج کیا۔  
• حکومت چین نے بھارت کو کہا کہ وہ سکم کی سرحد پر فوجی چوکیاں فوراً ختم کر دے۔

• پنی آئی لے کی پروازیں جو سات ستمبر کو عارضی طور پر معطل کر دی گئی تھیں۔ دوبارہ شروع کر دی گئیں۔

• جنگ برصغیر کو تباہ کر دے گی۔ ڈین رسک وزیر خارجہ امریکہ نے کہا۔  
• حکومت ایران نے بھی پاکستان کی حمایت کا اعلان کر دیا۔

• پاکستان عوامی لیگ کے صدر نوابزادہ نصر اللہ خان نے ایک بیان میں

کہا کہ اسلامیان لاہور بھارتی جارحیت پسندوں کو نیست و نابود کر دیں گے۔

۹ ستمبر ۲۰۰۵

• جسٹس واہگہ اور قصور کے علاقوں سے بھارتی فوجوں کو سرحد پار دھکیل دیا گیا  
• سیالکوٹ کے علاقہ میں دشمن پر تباہ کن توڑ تھوڑ حملوں میں مزید تینتیس ٹینک تباہ  
اور گولہ بارود سے بھری ہوئی پانچ گاڑیوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ لاہور، کراچی، سرگودھا  
اور پشاور پر بھارتی فضائیہ کے حملے ناکام بنا دیئے گئے۔

• بھارت میں تمام پاکستانی باشندوں کو گرفتار کر لینے کا حکم دے دیا گیا۔

• پاکستان پر حملہ کے نتائج کی ذمہ داری بھارت پر ہوگی۔ چو این لائی۔

• لاہور ٹالین گراڈ ثابت ہوگا۔ مسعود صادق وزیر خزانہ نے کہا۔

• ”سنت فتح سنگم آج مرن بورت رکھ رہے ہیں۔“ (اپ پ)

• الجزائر اور برازیل نے پاکستانی موقف کی حمایت کی۔

• ترکیہ بھارت کی جارحیت روکنے کے لئے تمام ذرائع کام میں لائے گا۔

رادگیلو اور الونو

۱۰ ستمبر ۲۰۰۵

• صدر نے قومی دفاعی فنڈ قائم کیا۔

• قصور، فیروز پور، محاذ پر دشمن کی فوج پسپا ہو گئی۔

• ماور ملت نے فرزند ان توجید کو دشمن کو عبرت ناک شکست دینے کا

پیغام دیا۔

• صدر مملکت نے پاکستانی فضائیہ کے چودہ افسروں کو دشمن پر کاری

ضربیں لگانے پر اعزازات دیئے۔ گروپ کیپٹن ظفر مسعود کو ہلال جرات دیا گیا۔

• پاکستان ہوائی فوج کے کمانڈر انچیف ظفر مسعود کو ایئر مارشل بنا دیا گیا۔  
• پاکستانی افواج نے واہگہ کے علاقہ میں بھارت کی متعدد چوکیوں پر قبضہ

کر لیا۔

• سیالکوٹ کی شہری آبادی پر ہزار پونڈ کا بم گرا کر بھارت نے اپنی رذالت کا ثبوت دیا۔

اگست ۱۹۶۵ء

• کھیم کرن پر قبضہ کرنے کے بعد پاکستانی افواج بھارتی علاقہ میں آگے بڑھ

گئیں۔

• ترکی نے جنگی ساز و سامان پاکستان بھیجنا شروع کر دیا۔

• بھارت کے تمام بگ طیارے تباہ کر دیئے گئے۔

• قیام امن کے لئے پاکستان نے تین نکاتی منصوبہ پیش کیا جو یہ ہے۔

۱۔ اقوام متحدہ کی نگرانی میں ریاست جموں و کشمیر سے پاکستان اور بھارت اپنی

اپنی فوجیں واپس بلا لیں۔

۲۔ ریاست میں قیام امن کی ذمہ داری اقوام متحدہ کی فوج کو سونپ دی

جائے جس میں افریشیائی ملکوں کے دستے شامل ہوں۔

۳۔ تین ماہ کے اندر اندر اقوام متحدہ کی ۵ جنوری ۱۹۶۵ء کی قرارداد کی روشنی

میں رائے شماری کرائی جائے۔

• روسی وزیر اعظم مٹر کو سچن نے بھارت اور پاکستان سے جنگ بندی کی

اپیل کی۔

• مٹر اور تھان نے کہا کہ ان کا مشن ناکام نہیں رہا۔

• سنت فتح سنگھ کے خلاف مرن برت التوا میں ڈالنے پر زبردست مظاہرے ہوئے وہ پنجابی صوبہ کے لئے مرن برت رکھ رہے تھے۔  
• دفاعی فنڈ میں لاکھوں روپے ایک ہی دن میں جمع ہو گئے۔

۱۲ ستمبر ۱۹۴۵ء

• سیالکوٹ سیکٹر میں پچاس ہزار بھارتی فوج کا حملہ ناکام بنا دیا گیا۔ دشمن کے ۴۵ ٹینک اور ۲۳ گاڑیاں مع دوسرے جنگی سامان کے تباہ کر دی گئیں۔

• صدر ایوب سے مولانا مودودی نے ملاقات کی۔

• سندھ راجستھان میں بھارتی فوج کو شکست فاش دی گئی۔

• ہزاروں قبائلی جہاد کے لئے مختلف محاذوں پر پہنچ گئے۔

• انڈونیشیا کے اخبارات نے کہا کہ امریکہ اور اقوام متحدہ بھارت کی

حمایت کر رہے ہیں۔

• حکیم کرن کے علاقہ میں لیٹینٹ کرنل اننت سنگھ، سات دوسرے

آفیسرز اور ساڑھے تین سو سکھ فوجیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

۱۳ ستمبر ۱۹۴۵ء

• پاک فضا بیہ نے پٹھانکوٹ، امرتسر، آدم پور، ہلواڈ، جوڈھ پور اور

جام نگر کے ہوئی اڑوں پر بمباری کر کے دشمن کو سخت نقصان پہنچایا۔

• سیالکوٹ کے محاذ پر دشمن کی ایک ڈویژن فوج کا خاتمہ کر دیا گیا۔

• سیالکوٹ کی جنگ کو دوسری جنگ عظیم کے بعد ٹینکوں کی سرب سے

خونناک جنگ قرار دیا گیا۔ دنیا کے اخبارات نے اس میدان جنگ کو بھارتی

طینکوں کے قبرستان کا نام دیا۔  
 • گڈارڈ کے علاقہ میں پاکستانی فوج نے مناباڈ ریلوے سٹیشن پر قبضہ کر لیا  
 • بھارت نے طیاروں کے لئے امریکہ سے درخواست کی۔

۱۴ ستمبر ۱۹۶۵ء

• لاہور سکیٹر میں مقبول پور پر دشمن کے تین حملے روک دیئے گئے۔ سیالکوٹ  
 کے محاذ پر بھارتی فوج آگے بڑھنے کی کوشش نہ کر سکی، قصور، بیدیاں سیکٹر پر  
 بھارتی فوجیوں کی نعشیں ٹھکانے لگانے کے لئے بے شمار مزدور بھرتی کرنے  
 پڑے۔

• لاہور محاذ پر ایک بھارتی جرنیل کی ڈاڑھی ملی جس سے پتہ چلا کہ تنازعہ ان کچھ  
 پرندگرات صلح کے دوران بھارت مغربی پاکستان پر حملہ کی تیاری کر رہا تھا۔  
 "ضرورت پڑی تو ہم ہزار سال تک بھی جنگ لڑتے رہیں گے" وزیر خارجہ بھٹو  
 • "تمام اسلامی ممالک کو پاکستان کی حمایت کرنی چاہیے" صدر سوکارنو  
 • ایران کے وزیر اعظم اور ترکیہ کے وزیر خارجہ پاکستان پہنچے تاکہ وہ  
 پاکستان کو دی جانے والی امداد کے متعلق بات چیت کر سکیں۔  
 • جب تک کشمیر میں رائے شماری نہیں ہوگی جدو بہد آزادی جاری  
 رہے گی۔ سردار محمد ابراہیم۔

• قومی دفاعی فنڈ میں برابر عطیات موصول ہو رہے ہیں "راپ پ  
 • سابق صدر سکندر مرزانے لندن میں کہا کہ کشمیر میں استنصواب نہ ہوا تو  
 یہ جنگ عالم گیر جنگ کی صورت اختیار کر سکتی ہے۔

۱۵ ستمبر ۱۹۴۵ء

• جنگ فوراً بند نہیں ہو سکی لیکن جنگ بندی کی کوششیں جاری رہیں گی!

(راوتھان)

• صدر ایوب نے افواجِ پاکستان کو ان کی اٹانڈرز کا میا پیوں پر مبارکباد دی۔

• سندھ راجستھان سکیٹر میں پاکستانی افواج کی پیش قدمی جاری رہی۔

• اویسوں نے دشمن کے خلاف قلمی محاذ منسبوت بنانے کے لئے اپنی خدمات

حکومت کے سپرد کر دیں۔

• قومی دفاعی فنڈ میں برمنگھم میں مقیم سکھوں نے بھی عطیات دیئے۔

۱۶ ستمبر ۱۹۴۵ء

• آج تک بھارت کے تین سو ستاسی ٹینک اور پچانوے طیارے

تباہ کئے جا چکے تھے۔ دس روز کی جنگ میں بھارت کے چھ ہزار آٹھ سو نو اسی فوجی ہلاک ہوئے۔

• سرگودھا اور پشاور کے نواحی دیہات میں بمباری سے ۳۱ افراد جاں بحق

ہوئے۔

• بھارت کو چین نے الٹی میٹم دیا کہ وہ سکم کی سرحد پر سے اپنے تمام فوجی

ٹھکانے تین روز میں ختم کرے۔

• پاکستان کی فتح کے لئے مدینہ منورہ میں اورنگ مکرہ میں دعائیں مانگی گئیں۔

• راجوڑی کے علاقہ پر مجاہدین کا مکمل کنٹرول ہو گیا۔

• تاجروں نے فیصلہ کیا کہ وہ تھیموں کو بڑھنے نہیں دیں گے۔

۱۷ ستمبر ۱۹۶۵ء

• جنگ کی تازہ صورت حال یہ تھی کہ پاکستانی فوج آج بھارت کے تقریباً پانچ سو مربع میل رقبہ پر قابض تھی جس کی تفصیل اس طرح تھی۔

۱۔ چھب جوڑیاں سیکٹر ۲۰۰ م میل

۲۔ کھیم کرن سیکٹر ۸۰ م میل

۳۔ راجستھان سیکٹر ۲۰۰ م میل

۴۔ دیگر علاقے ۲۰ م میل

• حفاظتی کونسل نے سیکرٹری جنرل اوتھان سے سفارش کی کہ پاکستان ارد بھارت کو فوراً جنگ بند کرنے کا حکم دیا جائے کسی تیسرے ملک میں ایوب شاستری ملاقات کا انتظام کیا جائے۔

• وزیر اعظم شاستری نے کہا کہ اگر سپین نے حملہ کیا تو بھارت ڈوٹ کر مقابلہ کرے گا۔

• سپین نے جو الٹی میٹم بھارت کو دیا تھا۔ امریکی حکومت نے اس پر تشریح کا گہرا اظہار کیا۔

• لاہور کی مساجد میں پاکستانی فوجوں کے لئے کامیابی کی دعائیں مانگی گئیں

۱۸ ستمبر ۱۹۶۵ء

• ترکیہ کی تمام سیاسی پارٹیوں نے کہا کہ پاکستان پر بارہا نہ حملہ ہوا ہے کشمیر پر پاکستان کا سو فیصد حق ہے۔

• سلامتی کونسل میں پاکستانی مندوب ایس۔ ایم۔ ظفر نے بھارت کے



اس الزام کی تردید کی کہ پاکستان اور چین میں کوئی ساز باز ہے۔

• تباہ ہونے والے بھارتی طیاروں کی طیاروں کی تعداد ۱۰۴۰ تک پہنچ گئی۔  
• اٹاری اور حکیم کرن کے محاذوں پر دشمن کے تمام حملے پسپا کر دیئے گئے۔

۱۹ ستمبر ۱۹۶۵ء

• سلامتی کونسل میں فرانس، ہالینڈ اور اردن نے مسئلہ کشمیر کے مستقل حل کا مطالبہ کیا۔

• چین نے الٹی میٹم کی میعاد میں بھارت کی عرضداشت پر بدھ تک تزییح کر دی۔

• روسی وزیر اعظم کوسجن نے پاکستان بھارت میں باہمی تصفیہ کرانے کی پیش کش کی اور یہ پیش کش تاشقند کے معاہدہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔  
• پاک فضائیہ کے ڈپٹی چیف آف ایئر سٹاف مکوڈور ایم خالد کو وائس ایئر مارشل کا عہدہ دیا گیا۔

• جنگ بندی کے سلسلے میں سلامتی کونسل کے ممبر تین گھنٹوں کے مشوروں کے باوجود کوئی فارمولہ تیار نہ کر سکے۔

• فلپائن نے جنگ بندی سے متعلق پاکستان کے موقف کی حمایت کر دی۔

۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء

• وزیر خارجہ مٹرز ڈالوفکار علی بھٹو فوری طور پر اقوام متحدہ روانہ ہو گئے۔

• بھارت نے پے درپے شکستوں کے بعد جنگ بندی کی دہائی دینا

شروع کر دی۔

• سیالکوٹ جموں محاذ پر پاکستانی فوجیں بھارتی علاقے میں داخل ہو کر دشمن پر دباؤ ڈال رہی تھیں۔

• برطانوی وزیر اعظم نے ٹیلی ویژن پر انٹرویو میں کہا کہ برطانیہ نے بھارت اور پاکستان کو اسلحہ کی فراہمی بند کر دی ہے۔

۱۲ ستمبر ۱۹۶۵ء

• غیر معمولی بہادری کا مظاہرہ کرنے پر بری فوج کے تین افسروں کو ہلال جرات انیس کوارٹر جرات اور بیس کو تمغہ جرات دیا گیا۔

ہلال جرات: میجر جنرل ابراہیم حسین، بریگیڈیئر ملک عبدالعلی، بریگیڈیئر امجد

علی خان چوہدری۔

ستارہ جرات: لیفٹیننٹ کرنل نثار احمد خان آرمڈ کور لیفٹیننٹ کرنل

محمد شیر آرمڈ کور لیفٹیننٹ کرنل عبدالرحمن (شہید) آرٹلری لیفٹیننٹ کرنل محمد حنیف،

پنجاب رجمنٹ میجر شاہ بہرام خٹک آرمڈ کور، میجر رضا خان آرمڈ کور میجر ضیاء الدین

احمد عباسی (شہید) آرمڈ کور، میجر ڈیوڈ تھیل حسین خاں آرٹلری، میجر ولاد حسین بٹ

آرٹلری میجر شاہ نواز (شہید) بلوچ رجمنٹ کیپٹن عبدالجلیل (شہید) پنجاب رجمنٹ

لیفٹیننٹ حسین شاہ (شہید) آرمڈ کور، رسالدار ریاض الحسن آرمڈ کور صوبیدار

نثار علی خان اے کے، صوبیدار محمد شریف اے کے نائیب رسالدار، شمشاد،

(شہید) آرمڈ کور، نائیب رسالدار محمد خالق (شہید) آرمڈ کور، نائیب رسالدار

عبدالحق آرمڈ کور، لیفٹیننٹ کرنل محمد صدیق خان بلوچ رجمنٹ۔

تمغہ جرات:۔ گنر حوالدار خلاص خان آرٹلری، گنر حوالدار اکبر خان

آرٹھری حوالدار سکندر خان شہید پنجاب رجمنٹ لانس و فعدار غضنفر خان آرمڈ  
 کور لانس و فعدار عطا محمد آرمڈ کور، لانس و فعدار محمد اسلم آرمڈ کور۔ نائیک محمد  
 نذیر شہید بلوچ رجمنٹ، نائیک محمد اکبر فرنیٹر فورس، ایکٹنگ لانس سلیم اختر  
 (شہید) آرمڈ کور ایکٹنگ لانس و فعدار نذیر احمد (شہید آرمڈ کور) لانس نائیک گل  
 حسن (شہید) پنجاب رجمنٹ لانس نائیک اصغر علی فرنیٹر فورس، سوار غلام  
 جیلانی آرمڈ کور، سوار محمد کریم (شہید) آرمڈ کور۔ سپاہی قدا حسین (شہید) پنجاب  
 رجمنٹ، سپاہی محمد یونس (شہید) فرنیٹر فورس، سپاہی سردار حسین (شہید)  
 فرنیٹر فورس! سپاہی محمد حسین فرنیٹر فورس۔

• وزیر خارجہ نیویارک پہنچ گئے۔

• مسٹر ادھقان نے جنرل اسمبلی میں سالانہ رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا۔  
 "کشمیر کا مسئلہ حل نہ کرنا خطرناک ہوگا۔"

• صدر مملکت نے سکویڈرن لیڈر نجیب احمد کو ستارہ جرات عطا کیا  
 • جنگ بندی کے سوال پر امریکہ اور برطانیہ ہم خیال ہیں۔

• قومی دفاع کے سلسلے میں میاں مشتاق احمد کرمانی اور ان کے خاندان نے

۲۳ مربع زر خیز ارضی دی۔

• سلامتی کونسل نے بدھ تک جنگ بند کرنے کا حکم دے دیا۔ قرارداد کا  
 مکمل متن حسب ذیل ہے۔

سلامتی کونسل نے بھارت اور پاکستان کی حکومت کے ساتھ بات چیت  
 سے متعلق سیکرٹری جنرل کی رپورٹ پر غور و خوض کیا ہے۔ اور وہ سلامتی کونسل کی  
 اور ۲۴ ستمبر کی قراردادوں کے مقاصد کے حصول کے سلسلہ میں سیکرٹری جنرل کی  
 انتھک کوششوں کی تعریف کرتی ہے۔ کونسل نے پاکستان اور بھارت کے

نمائندوں کے بیانات کی سماعت کی اور ان کے بیانات میں تضاد کو محسوس کرتے ہوئے فریقین سے اپیل کرتی ہے کہ وہ جنگ بند کر دیں جیسا کہ سیکرٹری جنرل کی رپورٹ میں کہا گیا ہے۔ سلامتی کونسل اس بات پر افسوس کا اظہار کرتی ہے کہ فریقین نے جنگ بندی سے متعلق کوئی کارروائی نہیں کی ہے۔

سلامتی کونسل اس بات سے پوری طرح متفق ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان کشمیر اور دوسرے متعلقہ امور کے بارے میں موجودہ تنازعات کے پرامن تصفیہ کے لئے پہلا قدم یہ ہونا چاہیے کہ جارحانہ کارروائیاں فوری طور پر بند کر دی جائیں۔ سلامتی کونسل مطالبہ کرتی ہے کہ بدھ، ۲۲ ستمبر ۱۹۶۵ء کو گرین وچ ٹائم کے مطابق، بجبرہ منٹ مغربی پاکستان کے وقت کے مطابق بارہ بجے دوپہر) جنگ بند کر دی جائے اور دونوں حکومتوں سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اس وقت جنگ بندی کے احکام جاری کریں اور اپنی فوجوں کو ان جگہوں پر واپس بلا لیں جہاں وہ ۵ اگست ۱۹۶۵ء سے قبل تھیں۔

۲۔ سلامتی کونسل سیکرٹری جنرل سے استدعا کرتی ہے کہ وہ جنگ بندی اور فوجوں کی واپسی کے سلسلے میں ضروری انتظامات کریں۔

۳۔ سلامتی کونسل تمام ممالک سے اپیل کرتی ہے کہ وہ کوئی ایسا اقدام نہ کریں جس سے اس علاقہ میں صورت حال بگڑنے کا امکان ہو۔

۴۔ سلامتی کونسل فیصلہ کرتی ہے کہ جوہنی ۴ ستمبر ۱۹۶۵ء کی قرارداد پر عمل ہو جائے وہ دونوں ملکوں کے سیاسی مسائل کے حل پر غور کرے گی جن کی بنا پر موجودہ جھگڑا چل رہا ہے۔ اس اثنا دونوں حکومتوں سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ تمام پرامن ذرائع اختیار کریں اور اقوام متحدہ کے چارٹر کے آرٹیکل ۳۲ پر عملدرآمد کریں۔

۵۔ سلامتی کونسل سیکرٹری جنرل سے استدعا کرتی ہے کہ وہ اس قرارداد پر عمل درآمد اور پرامن تصفیہ کے لئے دونوں ملکوں کو مدد دیں اور تمام کاروائیوں سے متعلق سلامتی کونسل میں رپورٹ پیش کریں۔

• کشمیر کی انقلابی کونسل نے کہا کہ مقبوضہ کشمیر میں جنگ آزادی جاری ہے گی۔ انقلابی کونسل سلامتی کونسل کی قرارداد کی پابند نہیں۔

• صدر مملکت نے ملک بھر کی سیاسی تنظیموں کے سربراہوں سے راولپنڈی میں ملاقات کی اور مشرقی پاکستان میں صدر ایوب کی طرف سے گورنر عبدالمنعم خان نے سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں سے بات چیت کی۔

• راولپنڈی کے مذاکرات میں جو رہنما شریک ہوئے ان کے نام یہ ہیں نظام اسلام پارٹی کے سربراہ چوہدری محمد علی امیر جماعت اسلامی پاکستان مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مغربی پاکستان اسمبلی میں قائد حزب اختلاف خواجہ محمد صفدر کونسل مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری سردار شوکت حیات، ممتاز کشمیری رہنما چوہدری غلام عباس اور نیشنل عوامی پارٹی کے میاں عارف افتخار۔

• مشرقی پاکستان میں گورنر عبدالمنعم خاں سے ملاقات میں شریک ہونے والے رہنما مندرجہ ذیل تھے۔

قومی اسمبلی میں اپوزیشن کے قائد مسٹر نور اللہ امین، عوامی لیگ کے شیخ مجیب الرحمن اور مولانا عبدالرشید ترکہ بگیش، قومی جمہوری محاذ کے مسٹر عطاء الرحمن مسٹر یوسف علی چوہدری، مسٹر شوکت علی اور مسٹر محمود علی ایم این اے، جماعت اسلامی کے پروفیسر غلام اعظم کونسل مسلم لیگ کے خواجہ خیر الدین اور مشرقی پاکستان اسمبلی میں آزاد گروپ کے رہنما مسٹر سعید الزمان خاں۔

۲۲ ستمبر ۱۹۶۵ء

• بھارت نے جنگ بندی کے لئے مزید ۱۵ گھنٹے کی مہلت مانگی۔ اس طرح

جنگ ۳ بجے صبح مورخہ ۲۳ ستمبر کو بند ہو گئی۔

• آج بھارتی ہوا باز فلائٹ لیفٹیننٹ سی کری آپا کو گرفتار کیا گیا جو بھارت

کے سابق کمانڈر انچیف جنرل سی کری آپا کا بیٹا ہے۔

• نیویارک پہنچنے پر مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے سلامتی کونسل کے ہنگامی اجلاس

سے خطاب کیا اور کہا کہ پاکستان قیام امن کی خاطر جنگ بند کر رہا ہے۔ اگر کشمیر کا مسئلہ

حل نہ کیا گیا تو پاکستان اقوام متحدہ سے الگ ہو جائے گا۔ یہ اقوام متحدہ کے لئے

آخری موقع ہے کہ وہ مسئلہ کشمیر کو حل کرے۔

• ریڈیو پر تقریر کرتے ہوئے صدر ایوب نے قوم کو بتایا کہ امنوں نے سلامتی کونسل

کی قرارداد پر عمل کرتے ہوئے دنیا میں امن قائم رکھنے کی خاطر افواج پاکستان کو

فائر بندی کا حکم دے دیا ہے۔ اور نتیجتاً ۲۳ ستمبر کو صبح سب بجے جنگ عارضی طور

پر بند ہو جائے گی۔ لیکن فوجیں اپنے مورچوں پر ڈٹی رہیں گی۔

۲۳ ستمبر ۱۹۶۵ء

• صدر محمد ایوب خان کے حکم کے مطابق پاکستانی فوجوں نے تمام محاذوں

پر فائرنگ بند کر دی، لیکن افواج اپنے اپنے مورچوں پر ڈٹی رہیں۔

• فائر بندی سے تھوڑی دیر پہلے پاکستان کے بحری یونٹ پر بھارتی بحریہ

نے حملہ کیا لیکن اس کا اپنا جنگی جہاز ڈوب دیا گیا۔

• کھیم کرن اور واہگہ اٹاری علاقوں میں دشمن نے آخری وقت پر جو حملے کئے۔

ان کو کامیابی سے روک دیا گیا۔

• جنرل موسیٰ نے کہا کہ فوجی، سیاسی اور اخلاقی لحاظ سے پاکستان کو فتح حاصل ہوتی ہے۔

---

# مجازات جنگ





کشمیر سکیٹر کا محاذ ہی دراصل وہ محاذ تھا جو بھارتی سامراج کی شکست کا مظہر بن کر مقبوضہ کشمیر کے اندر پھیلتا جا رہا تھا یہ محاذ آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کی حد متارہ جنگ کے ساتھ ساتھ تھا۔ بھارتی سامراج نے جب حد متارہ جنگ کو عبور کر کے ٹیٹوال اور درہ حاجی پیر میں اپنی جارحیت شروع کی تو کشمیر کی انقلابی کونسل نے لغزہ حق بلند کرتے ہوئے اعلان جہاد کر دیا۔ مجاہدین بغیر کسی بیرونی امداد کے لڑتے رہے۔ معمولی ہتھیار بند حریت پسندوں کو چھب کے علاقے میں جب بھارتی افواج نے ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں اور ہوائی جہازوں سے کچلنا شروع کر دیا تو پاکستان کشمیری مسلمانوں پر ظلم و ستم برداشت نہ کر سکا۔ پاک فضائیہ نے مجاہدین اور آزاد کشمیر کی افواج کی مدد کی اور مجاہدین پاک جھکنے میں جوڑیاں پہنچ گئے۔

بھارت کو تو یہی سخت ناپسند تھا کہ آخر پاکستان کشمیر لوں کے حق خود ارادیت کی حمایت کیوں کرتا ہے۔ اس نے بن کچھ کے جانبازوں کے کارناموں کو یکسر بھول کر ہتھیار کو لاہور کی سرحد پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ کو جب کامیابی کے ساتھ روک دیا گیا تو افواج پاکستان کی توجہ ہٹانے کے لئے بھارت نے سیالکوٹ کی سرحد پر ایک بھرپور حملہ کیا۔ جس کی ناکامی پر بھارت بوکھلا اٹھا اور اس نے اپنی طاقت آزمائی کے لئے راجستھان میں بھی ایک اور محاذ کھول دیا۔

بھارت کی بھرپور اور فضائیہ نے بھی بھارت کی اس جارحیت کا ساتھ

بے اصول مکاری اور عیاری کی جنگ لڑ کر دیا۔ لیکن قدرت کاملہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وائے حسرت کہ بھارت کے اٹھارہ سال کے خواب بھول کا دھواں بن کر اڑ گئے اور پاک بھارت سرحد بھارتی فوجوں کے لئے عبرت کا مرقع بن گئی۔

بھارت نے کشمیر سیکٹر میں ٹیڑھوں سے لے کر راجستھان سیکٹر میں خامستر تک لمبا محاذ کھولا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ رن کچھ تک محاذ پھیلانا چاہا لیکن رن کچھ کے گدھوں کی طرح وہ ہر محاذ سے اڑ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر دین محمد کے سپاہیوں کو یہ ثابت کرنے کا موقع دیا کہ ایک مسلمان دس کافروں پر بھاری ہوتا ہے۔

اتنے لمبے چوڑے محاذوں پر جواہم مقامات آتے ہیں۔ ان کی فہرست تو کافی لمبی ہے۔ لیکن کچھ غیر اہم مقامات کو بھی جنگ نے اتنا مشہور اور اہم بنا دیا ہے۔ کہ ان کا ذکر آئندہ صفحات میں جا سجا آیا ہے۔ لیکن کچھ مقامات ایسے بھی ہیں جن کا محل وقوع سرحد سے کافی اندر ہے اور بھارتی دستِ استبداد نے وہاں تک پہنچنے کی بھی کوشش کی ہے۔ ایسے مقامات کا ذکر علیحدہ باب میں کیا گیا ہے۔

# جنگ مقبوضات کی تفصیل

سرکاری طور پر شائع شدہ اعداد کے مطابق فائر بندی کے وقت پاکستان کے قبضہ میں ۱۶۱ مربع میل رقبہ تھا۔ جب کہ بھارت کے قبضہ میں ۴۴۴ مربع میل کا علاقہ تھا۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

• پاکستان کے قبضہ میں

کشمیر سیکٹر \_\_\_\_\_ اکھنور ۳۴۰ مربع میل

سیالکوٹ لاہور سیکٹر \_\_\_\_\_ سیالکوٹ لاہور ایک مربع میل

\_\_\_\_\_ کھیم کرن ۳۶ مربع میل

\_\_\_\_\_ سلیمانچی فاضلکا ۴۰ مربع میل

راجستھان سیکٹر \_\_\_\_\_ راجستھان میر پور خاص ۱۲۰۰ مربع میل

• بھارت کے قبضہ میں

کشمیر سیکٹر \_\_\_\_\_ کرگل ۱۰ مربع میل

\_\_\_\_\_ ٹیٹوال ۲ مربع میل

\_\_\_\_\_ اوڈی پونچھ ۱۰۰ مربع میل

سیالکوٹ لاہور سیکٹر \_\_\_\_\_ سیالکوٹ ۱۰۰ مربع میل

\_\_\_\_\_ سیالکوٹ لاہور ۴۰ مربع میل

راجستھان \_\_\_\_\_ راجستھان میر پور خاص ۲۴۴ مربع میل

# کشمیر کی طرح

..... • طیبوال۔ کرگل

..... • درہ حاجی پیر

..... • راجوری

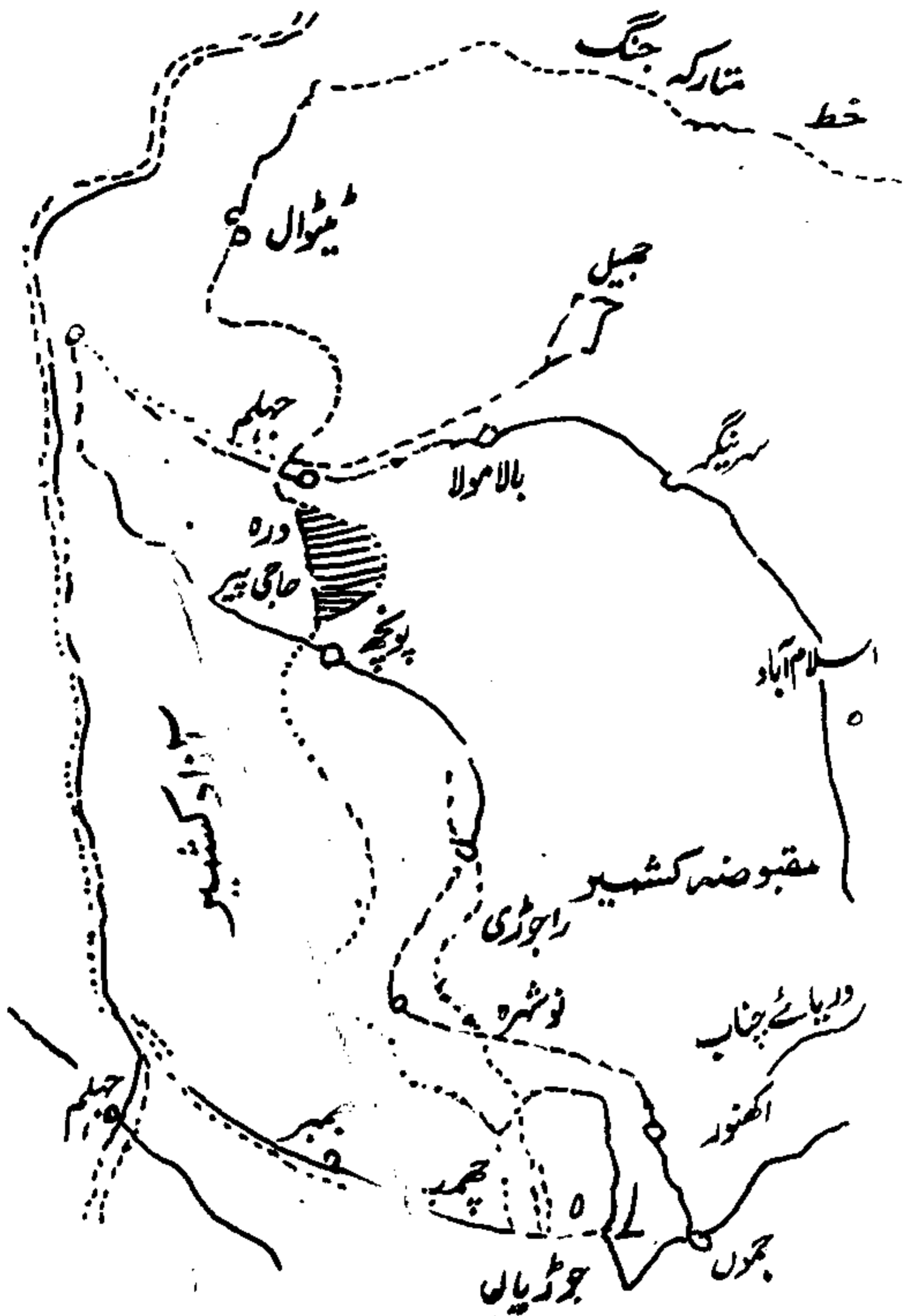
..... • نوشیہ

..... • اکنور

..... • چمب

..... • جوڑیاں

# نقشہ سیکٹر



## معرکہ چھمب

چھمب کے محاذ کو بھی کبھی کبھی چھمب سیکر کہا گیا ہے۔ لیکن فی الحقیقت چھمب کا محاذ کشمیر سیکر ایک ایسا محاذ ہے جس سے بہت سے واقعات وابستہ ہیں۔ ٹیٹوال اور درہ حاجی پیر سے ہندوستانی سینا کی جو یلغار اٹھی تھی وہ یہیں پہنچ کر دم توڑ گئی۔ اس محاذ پر ہماری افواج اور مجاہدین کی کارکردگی ان کی بہترین تنظیم بلند جوصلگی بے مثال جرات، شاندار قوت ارادی اور بے پناہ جذبہ ایثار سے عبارت ہے۔ یہاں دشمن کے مورچے انتہائی محفوظ اور پختہ تھے۔ لیکن جانفرو شوں نے انہیں یہ مورچے چھوڑنے پر مجبور کر دیا وہ چھمب سے اس طرح سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے کہ خود ہی اپنی تیز رفتاری پر حیران رہ گئے۔

پاکستانی افواج جو آزاد کشمیر کی افواج کے دوش بدوش لڑ رہی تھیں پانچ روز میں ہی حد متار کہ جنگ کی دوسری طرف مکمل طور پر چھمب، دیوا، سکرانا اور جوڑیاں پر قابض ہو گئیں۔ اکنور سے چار میل کے فاصلہ تک کے علاقہ پر بھی پوری طرح قبضہ کر لیا۔ اس علاقے کے علاوہ بہت سارے جنگی قیدی بھی ہاتھ آئے۔ بیالیس توپوں کے علاوہ بہت سا گولہ بارود بھی ملا۔ ۲ ٹینک قابو میں کئے گئے جن میں سے ۲ بالکل درست حالت میں تھے۔ ان توپوں میں وہ توپ بھی شامل تھی جسے بعد میں پاکستانی سپاہیوں نے چھمب کی رانی کا نام دیا۔ اس توپ سے پچیس پونڈ کا گولہ پھینکا جاتا تھا۔ کمانڈر انچیف نے چھمب کے دورہ کے دوران اس توپ کو فخریہ اس فوجی دستہ کو تحفہ کے طور پر پیش کیا جو حد متار کہ جنگ کے دوسری طرف دریائے تومی کے ایک کنارہ پر قابض تھا۔

پاکستانی فوج نے چھب پر حملہ یکم ستمبر کو اس وقت کیا جب کہ بھارتی فضائیہ نے پاکستانی علاقہ پرپے درپے پر وازیں کیں اور حد متنازعہ جنگ کو عبور کر کے بھارتی افواج نے ٹیڑوال کے علاقہ میں اودھم مچا دیا اور درہ حاجی پیر پر ایک بھرپور حملہ کیا۔ بھارتی فوج نے آزاد کشمیر کی فوج کی قلیل تعداد سے فائدہ اٹھایا جو کہ اس وقت درہ حاجی پیر میں موجود تھی۔ کرگل کی تین چوکیوں پر بھی بھارت نے اسی وجہ سے دوبارہ قبضہ کر لیا تھا۔ ان پر بھی آزاد کشمیر فوج کی بہت کم تعداد موجود تھی۔ بھارتی فوج کے حملہ میں بھارتی توپیں موجود تھیں۔ اگرچہ یہ ایک بالکل غیر متوازی لڑائی تھی لیکن اس کے نتائج ایک تربیت یافتہ کیل کانٹے سے لیس اور لا تعداد بھارتی فوج کے لئے کوئی خوش کن نہیں تھے۔ بھارتی فوجوں کے پروگرام میں درہ حاجی پیر اور اوڑی پونچھ کے اہم مقامات پر قبضہ کرنے کے بعد آزاد کشمیر پر قبضہ کرنا شامل تھا۔ یہی ایک کام تھا جو بھارتی افواج کے کمانڈر انچیف کے ذمہ بھارتی حکومت نے لگایا تھا۔ لیکن اس میں کمانڈر انچیف اور ان کی فوج بری طرح ناکام اور خوار ہوئی۔ چھب میں پاکستانی افواج کی بروقت امداد سے نہ صرف بھارتی حملہ کو ٹیڑوال تک ہی محدود کر دیا گیا بلکہ ان کے جارحانہ حملہ کو بھمبر اور مظفر آباد کی طرف پیش قدمی کرنے سے بھی روک دیا گیا، اس کے بعد بھارتی صرف دفاعی جنگ لڑتے رہے اور بھارتی لیڈروں کے یہ نعرے کہ وہ جس وقت اور جہاں کہیں سے بھی چاہیں گے حد متنازعہ جنگ کو عبور کر کے آزاد کشمیر پر قبضہ کر لیں گے۔ ایک صدائے صحرا ثابت ہوئے۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ بھارتی افواج پر چھب پر جو حملہ کیا گیا وہ بڑا اچانک تھا جس کی وجہ سے بھارتی فوجوں میں کھلبلاہٹ پیدا ہونا لازمی تھی۔ یہی وہ علاقہ تھا جس کا دفاع بھارتی افواج نے اتنے ساز و سامان سے کیا ہوا تھا کہ بھارتی کمانڈر

اسے "میجنولائن" قرار دینے تھے۔ میجنولائن وہ دفاعی لائن تھی جو دوسری جنگ عظیم سے پہلے فرانس نے جرمنی کی بلغار سے بچنے کے لئے تیار کی تھی۔ زیر زمین مورچوں کے علاوہ ایسے انتظامات کئے گئے تھے کہ ہوائی جہازوں سے بھی اس سے پرے گزرنا ناممکن تھا) دفاع کی خاطر ٹھوس زیر زمین مورچے بنائے گئے تھے۔ دریائے ٹوی کے آر پار جالوں کے نیچے تا بڑ توڑ حملہ کرنے والی ۱۰۶ ایم ایم کی توپیں نصب کی گئی تھیں۔ جب پاکستانی فوج نے حملہ کیا اس وقت بھارتی افواج کی خوش قسمتی سے خاموش رہنے والے دریائے ٹوی میں بھی طغیانی تھی۔ ٹینکوں کے حملے سے بچاؤ کے لئے اس علاقہ میں دریا کے علاوہ لمبی اور گھنی گھاس۔ درختوں اور پہاڑیوں کی قدرتی آڑیں بھی موجود تھیں، ان حالات میں پاکستان کی افواج کے لئے بھارتی فوج کو مار بھگانا آسان کام نہ تھا۔ لیکن جس مستعدی اور جان بازی سے ہماری افواج نے ان ٹھوس مورچوں پر حملہ کیا اس کی مثال جنگ کی تواریخ میں ملنی مشکل ہے۔ بجائے اس کے کہ بھارتی فوج پاکستانی فوج کا مقابلہ کرتی اس نے اسی میں خیریت سمجھی کہ وہ ان ٹھوس مورچوں سے خرگوشوں کی مانند باہر نکل آئے اور ہر ممکن تیزی سے پیچھے ہٹ جائے۔

پاکستانی افواج کے لئے چھب کا علاقہ بھی اجنبی تھا۔ اس کے برعکس بھارتی افواج اس سرزمین کے اپنی اپنی سے واقف تھی۔ کیونکہ اٹھارہ سال کے طویل عرصہ سے ان کے ناپاک قدم اس کو روند رہے تھے۔ لیکن جوہنی انہوں نے پاکستانی افواج کا منہ دیکھا تو ان کی علاقائی جان پہچان اور ان کے ہتھیار ان کی کوئی مدد نہ کر سکے۔ بھاگتے ہوئے انہوں نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا کہ وہ کیا چھوڑ چلے ہیں اور اس علاقہ سے ان کا زبردستی قائم کیا ہوا رشتہ ۱۸ برس قائم رہا ہے۔

بھارتی افواج کو یہ شبہ تھا کہ پاکستانی افواج چھب پر قبضہ نہیں کر سکیں گی کیونکہ علاقہ میں بچی ہوئی بارودی سرنگوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ واقعی وہاں سے گزرنا مشکل



تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پاکستانی سپاہیوں نے زمین کے سینہ کو چاک کر کے اس کے اندر پوشیدہ خطرات کا پورا پورا اندازہ لگایا تھا۔ انہوں نے اپنے بچاؤ کے ساتھ ساتھ دشمن پر حملہ اس انداز سے کیا کہ دشمن کے قدم اکھڑے بغیر نہ رہ سکے اور وہ اپنی بارودی سرنگوں سے کوئی کام نہ لے سکا۔ چار پانچ گھنٹوں میں ہی پاکستانی افواج نے چھب کے دائیں اور سکرانا کے بائیں پہلوؤں پر قبضہ کر لیا۔

پاکستانی افواج کے اچانک نظر آنے سے بھارتی اتنے پریشان ہوئے کہ انہوں نے اپنے تمام سپاہی اور سامان مقابلہ میں جھونک دیئے۔ توپ خانہ، ٹینک ٹینک ٹینک توپیں اور مشین گنیں سب آگ لگنے لگیں۔ اتنا قیامت کارن پڑا کہ وادیاں اور پہاڑ گونج اٹھے یہ گھمسان کی لڑائی پانچ سے چھ گھنٹے تک جاری رہی۔ معمول کے مطابق ہراؤل دستہ میں سکھوں نے بلغار کی ان کے پیچھے آنے والے جاٹوں اور راجپوتوں نے بھاگ جانے میں ہی عافیت سمجھی اور وہ دریائے تومی کو عبور کر کے بھاگنے لگے وہ اتنی تیزی میں بھاگے کہ اپنے پیچھے شارٹ کی ہوئی گاڑیاں چھوڑ گئے۔ تومی میں ایک ہندوستانی ٹینک جس کی نالی کا رخ پاکستانی فوج کی طرف تھا۔ ایسی حالت میں پایا گیا کہ اس کے پیچھے ایک شکستہ مان ٹرک تھا۔ حملہ بھی اوپر موجود تھا وہ آسانی سے پاکستانی تعاقب کنندگان پر حملہ کر سکتے تھے۔ لیکن ان کو اپنی جان بچانے کی فکر میں اتنا ہوش ہی نہیں رہا تھا۔

پاکستانی ان کا تعاقب بغیر کسی آرام کے یا پناہ لینے کے کرتے رہے اور ان کے آگے ہندوستانی دم دبا کر بھاگتے رہے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ ہندوستانی سپاہی کے اندر جرات کا فقدان ہے اور اس کے سامنے کوئی مقصد نہیں ہے جس کی خاطر وہ اپنی جان خطرہ میں ڈالے کسی ایک سپاہی کی تو بات ہی کیا۔ تمام کی تمام فوج کا یہی عالم تھا۔ اتنے ہزار بھارتی سپاہی جو جنگ میں مارے گئے ہیں ان کو

کیا ملا؟۔ ان کے لواحقین کو کیا ملا؟ اور اگر کوئی پوچھنے والا ہو تو بھارت سے ہی پوچھے کہ اسے کیا ملا؟

۲ ستمبر ۱۹۶۵ء کو پاکستانی افواج کا چھب، دیوا اور سکرا نا پر مکمل قبضہ تھا چونکہ دریائے توئی میں اوسط درجہ کا سیلاب ابھی باقی تھا اس لئے آگے بڑھنے کی خاطر ایک راستہ کی تلاش ضروری تھی۔ بالآخر اگلے دن دوپہر کے وقت ہمارے فوجی دستے پالن والا کے راستے جوڑیاں کی طرف بڑھے۔ دشمن کو چھب سے فرار کے بعد کافی وقت مل گیا تھا کہ وہ اپنے لئے گھاٹیوں میں دفاع کا انتظام کرے جوں جوں ہمارے دستے آگے بڑھتے گئے۔ انہوں نے اپنا زور اپنے دفاع پر لگایا یہاں پر انہوں نے ٹینکوں سے بچاؤ کے لئے زیادہ مضبوط انتظامات کئے تھے۔ زمین کی حالت بھی ٹینکوں کے حملے سے بچاؤ کے لئے مناسب تھی۔ ترقی جوڑیاں کے لئے خاص دفاعی مورچہ تھا۔ یہاں بھارتی فوج نے اپنی بکتر بند گاڑیاں، پیادہ فوج جس کی مدد بھارتی توپ خانہ کر رہا تھا اکٹھی کر لی تھی۔

چھب کا محاذ یہی وہ محاذ ہے جہاں بھارتی افواج کے افسروں اور سپاہیوں کا کردار ایک گھٹیا کردار ثابت ہوا۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں بھاگتے ہوئے بھارتی سپاہی نہ صرف اپنی ریفلیں، وردیاں اور دیگر ہتھیار پھینک گئے بلکہ اپنا راشن وغیرہ بھی وہیں چھوڑ گئے۔ اسی جگہ پر بھارتی بریگیڈیئر بہرام مارٹھارا گیا اور اس کی جیب پر پاکستانی فوج نے قبضہ کر لیا جس دستہ نے جیب پر قبضہ کیا اس کے کمانڈر نے بریگیڈیئر کا ایک بیگ بطور جنگی ٹرافی کے اپنے قبضہ میں رکھا ہوا ہے۔ پاکستانی فوج کے چھب پر حملہ سے بھارت کا جنگی نظام اس علاقہ میں بالکل تباہ ہو کر رہ گیا۔ یہاں تک بھارتی اسلحہ اور سامان جنگ کے بچے کچھے آثار فوجوں کی واپسی تک نظر آتے ہیں۔ ایک باقاعدہ فوج کو جس قسم کے سامان اور اسلحہ کی

ضرورت ہوتی ہے وہ سب کچھ بھارتی فوج کے پاس تھا لیکن بے مقصد اور جاہلانہ لڑائی ہیں وہ اپنی پست حوصلہ کی بنا پر کسی چیز سے کام نہ لے سکی۔ اس کے برعکس پاکستانی فوج نے بھارتی فوج کی نسبت کم سامان حرب سے زیادہ کام لیا۔ خوراک کے جزو خیرے بھارتی افواج چھوڑ گئیں تھیں ان سے بھی ان کی غیر متوازن حالت کا اندازہ ہوتا ہے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بھارتی افواج کا انتظامی ڈھانچہ بہت پیچیدہ ہے اور افسران قدیم روایتی شہزادوں کی طرح لڑتے رہے اور سپاہی کی حیثیت سے کسی قسم کے پیشہ ورانہ جوہر نہ دکھاسکے۔ افسروں کی جیپوں اور زیروزمین مورچوں میں بے شمار شراب کی بوتلیں، بھرنی ہوئی تھیں۔ ساتھ ہی شراب کی تقسیم کے وہ رجسٹرات ملے جو باقاعدہ حساب کتاب کے لئے رکھنے ضروری ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ تمام افسران شرابی تھے۔ صرف ایک کمپنی میں تین اشخاص ایسے تھے جو شراب نہیں پیتے تھے۔ آنکھوں اور سچڑوں کی بیماریوں کے لئے ادویات ملی ہیں۔ ایسے سفوف ملے ہیں جن سے پانی کو جراثیم سے پاک کیا جاتا ہے۔

ہندوستانی افواج کے دو منزلہ مورچے چھوٹے چھوٹے قلعوں کی مانند تھے، ان کی سختگی کا دار و مدار ٹھوس حفاظتی دیواروں پر تھا۔ ان سے باہر نکل کر بھارتی بالکل غیر محفوظ ہو جاتے تھے۔ پاکستانی سپاہی دیکھ کر ہی وہ بھاگ جاتے۔ اس سے ان کے ظرف کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ جس طرح قیدی پرندہ قفس کی تیلیوں کو ہی اپنا گھر سمجھنے لگتا ہے اور بیخبر سے باہر نکل کر وہ اپنے آپ کو غیر محفوظ خیال کرتا ہے۔ بھارتی فوج کے افسران اور سپاہیوں کو بھی کچھ ایسا ہی احساس تحفظ تھا۔ پاکستانی فوج کے سامنے ان کے اندازہ بدل جاتے اور انہیں احساس ہوتا کہ وہ بجنولائن اور کنویں کا مینڈک ہونے کے واہموں میں ہی محفوظ ہیں۔

جوڑیاں پر قبضہ ہندوستانی فوج اور ہندوستانی سیاست والوں کیلئے

ایک تازیانہ عبرت تھا۔ اسی فتح سے ہی پاکستانی افواج کشمیر میں رسل و رسائل کے وسائل پر پورے کی طرح چھائی ہوئی تھی اور ٹیڈیوال کے علاقہ میں بھارتی فوج کی جنگی سرگرمیوں کا یہی ایک جواب تھا۔

اس سے عا دینا نظر ہے کہ جوڑیاں پہ قبضہ کے بعد ہی بھارت نے اپنی عیارانہ چالوں اور مکارانہ حملوں کا رخ لاہور کی طرف موڑا تھا فائر بندی کے بعد بھارتی وزیر دفاع نے ایک بیان میں اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ بھارت کو یہ یقین ہو چلا تھا کہ وہ کشمیر سے اب نکلا جاتا ہے اس لئے اس نے مغربی پاکستان پر حملہ کیا، لیکن ایک تنازعہ علاقہ سے جنگ کا رخ ایک بین الاقوامی سرحد کی طرف پھیر دیا بھارت جیسے نام نہاد لاندہ بی ملک کو یہی زیب دیتا ہے۔ فوری طور پر بھارتی طاقت آزمائی کے پروگرام کشمیر سے نکل کر سیالکوٹ، چونڈہ، واہگہ کھیم کرن فاضلکا اور راجستھان میں پھیل گئے۔

پے درپے کوششوں کے باوجود بھی چھب کے علاقہ میں بھارتی فوج کوئی فوجی یا غیر فوجی اہمیت کی کامیابی حاصل نہ کر سکی۔ پاکستانی فوج نے انہیں دور دور بھگانے رکھا کہ بالآخر ہندوستان نے صلح کی خاطر ۲۳ ستمبر ۱۹۶۵ کو فائر بندی منظور کر لی۔ بھارتی فوج نے اپنی مکاری اور عیاری کی روایتی اقدار کو برقرار رکھتے ہوئے فائر بندی کی شرمناک خلافت و رزیاں بھی کیں۔ چھب کے علاقہ میں کالی دھرنامی مقام کے لئے تو بھارتی افواج نے پے درپے پاؤں مارے۔ یہ مقام چھب کے شمال مشرق میں دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں سے پاکستانی اکھنور، نوشہرہ اور راجوڑی کی شاہراہ پر چھائے ہوئے تھے۔ فائر بندی کے تین دن کے اندر اندر بھارتیوں نے اس علاقہ کو گھیرے میں لینا شروع کر دیا اور اچانک ہی ایک بریگیڈ فوج نے اس علاقہ پر قبضہ

رکھنے والی آزاد کشمیر کی ایک کمپنی پر حملہ کر دیا۔ رات بھر بھارت کا بھاری توپ خانہ گولہ باری کرتا رہا۔ لیکن آزاد کشمیر کی فوج کے بہادر سپاہیوں نے نہ صرف اس بھارتی حملہ کو روکے رکھا بلکہ بھارتی حملہ کو پسپا بھی کر دیا۔ بھارتی فوج کا بے پناہ جانی و مالی نقصان ہوا۔ ۳۵۳ بھارتی فوجیوں کی لاشیں باقاعدہ طور پر گنتی گئیں۔ ان میں زیادہ تعداد سکھوں کی تھی۔ بھارتی فوج نے فائر بندی کی مخالفت جاری رکھی اس کے نزدیک فائر بندی کا یہ مطلب تو نہیں کہ اب جارحیت کو بالکل ہی ختم کر دیا جائے بلکہ ان کا فائر بندی سے یہ مطلب تھا کہ کسی کو پکڑا جائے اور پھر اس کو فائر کیا جائے۔ تلف ہے ایسی سمجھ پر پیٹینٹ کرنل ست رنجن سنگھ جو ایک بھارتی ٹالین کا کمانڈر تھے نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے کہ "فائر بندی کے باوجود بھارت پر اس کا کوئی اثر نہ تھا اور بے مقصد، بلا ضرورت اور بلا وجہ لڑائی جاری رکھنے کے احکام صادر کئے جاتے تھے۔"

دیگر محاذات کی طرح چھمب کے محاذ پر بھی بھارتی کسی ایسے موقع سے نہیں چوکے جہاں انہوں نے جارحیت کا مظاہرہ نہ کیا ہو۔ ان میں ڈوگرہ رپاہ تو بالکل عقل کی کوری معلوم ہوئی ہے۔ صرف ایک مقام پر فائر بندی کے بعد بھارتیوں کو تقریباً ۱۰ سپاہیوں سے لاکھڑو ہونا پڑا۔ بھینس کے سامنے پن بجانا بے فائدہ ہوتا ہے۔ اتنے نقصانات اور اتنی پٹائی کے داغ کو فائر بندی کی خلاف ورزیوں سے تو دھویا نہیں جاسکتا تھا۔ ہمارے توپیں منہ کھولے اس وقت کے انتظار میں رہیں کہ کب ہمیں آگے اگلنے کا حکم دیا جائے اور وہ چھمب کی طرح کشمیر کے باقی علاقوں سے بھی دشمن کو ختم کریں۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ ہم نے اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل کر کے ایک بار پھر دنیا پہ ثابت کر دیا کہ ہم امن کے علمبردار ہیں۔

## معرکہ تروٹی

یہ تروٹی کا مقام ہی تھا جہاں بکتر بند گارڈیوں کی زبردست لڑائی ہوئی بلکہ کچھ عرصہ کے لئے تو یہ گمان ہونے لگا کہ دشمن کے پاؤں اب یہاں سے نہیں اکھڑ سکیں گے۔ پاکستانی ہر اول دستہ جب تروٹی پہنچا تو اسے بکتر بند گارڈیوں کی ایک پوری رجمنٹ سے مقابلہ کرنا پڑا۔ اس بکتر بند ڈویژن کے چھ بھارتی انفنٹری کا ایک سیلاب تھا۔ چناب کا نواحی علاقہ ہونے کی وجہ سے زمین نرم اور دلدلی تھی۔ جہاں ٹینکوں سے کام لینا بے حد مشکل تھا۔ تاہم ایک خوفناک جنگلات بھر جاری رہی۔ پاکستانی فوج کے ہر اول دستہ نے دشمن کے بکتر بند ڈویژن کو لڑائی میں مسرور رکھا باقی پاکستانی بکتر بند فوج نے دشمن کو گھیرے میں لینے کے لئے پھیلنا شروع کر دیا۔

دشمن کی انفنٹری نے دفاع کی بہت کوشش کی لیکن اگلی صبح انہوں نے وہی منظر پیش کیا جو چھمب میں کر چکے تھے۔ ۵ ستمبر کی صبح جوڑیاں کا معرکہ بھی سر ہو گیا۔ جوڑیاں کے سکول کے دروازہ پر کسی مجاہد نے "پاکستان زندہ باد" کے الفاظ لکھ دیئے۔ جو فائر بندی کے بعد تک وہاں موجود تھے۔

چھمب کے علاقہ میں تروٹی کی فتح ایک بہت بڑا کارنامہ تھی یہاں پر پاکستانی بکتر بند فوج نے فتح پائی اور دشمن کے بکتر بند دستوں اور توپ خانہ کو خاموش کر دیا بھارتی اس امر سے آگاہ تھے کہ تروٹی کی حیثیت جوڑیاں کے

صدر دوازے کی سی ہے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ پاک فوج اور مجاہدین نصرت کا پرچم اٹھائے آگے بڑھے چلے آ رہے ہیں اور ان کا رخ بھی جوڑیاں کی طرف ہی ہے۔ تو انہوں نے جوڑیاں کو بچانے کے لئے تروتی پر پوری طاقت لگا رکھی تھی۔ انہوں نے سارے انتظامات ایسے کر رکھے تھے جیسے وہ چھب کے بعد تروتی کو ہی میجنر لائن بنا رہے ہوں۔ لیکن جب پاکستانی افواج کی اللہ اکبر اور "یا علی" کی یلغار آئی تو ان کی بکتر بند گاڑیوں کی صفیں الٹ گئیں۔ پیدل فوج گھر جانے کے خوف سے دفاعی لڑائی لڑتی رہی لیکن ہماری فوج بہادرانہ طور پر آگے بڑھ کر حملے کرتی رہی جب ہماری فوج دشمن کو گھیرے ہیں لینے کے لئے آگے بڑھی تو اس نے بارودی سرنگوں کے علاقوں میں گھسنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ان کا تو ایک ہی مقصد تھا کہ بھارتی آگ اگلنے والی توپوں کو خاموش کر دیا جائے وہ دشمن کی پوزیشنوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے اور ان کا ہر قدم کامیابی کی بشارت لایا۔ ان کی کوئی بھی فوجی حرکت ضائع نہ ہوئی، دشمن نے زمین پر ایک دوزخ بھڑکار کھا تھا اور فضا سے بھی بھارتی ہوائی جہاز برابر پھٹے باندر سے ہوئے پاکستانی فوج پر حملہ کی خاطر آتے رہے۔ لیکن بھارتی بری افواج اور فضائیہ میں رابطہ پیدا ہونا مشکل تھا کیونکہ پاکستانی حملہ کے خوف سے بری افواج فضائیہ کو کچھ بتانے سے قاصر تھیں۔ اس لئے بھارتی فضائیہ کی ساری کارکردگی بڑی ہی معمولی تھی۔ تروتی کی جنگ جیتنے میں پاکستانی افواج کے مختلف شعبوں یعنی بکتر بند دستوں، توپخانہ انفنٹری اور فضائیہ میں باہم اتحاد کو کافی دخل ہے۔

## دیوا

چھب کی طرح دیوا میں بھی بھارتی فوج کی ایک بہت منسوبہ چونکھتی لیکن آزاد کشمیر کی فوجوں نے پاکستانی افواج کی مدد سے اسے چند ہی گھنٹوں میں دشمن سے چھین لیا۔ اس مقام پر دشمن کے ساز و سامان اور اسلحہ کے انبار کے انبار ہاتھ لگے ماسی ہیں اسی مقام پر مہاراجہ ہری سنگھ نے مسلمانوں کے قتل عام کا منصوبہ بنایا تھا کیونکہ یہی گاؤں ہری سنگھ کا آبائی گاؤں تھا۔ اس منصوبہ میں رانی تارا دیوی بھی شامل تھیں۔ چھب اور بڑیاں کے درمیان موضع کھوڑے سے قتل و خون کی ابتدا ہوئی اور جب تمام مسلمان ڈوگرہ فوج اور ہندو مہاسیٹھوں کے ہاتھوں ادھر ادھر بکھرنے لگے تو ریاست میں بغاوت ہو گئی۔ نتیجتاً ہری سنگھ کو مسلمانوں کے قتل عام کی پاداش میں ریاست جموں و کشمیر کی حکمرانی سے معزول ہو کر بمبئی میں گمنامی کی موت مرنا پڑا تھا۔

تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا اور اب اللہ تعالیٰ نے مستعجب ہندوؤں کو وہ دن دکھایا ہے کہ وہ خود اپنے آبائی گھر چھوڑ کر در بدر ہو رہے ہیں موجودہ جنگ میں صرف خانقاہ حضرت پیر حاجی اور پرانی مسجد دیوا سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں کوئی آبادی تھی ورنہ گولہ باری سے یہ بستی زیرِ زبر ہو چکی ہے یہ ایک معجزہ ہی ہے کہ خانقاہ اور مسجد سلامت رہیں۔ مسجد کو بھارتی اصطبل کے طور پر استعمال کرتے رہے تھے مگر اب وہاں پھر اللہ اکبر کی صدا گونجتی ہے۔

انقلابی کونسل کے قیام کے بعد جب کشمیریوں نے بھارتی حکمرانوں کے خلاف



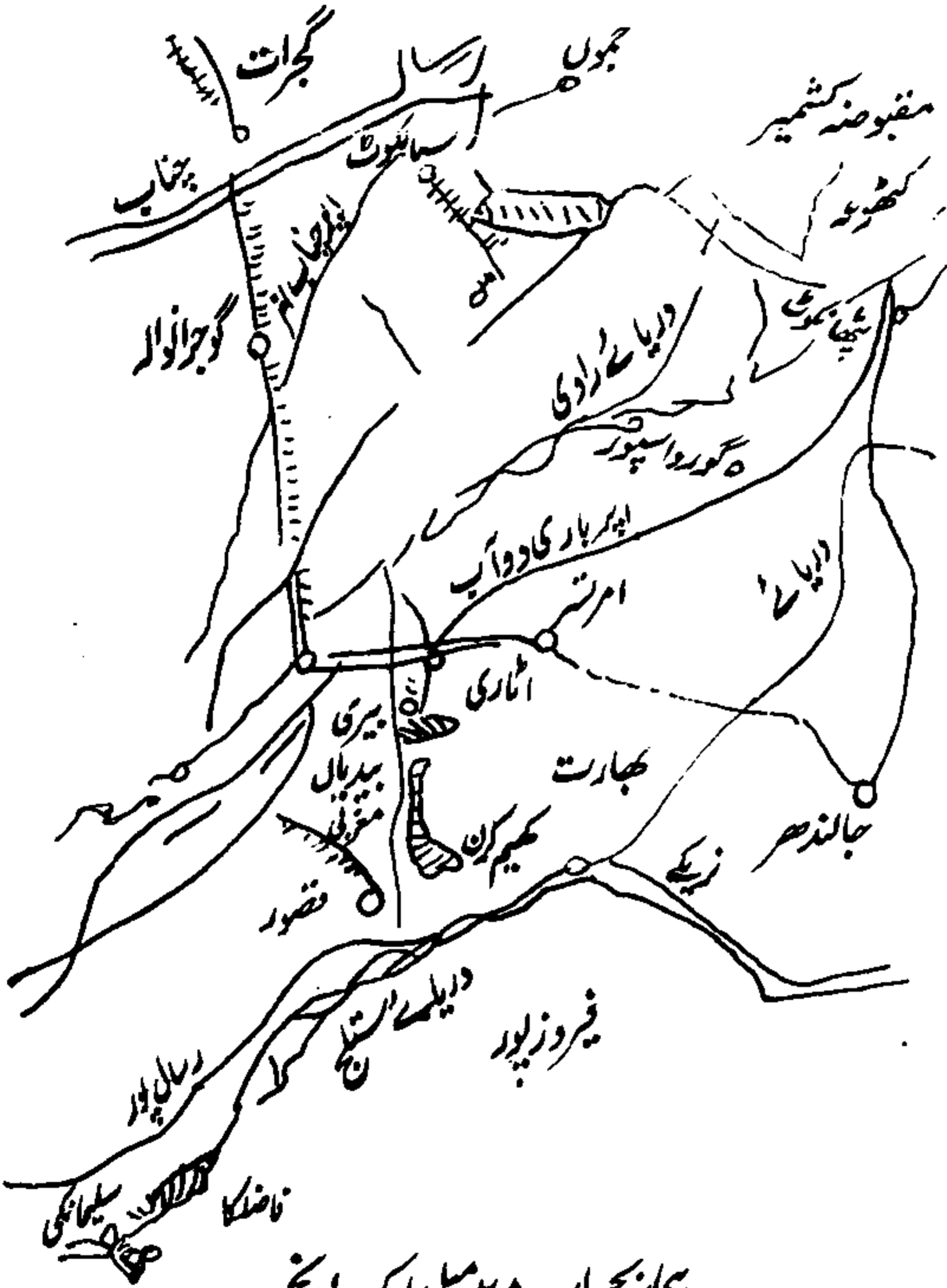
مسلح بغاوت کر دی تو ایک شلم راجوری کی خفیہ پولیس اور فوجی جاسوسوں نے اطلاع دی کہ شہر کے تین سو جوان گھروں سے غائب ہیں اور کسی کو ان کے متعلق معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔

جس شام یہ اطلاع راجوری کے ملٹری کمانڈنٹ لیفٹیننٹ جنرل امریک سنگھ کو ملی۔ اسی شام اس کو یہ اطلاع بھی ملی جو حقیقت پر مبنی تھی کہ موضع کلالی کے قریب جیل کے جنگلوں میں سے صوبیدار میجر پٹیل کی سرکردگی میں اسلحہ اور بارود لانے والے ایک قافلہ کو مجاہدین نے قبضہ میں لے لیا ہے۔ صرف آٹھ کشمیری جوانوں نے تین ٹرک اسلحہ پر قابو پانے کے ساتھ ساتھ کئی بھارتی سپاہیوں کو بھی واصل جہنم کر دیا۔ اسی رات ضلع پونچھ کے دوسرے علاقوں میں ایسے ہی واقعات رونما ہوئے۔ حیات پورہ میں ایک سے زائد فوجی گاڑیوں کو تباہ کر دیا۔ روڈ پور کے جنگلوں میں گشتی دستہ کا صفایا کر دیا۔ منجو کوٹ میں ایک پل کو اڑا دیا گیا۔

ان تالانت کے رونما ہونے پر راجوری کے کمانڈنٹ امریک سنگھ نے فوجی اور سول حکام کا ایک اجلاس طلب کیا اور انہیں بتایا کہ کشمیریوں نے حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کر دی ہے اور انہوں نے گوریلا طرز جنگ اختیار کیا ہے۔ انہوں نے کئی جگہ پر ہماری فوج پر حملے کئے ہیں۔ ان سے نیٹے کے لئے ہمیں بڑے حوصلہ تدبیر اور حکمت سے کام لینا ہوگا۔ ادھر تو بہ سازشیں ہو رہی تھیں اور ادھر سرنگر سے آئے ہوئے حریت پسند نوجوان چیل کے جنگل میں ایک خفیہ مقام پر راجوری کے درمیان ایک فوجی اہمیت کی پہاڑی پر قبضہ کرنے کے لئے آگے بڑھ رہے تھے۔ انہوں نے اس پہاڑی پر قبضہ کر لیا۔ اس پہاڑی کو مجاہدین سے قبضہ لینے کے لئے بھارتی فوج کے ... ہ گورکھے مارے گئے۔ پھر بھی ان کی پیش نہ گئی جب وہ مجاہدین کے نرغہ میں آگئے تو وہ اتنی افراتفری میں بھاگے کہ بہت سا اسلحہ بھی پیچھے چھوڑ گئے۔

اس محاذ پر ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد بھارتی کمانڈر نے اب راجستھان کے مسلمان سپاہیوں کو آگے کر دیا۔ مسلمان فوجی لڑنا نہیں چاہتے تھے لیکن ان کے سچے ڈوگرار جمنٹ رائفلیں تانیں کھڑی تھیں اور انہیں کہا گیا تھا کہ اگر بھاگو گے تو گولی مار دی جائے گی۔ ان بے چاروں کے آگے بھی موت تھی اور پیچھے بھی موت اس کے باوجود انہوں نے مجاہدوں پر گولی چلانے سے انکار کر دیا اور ڈوگرار سپاہیوں نے یہ دیکھ کر ان پر فائرنگ شروع کر دی۔ ان کے گولی چلانے کی دیر تھی کہ مجاہدین ڈوگرار جمنٹ پر ٹوٹ پڑے۔ آخر بزدل بھارتیوں کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ بھارتی فوج کے مسلمان سپاہیوں میں سے صرف ۳۲ زندہ بچے تھے۔ سات زخمی تھے۔ مجاہدین نے انہیں اپنی حفاظت میں لے لیا۔ اور زخمیوں کو ایک پہاڑی کی کھوپڑی میں داخل کر کے ان کو طبی امداد بہم پہنچائی۔

# سیالکوٹ، لاہور سیکٹر



پیمانہ بحساب ۲۵ میل ایک اینچ

سیالکوٹ، لاہور سیکرٹ

## سیالکوٹ، لاہور سیکرٹ

ہر مقام پر خواہ وہ اقوام متحدہ کا اجلاس ہو یا لوک سبھا کی نشست، ہر موقعہ پر خواہ کوئی امن مشن ہو یا جنگ کا میدان بھارتی سامراج کا منہ کالا کرنے والی مکاری اور دروغ گو کا کوئی نہ کوئی پردہ ضرور فاش ہوتا ہے۔ دنیا کے اخبارات، دنیا کے سیاست دان اور دنیا کے دانشور یہ مان گئے تھے کہ بھارت نے بچاؤ کے لئے نہیں بلکہ ہوس ملک گیری کی خاطر پاکستان پر حملہ کیا اور اپنی جن سنگھی، ذہنیت کو بروئے کار لا کر پرامن اور خاموش بلجھی صبح کے ہلکوروں میں سوئے ہوئے دیہاتوں پر تیز دوز ڈیئے یہی کچھ اس نے لاہور پر کیا اور پھر پروگرام کے مطابق یہی عمل سیالکوٹ کی سرزمین میں دہرایا۔

اس خیال سے کہ ہم واقعات کو پہاڑوں، میدانوں اور ریگستانوں سے گزارتے ہوئے سمندر کی سمت لئے جا رہے ہیں۔ کشمیر کے بعد سیالکوٹ کا ذکر پہلے کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ سیالکوٹ پر حملہ بھارتی حملہ کا پروگرام لاہور پر قبضہ کرنے کے بعد سات ستمبر کا تھا۔ لاہور پر حملہ چھ ستمبر کو ہوا۔ ہم ۲ گھنٹے کا یہ فرن ایک تاریخ دان کے لئے کسی نئے باب کھولتا ہے۔ لیکن ہم تو پاک بھارت سرحد پر کھیلے جانے والے خونیں کھیل کو واقعات کے گذر جانے کے بعد دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے سیالکوٹ کے عہد آفریں معرکہ میں جا بجا لاہور کا ذکر بھی آئیگا لیکن لاہور کے لئے ہم نے ایک علیحدہ اور مخصوص باب بھی وقف کیا ہوا ہے۔

اس لئے سیالکوٹ، لاہور سیکڑ کا ذکر کرتے ہوئے ہم ترتیب کے لحاظ سے  
سیالکوٹ کے بعد ہی لاہور کا ذکر کریں گے۔

---

# معرکہ سیالکوٹ

معرکہ سیالکوٹ کے متعلق ہی صدر ایوب نے کہا تھا۔  
 ”سیالکوٹ کی جنگ کی مثال نہیں ملتی یہاں تک کہ دوسری جنگ  
 عظیم میں بھی اتنی غیر متوازن لڑائی نہیں ہوئی پاکستان کی مختصر سی فوج  
 کے مقابلے میں... ہٹنک لاکھڑے کئے گئے۔ جب اس جنگ کی  
 تاریخ لکھی جائے گی۔ تو چونڈہ اور سیالکوٹ غیر معمولی بہادری اور بہتر  
 وطن پرستی کے مظہر قرار دیئے جائیں گے۔“

جب ہم سیالکوٹ کا نام لیتے ہیں تو ہمارا مطلب سیالکوٹ ضلع سے ہوتا  
 ہے۔ ہر اس گاؤں۔ قصبہ اور شہر کی تاریخ لکھی جہاں حق و باطل کا معرکہ ہوا تو یہ  
 ناممکن امر ہے۔ تاہم سیالکوٹ کی نسبت سے اور بہت سے نام سامنے آئیں  
 گے۔ یہ تمام دیہات سیالکوٹ ضلع میں واقع ہیں۔ سیالکوٹ اور پسرور کی تحصیلوں  
 کے بہت سے دیہات ایسے تھے جن کو بھارتی فوجوں نے اللہ اکبر اور یا علی  
 کے نعرے سنا کر اس مغالطہ میں ڈال دیا کہ رات کی تاریکی میں پاکستانی فوج  
 اپنی مشقوں پر نکلی ہوئی اور اپنی سرحد کی حفاظت کر رہی ہے۔ کیونکہ سیالکوٹ  
 سے چند ہی میلوں کے فاصلہ پر چھب دپوا جوڑیاں اور راجڑی کے علاقہ میں  
 چلتی ہوئی توپیں تو کئی ایام سے اپنی گھن گرج ان دیہاتیوں کو سنا رہی تھیں، ان  
 کے ذہن میں یہ خیال بھی نہ تھا کہ بین الاقوامی سرحد پار کر کے بھارتی فوجیں پاکستان

کی مقدس سرزمین میں گھس آئی ہیں۔

جو نہی یہ احساس عوام کو ہوا کہ وہ تو خطرہ میں گھر گئے ہیں اور کالی دیوی کے سچاری آگے سیالکوٹ کی طرف بڑھے جا رہے ہیں تو انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ وہ بھارتی قبضہ میں آجائیں انہوں نے اپنے گھروں کو چھوڑا اور سیالکوٹ کا رخ کیا۔ بھارتی دزدوں نے عورتوں اور بچوں پر جو ظلم و ستم کئے ان کی کہانی بیان کرنا ایک مشکل امر ہے کس کس کے دل کے داغ کو دھویا جاسکتا ہے۔ کس کس کے زخم پر مرہم رکھا جاسکتا ہے۔ تاہم اس کا علاج ایک ہی ہے کہ بھارت کو کچل دیا جائے کہ یہ ننتہ جو انسانیت کے نام پر ایک دصبر ہے ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائے۔ سیالکوٹ کے شہیدوں اور غازیوں کو ساری قوم سلام کرتی ہے۔ ان کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ معرکہ سیالکوٹ کی رُو داہم نے بہت سے ذرائع سے مرتب کی ہے۔ لیکن اخبارات و رسائل کے ساتھ خاص طور پر جہانگیر اے خاں کا شکر یہ ادا کرنا ہے۔ جنہوں نے اپنے ایک معرکہ آلا رانگریزی مضمون میں معرکہ سیالکوٹ کی بڑی تفصیل بیان کی ہیں۔ ہم نے اس مضمون سے بھی استفادہ کیا ہے اور وہ تفصیل پیش کی ہے جو شاید ابھی عام نہیں ہوئی۔

”ٹائمز آف انڈیا“ نے اپنے صفحہ اولین پر بڑے جلی لفاظ میں یہ خبر دی کہ سیالکوٹ کے محاذ پر سیالکوٹ پسرور ریلوے لائن کے مغرب حبسوراں پر قبضہ کرنے کے بعد بھارتی افواج اب جنوب مغربی سمت میں پیش قدمی کر رہی ہے اور اب وہ چوتھے کے جنوب مغرب میں بڑو دگر نڈی پہنچ چکی ہے۔“

یہ خبر اخبار مذکورہ میں ۹ ستمبر کے حوالہ سے چھپی۔ یعنی اس خبر کو محاذ سے گھر کر ۹ ستمبر کو بھارتی اخبارات میں چھپنے کے لئے روانہ کیا گیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اسی روز پاکستان کی جنگی لائی کمان ان رپوٹوں کو آخری شکل دے رہی



تھی جن پر اس نے سپریم کمانڈر افواج پاکستان کی منظوری یعنی "تھٹی ٹائمز آف انڈیا" کی خبر کے ساتھ ان رپورٹوں کا صرف اتنا تعلق تھا کہ دونوں ایک ہی محاذ سے تعلق رکھتی تھیں۔ لیکن چار دن کے بعد جب پاکستانی لائی کمان کی رپورٹیں عوام کے سامنے آئیں تو ان میں بیالیس اعزازات پانے والے جانبازوں کی جرات اور شجاعت کے واقعات تھے۔ جنہوں نے نہ صرف بھارتی استعمار کا منہ توڑا تھا بلکہ تاریخ میں حوصلہ مندی اور وطن پرستی کے باب کا اضافہ کیا تھا۔ صدر پاکستان نے ان کو جارجیا بھارتی حملہ جو پونڈہ اور سیالکوٹ کے درمیانی علاقہ میں کیا گیا تھا دیکھنے پر بہادری کے اعزازات دیئے تھے۔

پونڈہ سیالکوٹ سے پسرور نارو وال جانے والے ریلوے لائن پر ایک اہم ٹیشن ہے یہاں سے ظفر وال اور شکر گڑھ کو سڑک جاتی ہے اور اس کے گرد و نواح میں بھارتی سرحد تک کافی بڑے قصبے واقع ہیں۔ بیس میل لمبے محاذ پر تمام فوجی کارروائی کو بھارت نے "اپریشن نیپال" کا خفیہ نام دیا تھا اور اپنی فوجوں کو یہ ہدایت دے رکھی تھی کہ جب "اپریشن نیپال" کہا جائے تو اس کا مطلب ہوگا۔ سیالکوٹ کے محاذ پر ایک زبردست طوفانی حملہ۔"

بھارتی فوج کی سکیم یہ تھی کہ "اپریشن نیپال" کی کامیابی سے سابقہ صوبہ پنجاب دو حصوں میں بٹ جائے گا۔ اور پنجاب تک کا علاقہ بھارتی قبضہ میں آجائے گا۔ بظاہر ان کی اس سکیم کا کامیاب ہونا بھی کچھ مشکل نہ تھا۔ ان کے پاس بے شمار تیز رفتار ٹینکوں کی طاقت تھی۔ سب سے بڑا فائدہ ان کو اس بات کا تھا کہ وہ سیواجی مرہٹہ کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے بغیر کسی اعلان جنگ کے تاریکی میں سرحدوں کے اندر گھس آئے تھے۔ سیالکوٹ پر "اپریشن نیپال" کے لئے لاہور پر حملہ کے ۲ گھنٹے بعد سات ستمبر کا وقت اور دن مقرر کیا گیا تھا۔ اس موقع پر

صدر ایوب نے راولپنڈی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کے درمیان بھارتی جنگی سٹجاویز کے متعلق بڑا درست کہا کہ بھارتی افواج کا پروگرام پاکستانی افواج کو لاہور اور سیالکوٹ جیسے اہم مقامات کے دفاع پر مصروف کر کے خود درمیان سے آگے بڑھنے کا تھا۔ لیکن بد قسمتی سے اس کی ساری کی ساری سکیموں پر سیالکوٹ کے محاذ پر ہی پانی پھر گیا و مدد و حصوں میں بٹ کر چونڈہ کی طرف سے ہوتے ہوئے وزیر آباد اور گوجرانوالہ کے کسی مقام پر مل کر باقی سارے علاقہ کو گھیرے میں لینے کے ساتھ پاکستان کی سب سے بڑی شاہراہ جی ائی روڈ کو قبضہ میں لینا چاہتے تھے ان کے فوجی پروگراموں کے مطابق یہ ایک ایسی سکیم تھی کہ اس سے پاکستان کا دفاع غیر موثر ہو کر رہ سکتا تھا اس قسم کے شیطانی پروگراموں کی روشنی میں بھارتی جنگی ٹائی کمان نے پاکستان پر حملہ کر دیا۔

بھارتی بکتر بند دستوں کا زیادہ حصہ اس مقصد کی تکمیل پر مامور کیا گیا کہ جو جنگ ہو وہ انتہائی فیصلہ کن ہو، پانچ سو ٹینک تو صرف چونڈہ حاصل کرنے کی خاطر وقف کئے گئے تاکہ چونڈہ کو ایک مضبوط سپلائی مرکز بنا کر سیالکوٹ کے باقی علاقوں میں موثر جنگ جاری رکھی جاسکے اور چونڈہ ایک ایسا مرکز ثابت ہو جہاں سے شاہراہ اعظم اور دیگر ایسے راستوں پر کڑی نگرانی رکھی جاسکے جو لاہور اور سیالکوٹ میں رابطہ قائم رکھے۔

یہ مہیب اور عظیم پروگرام کس طرح اپنے انجام کو پہنچا یہ ایک داستان ہے ہمارے اعتقاد و اعتماد کی۔ یہ کہانی ہے ہماری تو آموز پچیسویں رجمنٹ کے ایک دستہ کی جسے پہلی دفعہ دشمن کے خلاف لڑنے کا اعزاز حاصل ہوا اور اس نے اپنی رجمنٹ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روشن اور زندہ جاوید کر دیا جس جرات اور بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ اس پچیسویں رجمنٹ نے

جیسوڑاں، بڑوگرنڈھی اور چونڈہ کے معرکوں میں کیا اس سے العالمین، طبروک اور بن غازی کے اکیس سالہ پرانے رزمیہ افسانے پھر سے زندہ ہو گئے ہیں۔ ان غازیوں، شہیدوں اور مجاہدوں نے موت کی واوی میں قدم رکھ کر ایسی دادِ شجاعت دی کہ کمانڈر انچیف جنرل محمد موسیٰ نے ان کو "فولادی انسان" کا خطاب دیا یہ نام افواجِ پاکستان کے تعریفی نعروں میں ہمیشہ میٹھی سروں میں لیا جائے گا۔ فولادی انسان جو سیالکوٹ اور چونڈہ کے مقامات پر ٹینکوں کی جنگ میں لڑے۔ انہوں نے دنیا بھر کے لوگوں کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ جنگِ عظیم کے بعد ٹینکوں کی اتنی زبردست لڑائی پہلی دفعہ ہوئی ہے اور بیسویں صدی کی یہ دوسری عظیم جنگ، ہے جو ٹینکوں نے لڑی اور جس میں چونڈہ بھارتی ٹینکوں کا قبرستان بن گیا۔ حملہ کے وقت بھارتی فوجوں کے سب سے آگے پہلی بکتر بند ڈویژن تھی جس میں "فلاور آف انڈیا" کے ٹینکوں کے علاوہ مندرجہ ذیل اہم دستے بھی شامل تھے۔

- ۱۔ پونا ہارس نامی دستہ جس میں "فخر بند" ٹینک شامل تھا۔
  - ۲۔ سولہویں بیک ایلینٹ جس سے موجودہ بھارتی کمانڈر انچیف جے این جی بکتر بند کی وابستہ ہے۔
  - ۳۔ چوتھی ہاڈسن ہارس
  - ۴۔ باسٹھویں سوار
  - ۵۔ ساتویں سوار
  - ۶۔ دوسری شاہی لانسز
  - ۷۔ اکھٹارہویں سوار۔
- اس بکتر بند سیلاب کی مدد کے لئے پانچ سو ٹینکوں کے علاوہ بھارت

کی چودھویں توپ خانہ ڈویژن، چھٹی ماڈٹس ڈویژن اور گاڑیوں پر پورا ایک بریگیڈ  
 توپ خانہ کا تھا۔ اس آتشیں ساز و سامان کے علاوہ اس یلغار کو ایک بہت بھاری توپخانے  
 کی امداد بھی حاصل تھی جس کے پاس تین سو بھاری توپیں تھیں جن سے ۲۵ پونڈ سے  
 لے کر ۲۰۰ پونڈ تک کا ردائی گولہ پھینکا جاسکتا تھا۔ ان کے ذمہ یہ کام تھا کہ دشمن  
 کی طرف بڑھتی ہوئی صفوں کے اوپر سے گولے پھینکے جائیں تاکہ ان کے بڑھتے ہوئے  
 قدم کوئی نہ روک سکے۔ تقریباً اس سارے سیلاب بلا میں پچاس ہزار فوجی  
 سپاہی تھے جن کو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ پاکستانی دفاع تو بس اشارے سے ختم  
 ہو جائے گا۔ پاکستانیوں کو تو سننے کی بھی مہلت نہ ملے گی۔ کامیابی تمہاری ہوگی۔

ان فوجیوں کو بھی اپنی اکثریت کی بنا پر مان تھا کہ چھ کے مقابلہ میں ایک پاکستانی  
 سپاہی کیا کرے گا۔ اسی غرور میں انہیں اپنی جارحیت کی پوری کامیابی کا یقین  
 تھا۔ بھارتی مردہ سپاہیوں کی جلیپوں سے جو بھاری رقبے دستیاب ہوئیں۔ ان  
 سے پاکستانی شہروں میں جشن فتح منانے کے لئے پروگراموں کا پتہ چلتا ہے۔  
 انہیں یقین تھا کہ پاکستان پر فتح حاصل کرنے کے اہم معاملہ کو نپٹانے کیلئے  
 صرف ۲ گھنٹے درکار ہوں گے۔ اور پھر لاہور کے عظیم حجم خانہ کلب میں کاک  
 ٹیل پارٹی ہوگی۔ اخبارات کو سیالکوٹ اور لاہور پر مکمل قبضے کے بعد خاص  
 اشاعتوں کے لئے ہدایات دے دی گئیں تھیں۔

جتنی مکاری سے لاہور پر حملہ کیا گیا تھا اتنی ہی مکاری سے سیالکوٹ  
 پر حملہ کیا گیا۔ لاہور کے محاذ پر بھارتیوں کو جو حیرانی ہوئی تھی وہ اس کی سیالکوٹ کے  
 محاذ پر توقع نہیں کرتے تھے۔ سات ستمبر ۶۵ کی پہلی چند ساعتوں میں دشمن کی سادہ  
 فوج سرحد کے سوئے ہوئے گاؤں سے گذرتی ہوئی آگے بڑھی تاکہ فوجی اہمیت  
 کے مقامات پر قبضہ کر سکے اور بکتر بند دستوں کو آگے بڑھنے میں تکلیف نہ ہو سات

ستمبر کی صبح کو بھارتی وزیر دفاع مٹرچون لوک سجھایں پر وگرام کے مطابق حاضر نہ ہوئے کیونکہ جنرل چوہدری ان سے ریڈیو پاکستان سے غیر معمولی اہمیت کا اعلان کرنے والے تھے۔ لیکن فتح و کامرانی کے اعلان کی بجائے مٹرچون نے دہلی واپس جا کر یہ اعلان کیا کہ ہمارے فوجیوں کے مغرب میں پاکستانی سرحدوں کے اندر داخل ہو چکی ہیں۔ لوک سجھا اور دیگر سیاسی لیڈروں سے لاہور کی حملہ کی پسپائی کو اس طرح چھپایا گیا جس طرح کہ وہ کوئی بہت بڑا راز ہو۔ لیکن ڈوٹھائی ملاحظہ ہو کہ فوجی ہیڈ کوارٹرز کی طرف سے ٹائمز آف انڈیا میں جو خبر چھپی وہ یہ تھی۔

بھارتی حملہ یقیناً مغربی پاکستان کی فوجیں بکھیر دے گا۔ سڑکوں اور پلوں کا نظام بگڑ جائے گا۔ پاکستانیوں کو جو شک و شکوک رہ گئے ہیں کہ بھارت یہ کر سکے گا یا نہیں یہ سب سیالکوٹ کے محاذ پر اب تک ختم ہو چکے ہوں گے یہ ۸ ستمبر کی خبر تھی۔ عین اس وقت جرات و قربانی کی ایک نئی تاریخ سیالکوٹ کے محاذ پر جنم لے رہی تھی۔

بے شمار بے گناہ اور معصوم کسان اس غیر متوقع حملہ کے شکار ہوئے جو روٹنم کا آہنی سیلاب تین حصوں میں پاکستان کی سرزمین کے اندر گھسا آ رہا تھا۔ ایک حصہ وہ تھا جو چوندہ کے مشرق سے شمال اور ڈگری کی طرف سے داخل ہوا تھا۔ دوسرا چارہ، چوبارہ اور بھلورہ کی طرف سے گھسا تھا اور تیسرا مہاراجکے، باجرہ گڑھی اور رسول پور کی سمت سے سپدھا سیالکوٹ شہر کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔

لافانی کردار پیش کرنے والے پھوس رجنٹ کے جوان اور افسر آگے بڑھے ایک ہی رات میں وہ مثالی کردار بن گئے۔ انہیں بھی کافی وقت کے بعد پتہ چلا کہ یہ اپریشن نیپال نوآگ اور لوہے کا بہتا ہوا ایک سمندر ہے جس کے مقابلہ میں انہوں نے ایک تاریخ اپنے خون سے لکھنا ہے یہ قدرت کی ستم

ظریفی تھی کہ ایک سب سے کم عمر جمنٹ کے ذمہ ایک بہت بڑا کام آگیا۔ ایک کے مقابلہ میں چھ کی نسبت کے اس بے نظیر معرکہ کی داستانیں ان غازیوں نے سنائیں جنہیں اس معرکہ کی سعادت حاصل ہوئی۔۔

## ۱۔ پھلورہ

کرنل تار کے پہلو میں دائرہ لیس کے اندر جنبش ہوئی اس وقت ۸ ستمبر کی صبح ہونے والی تھی چار بجے تھے پچیسویں جمنٹ کے کمانڈنگ آفیسر نے اپنے بریگیڈ کمانڈر اے۔ اے ملک کو جلدی جلدی یہ آرڈر دیتے سنا۔ دشمن نے پھلورہ کی اگلی صفوں پر حملہ کر دیا ہے اسے تباہ کر دو۔

کمانڈنگ آفیسر نے سکویڈرن کمانڈروں کو خبردار کیا اور پچیسویں جمنٹ مصروف عمل ہو گئی۔ میجر محمد احمد جوڑب (دستہ کے کمانڈر تھے ان کو پھلورہ میں دشمن کی پیش قدمی روکنے پر مامور کیا گیا۔ اس ہراول دستہ کی حفاظت دائیں اور بائیں بازوؤں سے میجر رضا خان اور میجر آفندی کر رہے تھے۔ دشمن نے چونڈہ پر عقب سے حملہ کرنے کے لئے گھیرا ڈالنے کی حرکات شروع کر دیں تھیں چند ہی منٹوں میں میجر احمد کے "ب" سکویڈرن نے دشمن کی صفوں کو دیکھ لیا۔ بھاری توپوں کی گھن گرج میں لڑائی شروع ہو گئی پاکستانی دستہ نے سامنے سے حملہ کیا اور ایک اچھی چھڑپ کے بعد دشمن پیچھے ہٹنا نظر آیا۔ گرد کے بادلوں میں کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔ جوں جوں دن چڑھتا گیا۔ گرد کا بادل گہرا ہوتا گیا۔ جنگ کا میدان ٹینکوں کی لڑائی کا مثالی میدان بن گیا۔ خشک بے آب علاقہ میں اگی ہوئی فصلیں ختم ہو گئیں۔ ننگی اور پیاسی زمین سورج سے جھلسی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ ہر طرف گرد کا سمندر تھا کہیں کہیں تو گرد کی تہ ایک ٹنٹا تک گہری تھی اس کے اوپر جب

پچاس ٹن سے بھی زیادہ وزنی ٹینک گرجتے ہوئے آگے بڑھتے تھے تو گوردکا  
طوفان اٹھتا تھا۔ ہر چیز کے اوپر گوردکی تہ چڑھ گئی تھی۔ صرف اندازے سے ہی فائر  
کیا جاتا تھا۔ نظر کچھ نہ آتا تھا۔

## ۲۔ گوردگور

گوردغبار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمن ایک چھوٹے سے گاؤں گوردگور  
تک پیچھے ہٹ گیا۔ پہلی جھڑپ میں لانس دفعدار عطا محمد خان علیحدہ ہو گیا تھا۔ دشمن  
کے ٹینکوں کے ایک دستہ نے اسے گھیر رکھا تھا وہ اپنے ٹینک سے فائر بند کئے  
ہوئے تھا اس لئے گوردکے پرزہ میں اس کی صحیح پوزیشن کا اندازہ نہیں ہو سکتا  
تھا۔ جو بہنی گوردراکم ہوئی تو اس نے ٹینک کو دشمن کی طرف بڑھایا اور اس کے  
توپچی غلام جیلانی نے انتہائی درست نشانہ لگا کر دشمن کے چار ٹینک اڑا دیئے  
یہ اس محاذ کے دو پہلے بہادر تھے۔ جن کو ان بہادری پر تمغہ جرات کا اعزاز دیا گیا  
تقریباً اسی وقت جبکہ عطا محمد لڑائی میں مشغول تھا، اس کے دستہ کے کمانڈر کے  
ٹینک کو گولہ لگا۔ میجر احمد دوسرے ٹینک پر آگے بیکن اس ٹینک پر بھی گولہ آگیا۔ وہ  
تیسرے میں چلے گئے اس تیسرے ٹینک کو بھی نقصان پہنچا اس مرتبہ میجر صاحب  
قسمت نے یاد دی نہ کی اور وہ زخمی ہو گئے۔ لانس دفعدار ولاب گل نے بڑی حاضر  
دماغی سے کام لیا اور میجر کو دشمن کے گولوں کی زد سے باہر نکال لے گیا۔ اس کام  
میں وہ خود زخمی ہو گیا۔ لیکن اس کا ایثار اس کے کام آیا اور اسے تمغہ جرات دیا گیا۔  
زخمی میجر محمد احمد کو ستارہ جرات کا اعزاز دیا گیا۔

اب میجر آفندی کی باری تھی کہ وہ دشمن سے نبرد آزما ہو۔ میجر آفندی نے  
جو مقابلہ دشمن کی ٹینک فورس سے کیا۔ اس کا حال وہ اس طرح بتاتے ہیں۔

”ایک گولہ کی گونج سروں کے اوپر ستانی دی جو دشمن کے کسی ٹینک سے آیا تھا۔ مجھے سخت غصہ آیا میں تو ان کو کچا چبا جانا چاہتا تھا!“ میجر آفندی کو غصہ اس وجہ سے زیادہ تھا کہ واٹر لیس کے ذریعہ اس خبر کو سن چکے تھے کہ ان کی رجمنٹ میں ہر اول دستہ میں سوار محمد کریم جام شہادت پی چکے ہیں۔ محمد کریم و بہادر سپاہی تھے جنہوں نے برستی ہوئی آگ میں اپنے زخمی کمانڈر کی حفاظت کی تھی اور اس بہادری پر انہیں تمغہ جرات کا اعزاز دیا گیا تھا۔ میجر آفندی کے حملہ میں دشمن کے چار مزید ٹینک ضائع ہو گئے گویا پہلی بلغار میں دشمن کے ۸ ٹینک ضائع ہو چکے تھے۔ اب مزید ملک کے ساتھ دشمن نے آگے بڑھنے کی مٹھان لی کیونکہ بھارتیوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ گڈ گور نامی گاؤں کو ہر حال میں قبضہ میں رکھا جائے کیونکہ یہ چونڈہ کو آنے والی بڑی سڑک پر واقع ہے۔

بائیں سمت میجر رضا خان نے دیکھا کہ دشمن ایک حملہ کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ میچورین کے ایک دستہ کے عقب میں ایک انفنٹری کی پوری کمپنی گولہ باری کے لئے تیار ہے۔ میجر رضا خان نے اندازہ لگایا کہ اگر فوری طور پر کچھ نہ کیا گیا تو حالات خراب ہو جائیں گے۔ انہوں نے فوری طور پر ایک فیصلہ کیا کہ حالات کو سنبھالنے کے لئے بہتر ہے کہ دشمن کے حملے کی بجائے خود ایک ضرب لگا دی جائے اب تک لڑائی ہوتے ہوئے آٹھ گھنٹے ہو چکے تھے۔ انہوں نے کمانڈنگ آفیسر کی اجازت دشمن کی صفوں کو الٹنے کے لئے طلب کی۔ جو ان کو مل گئی۔

سہ پہر کے قریب میجر رضا خان نے سوچا کہ حملہ غروب آفتاب سے پہلے شروع نہیں ہو گا۔ ۵ بجے کے قریب انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ گڈ گور کو دشمن کے ٹینکوں سے خالی کرالیں گے اگر ہو سکا تو ان کا تعاقب چوبادہ کے اگلے گاؤں تک بھی کریں گے۔ میجر رضا خان نے اس حملہ کو رواد



یوں ہے۔

”میرا خیال ہے کہ دشمن اس دسم میں مبتلا تھا کہ دن بھر کی ٹھکانے والی جنگ کے بعد ہم رات بھر آرام کریں گے لیکن ہم نے ایک آدمی گھنٹہ میں حملہ کا پروگرام بنا لیا۔ غروب آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے ہم نے حملہ کر دیا میرا دستہ ایک قطار کی صورت میں دشمنوں کی صفوں کے اندر گھس گیا۔ یہ ایک بہت سخت مقابلہ تھا۔ گرو غبار میں آگ ہی آگ نظر آتی تھی۔ شعلے لپک لپک جاتے تھے گھن گرج میں کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ ہمارے ٹینکوں کے آگے بڑھنے کی رفتار سے پتہ چلتا تھا کہ دشمن پیچھے ہٹ گیا ہے۔ سارے ٹینکوں کی تباہی کے ساتھ ساتھ اندھیرا پھیلنے تک دشمن کی انفنٹری بھی گرو کے ساتھ مل کر گرو ہو چکی تھی۔ اور گڈ گور کے ارد گرد مشین گنوں کے مورچے خاموش ہو چکے تھے۔ گڈ گور کے کھنڈرات پر خاموشی چھا گئی تھی اور دشمن کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔

دس ستمبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں ”ٹائمز آف انڈیا“ نے سیالکوٹ کے محاذ پر ہونے والی جنگ میں ۸، ۹ ستمبر کا حوالہ دیتے ہوئے یہ تسلیم کر لیا کہ بھارتی فوجوں کو سیالکوٹ کے محاذ پر سخت زک اٹھانی پڑی ہے اور بہت سے جنگی سامان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گڈ گور کو دشمن نے رجمنٹل ہیڈ کوارٹر بنا رکھا تھا اس خیال کی جلد ہی تصدیق ہو گئی۔ جبکہ میجر رضا اپنے ٹینک سے باہر نکل رہے تھے ان کا خیال تھا کہ کچھ ایسے کاغذات وغیرہ تلاش کیے جائیں جن سے دشمن کی حرکات و سکنات کا علم ہو سکے۔ لیکن اچانک ہی فضا میں دو گولے ایک ہی آواز کے ساتھ پھٹے اور میجر رضا خان نے محسوس کیا کہ ان کی پیشانی سے کوئی چیز نکل رہی ہے۔ دوسرے ہی لمحے انہیں سر کے پچھلے حصہ میں درد کی چھین ہوئی انہوں نے ہاتھ سے چھوا تو ان کا تمام ہاتھ خون سے بھر گیا جلد ہی ایک نوجوان پہلی طبی امداد

کا بکس لے کر آگیا اور میجر نے اپنی مرہم پٹی آپ کی ضروری کاغذات جمع کر لئے گئے اور اپنی پوزیشن مضبوط کر لی گئی نتیجہ کے طور پر میجر رضا کے اس حملے سے بھارتی طوفان بدتمیزی کی یلغار کو گڈ گور پوری روک دیا گیا۔

دن بھر کی لڑائی میں پاک ستانی افواج کو ۱۵ ٹینک، بے شمار ٹینک شکن توپیں اور مشین گنیں درست یا شکستہ حالت میں ہاتھ لگیں۔ تقریباً ۱۵ بھارتی سپاہی مارے گئے اس ساری کہانی کا بہترین پہلو یہ ہے کہ تیس پاکستانی ٹینک پوری دور جھنڈوں جن میں کم از کم ایک سو ٹینک تھے سے لڑے اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی شجاعت و بہادری کی روایات کو زندہ کر دیا۔

کمانڈنگ آفیسر نے بعد میں ایک اخبار نویس کو بتایا کہ میجر رضا بھی بار بار اصرار کرتے تھے کہ انہیں دشمن کو واپس ان کے گھر بھیجنے کے لئے جانے دیا جائے لیکن ہم نے انہیں واپس ہسپتال میں بھیج دیا پھر بھی ان کا ارادہ پورا ہو کر رہا۔ گڈ گور میں بچے کھچے ٹینک بھی سخت نقصان اٹھا کر بھاگ گئے۔ اس معرکہ میں لانس دفعہ دار محمد اسلم اپنا ٹینک لے کر دشمن کی صفوں کے اس پار چلے گئے ان کا ٹینک دشمن کے ٹینکوں میں ہر طرف سے گھر گیا۔ لیکن انہوں نے نہ تو ہتھیار ڈالے اور نہ ہی اپنے ٹینک سے دستبردار ہوئے۔ یہاں تک کہ میجر رضا کے حملے نے حالات کو پھر سے پلٹا دیا اور محمد اسلم کو بھارتی ٹینکوں کو نقصان پہنچا کر تمنغہ جرات کے اعزاز کے حق دار ہوئے۔

میجر آفندی دشمن کے پکڑے ہوئے ٹینکوں میں سے گذر رہے تھے اور ایسی اشیا کی تلاش میں تھے جنہیں تحفے کے طور پر کسی کو دیا جاسکے۔ اس تلاش میں انہیں ایک ایسی چیز ملی جو قدر و قیمت کے لحاظ سے سب سے بہتر تھی وہ تھی: اپریشن نیپال کی سکیم جس میں بھارتی جارحانہ حملہ کی تفصیل درج تھیں

اس سے پتہ چلا کہ دشمن کی چونڈہ سیالکوٹ محاذ پر لڑنے والی فوج پہلی بکتر بند ڈویژن ہے۔ کمانڈنگ آفیسر نے بتایا کہ ہمیں یہ جان کر سخت صدمہ ہوا کہ ہم ایک بہت بڑے حملے کے ہراول دستے کے درمیان گھر گئے ہیں۔ ہم اپنی کامیابی کو سوائے خالص حقیقی کی عنایت کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ گڈ گور کا معرکہ سارے معرکہ کا نقشہ بدلنے کا معرکہ ثابت ہوا۔ بھارتی ہراول دستہ کا پاکستان کی اہم طاقت نے صفایا کر دیا تھا۔ بھارتی افواج کا گڈ گور میں سے گزرنا ناممکن بنا دیا تھا۔ اس لڑائی کی کامیابی پر ہی بھارتی حملہ کی کامیابی کا دار و مدار تھا۔ انہیں اپنے حملہ کی تمام کی تمام سکیم ناکام ہوتی نظر آئی۔ اگر گڈ گور ان کے قبضہ میں رہتا تو اپنی ساری قوت مجتمع کر کے اس جرنیل سڑک تک پہنچنے کی کوشش کرتے جو پسرور اور سیالکوٹ کو ملاتی ہے ان کے پروگرام کے مطابق پھر سیالکوٹ شہر تک رسائی ممکن ہو جاتی۔ لیکن اپنی کامیابی کو مایوسی میں بدلتے دیکھ کر اگلے دن انہوں نے اپنی مدد کیلئے بھارتی ہوائی فوج کو بلا لیا۔

۹ ستمبر ۵۵ء کی صبح کو گڈ گور کے محاذوں پر سخت بمباری کی گئی۔ بمباری کے ساتھ ساتھ بھارتی توپوں کے ذریعہ گولہ باری بھی ہوتی رہی۔ اس آگ اور لوہے کی برسات سے ہر چیز کا صفایا ہو گیا۔ جو ادھر ادھر کہیں موجود تھی۔ لیکن اللہ کی مدد سے وہ مقام جسے بھارتی توپیں اور جہاز نشانہ بنا رہے تھے۔ محفوظ رہا۔ گولہ باری کی وجہ سے بھارتی فوج اپنی ٹینکوں کی طاقت آزمانے کی جرأت نہ کر سکی۔ رات کو بھی دشمن کی طرف سے گولہ باری ہونے لگتی۔ سارے سپاہیوں اور افسروں کو یقین تھا کہ ۱۰ ستمبر کو بھارتی پھر حملہ کریں گے اور آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ افسروں اور جوانوں نے آنکھ لگانا تو درکنار کچھ کھانے پینے کا اظہار بھی نہ کیا۔

## ۳۔ چونڈہ

پچیسویں رجمنٹ ۲ گھنٹے لڑ چکی تھی اور اب اسے آرام کے لئے فارغ ہونا چاہیے تھا۔ ۱۱ ستمبر کو صبح تین بجے اس رجمنٹ کو واپس چونڈہ لایا گیا تاکہ وہ آرام کر سکے جو ابھی آرام سے بیٹھے بھی نہ ہوں گے کہ انہیں پھر اگلی صفوں میں پہنچنے کا حکم موصول ہوا۔

دشمن نے ایک اور بھر پور حملہ کیا تھا جس سے ہماری اگلی دفاعی صفوں میں ان میں ان کے آگے بڑھنے کا راستہ بن گیا تھا اور اب چونڈہ کی طرف آنے والی رٹک کو خطرہ لاحق تھا۔ اس جنگجو پچیسویں رجمنٹ کے افسران اور جوانوں نے اس طرف بڑھنا شروع کر دیا جس طرف سے خطرے کا سیلاب بڑھ رہا تھا۔ میجر صننا کی جگہ ایڈجوٹنٹ میجر سکندر نے کمان سنبھال رکھی تھی۔ اور ان کی جیب تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی۔ اچانک انہوں نے دیکھا کہ چند گز کے فاصلہ پر بھارتی پنچورین کھڑے ہیں۔ انہوں نے حاضر دماغی سے کام لیا اور جیب کا رخ بدلا اور اس وقت تک کہ دشمن ان پر گولے برساتا وہ محفوظ ہو چکے تھے لیکن نائب رسالدار سلطان بہادر کو تو رکنا آتا ہی نہ تھا۔ وہ سیدھے دشمن کے ٹینکوں سے جا ٹکرائے اور اس سے پیشتر کہ انہیں جام شہادت نصیب ہو وہ دشمن کے ڈوٹینکوں کو الٹا چکے تھے۔ پے درپے کوشش کے بعد پچیسویں رجمنٹ نے اپنی جنگی پوزیشن ۱۲ ستمبر کی صبح تک درست کر لی۔ ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ ستمبر گزر گئے لیکن سوائے معمولی معمولی جھڑپوں کے بھارتی جنگ بازوں نے اور کچھ نہ کیا۔ دراصل وہ ایک اور مہیب حملہ کی تیاری میں مشغول تھے۔

۱۶ ستمبر ۵ کو پھر حملہ ہوا۔

ہیڈ کوارٹر سے جو احکام جاری ہوئے ان میں کہا گیا کہ جب تک ایک بھی آدمی زندہ ہے اور ایک بھی گولی پاس ہے چونڈہ کو ماتحت سے نہ جانے دیا جائے اب اس پچھویں رجمنٹ کے لئے شہرتِ لازوال کا آفتاب طلوع ہونے والا تھا۔ کمانڈنگ آفیسر نے اپنے تمام دستہ کو بلایا اور انہیں ہیڈ کوارٹر کے احکام سنائے اور کہا جو انوارِ اہمِ آخری دم تک لڑیں گے اور انشاء اللہ قسمت ہمارا ساتھ دے گی۔

میجر رضا خان اب واپس آچکے تھے ان کے پاس دستہ "ج" تھا اس دستہ کے بائیں جانب چونڈہ اور جیسورال کے درمیان پوزیشن لی اور میجر آفندی کے دستہ نے چونڈہ اور گوگرالوالی کے درمیان حملہ کا انتظار شروع کر دیا۔ جنگ میں کمانڈر اپنے ماتحتوں کو شطرنج کے مہروں کی طرح بدلتا رہتا ہے لیکن جنگی حالات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے مواقع بھی آجاتے ہیں۔ جب کہ نہ تو کمانڈنگ افسر سے ہدایت لینے کا وقت ہوتا ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں افسر تو افسر بعض اوقات سپاہیوں کو بھی وقت کے مطابق اپنی عقل اور سمجھ بوجھ سے کام لینا پڑتا ہے۔ ان کی غلطیوں یا ان کے فیصلوں سے نقصان اور نفع دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ لیکن میجر رضا کے سادھتی بتاتے ہیں کہ نیلی آنکھوں والا افسر ایک اچھا دوست اور ناقابلِ تسخیر شخص ہے ایک خاموش انسان ہے۔ لیکن لڑتا ہوا ایک بھرے ہوئے شیر کی مانند ہے۔

دو بجے بعد دوپہر اس شخص نے بائیں سمت یعنی چونڈہ اور جیسورال کے درمیان حملہ کیا ایک تباہ کن جنگ ہوئی اور ایک بار پھر گرد کے قدرتی پڑے نے دشمن کو اپنے پیچھے چھپا لیا۔ گرد کے اس بادل کی پناہ میں آتے ہی دشمن نے دستہ "ج" سے لڑائی بند کر دی اور یہ چال چلی کہ ایک طرف سے گذر کر دستہ

”ج“ کو گھیرے میں لینا چاہا۔ دم لینے کے لئے وہ پھلوں کے ایک باغ کے قریب چلا گیا اور دستہ ”ج“ کو ختم کرنے کے لئے پروگرام بنانے لگا۔ لیکن میجر رضانا نے لڑنے کا فیصلہ کر لیا اور لفٹینٹ کرنل سے توپ خانہ کی مدد مانگی کرنل نے اشارے بذاتِ خود توپ خانہ کو ہدایات دیں۔ میجر رضانا نے میجر سکندر کو ساتھ لیا اور چونڈہ کے قریب ایک ٹیلہ پر جہاں لوگڑا کا مقبرہ ہے چڑھ گئے۔

جوہنی گرو کا بادل چھٹا ”ج“ دستہ حرکت میں آ گیا ایک خطرناک جنگ شروع ہو گئی دستہ ”ج“ آگے دشمن کی طرف بڑھتا گیا اور اس کے راستے میں جو کچھ بھی آیا اسے نیست و نابود کرتا گیا۔ ہر طرف موت اور تباہی چھانی ہوئی تھی بھارت کی مشہور پونا ہارس رجمنٹ لڑ رہی تھی۔ یہ لڑائی اتنے قریب سے ہوئی اور اتنے گھمسان سے لڑی گئی کہ جب گولے پھٹتے تھے تو اردگرد کی زمین بھر بھرا اٹھتی تھی۔ گولے جہاں گرتے تھے وہاں بڑے بڑے گڑھے پڑ جاتے تھے۔ باغ کے درخت جڑ سے اکھڑ گئے ان کی شاخیں ذرہ ذرہ ہو کر رہ گئیں۔

چونڈہ کے محاذ نے دشمن کے کمانڈنگ آفیسر کے ٹینک کو نشانہ بنایا جو بعد میں سترھویں پونا ہارس کا مشہور ”فخر ہند“ نکلا ہمارے وارٹیس برابر مرنے والوں کی خبریں دے رہے تھے۔ جلد ہی دشمن کی صفیں ٹوٹنے لگیں اب ان کے ٹینکوں نے دوڑنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے توپ خانہ کی ایک کمپنی کو ”ج“ دستہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جب لڑائی کا خاتمہ ہوا تو کمپنی بالکل ختم ہو چکی تھی تقریباً تین سو بھارتی جوان مارے گئے تھے۔ بے شمار ٹینک میدانِ جنگ میں بکھرے پڑے تھے میجر رضانا کا حملہ بڑا کامیاب ثابت ہوا تھا۔

۴۔۔۔ جیسوراں

جیسوراں میں بہادری کے کئی شاندار مظاہرے ہوئے۔ ایسا بھی ہوا کہ لڑائی

کے وقت ہمارا ایک ٹینک گولہ لگنے سے ناکارہ ہو گیا۔ ٹینک کمانڈر لانس و فعدار  
 غضنفر اپنے عملہ کے ساتھ باہر نکل آئے۔ بد قسمتی سے توپچی سجاول زخمی ہو چکا تھا  
 اس لئے وہ باہر نہ نکل سکا یہ دیکھ کر کہ اس کے ساتھی محفوظ جگہ پر جا رہے ہیں۔  
 اس نے غضنفر کو آواز دی۔ ٹینک کمانڈر سخت مشکل میں تھا۔ جنگ پورے  
 زور پر تھی۔ ٹینکوں کے ارد گرد بے پناہ گولے گر رہے تھے۔ فضا میں آگ کے سوا  
 کچھ نہ تھا۔ اس لئے فوری طور پر سجاول کے پاس نہ پہنچ سکا پھر بھی وہ رہنمائی پناہ گاہ  
 سے نکلا اور اپنے زخمی ساتھی کے پاس پہنچا لیکن سجاول اپنے خالق حقیقی سے جا ملا  
 تھا۔

غضنفر واپس اپنی پناہ گاہ میں آ رہا تھا کہ اسے دشمن کا ایک چھوڑا ہوا ٹینک  
 نظر آیا وہ اس میں گھس گیا اور اسے لے کر اپنی صفوں کی طرف بڑھنے لگا۔ غضنفر کے  
 ساتھیوں نے جب دشمن کا ٹینک اپنی طرف آتا دیکھا تو انہوں نے اسے اڑا  
 دینے کے لئے نشست باندھی۔ اچانک ڈھکنا کھلا اور غضنفر نے اپنی سفید  
 دھوٹی لہرائی۔ تختین و آفرین کا ایک لغزہ بلند ہوا۔ یہ ستر ہوئی پونا ہارس  
 کے کمانڈر کا ٹینک تھا۔ جس کے اندر بہت سے ایسے کاغذات بھی موجود تھے  
 جو حملہ کی دستاویزات کے طور پر محفوظ کر لئے گئے۔ غضنفر کو اس بہادری  
 اور جرأت کی وجہ سے تمغہ جرأت کا اعزاز دیا گیا۔ اسی طرح لانس و فعدار  
 محمد خالق کی کہانی ہے جس نے جیسورال میں دشمن کے بڑھتے ہوئے ٹینکوں  
 سے اپنا ٹینک ٹکرا کر شہادت پائی اس مقابلہ کو صرف ایک گھنٹہ لگا۔ لیکن  
 اس سے ظاہر ہو گیا کہ غربی محاذ کی طرف سے سیالکوٹ کو زبردست خطرہ  
 درپیش ہے۔

سترہ ستمبر کی صبح کو جانا باز چیمپوئی رجمنٹ نے بٹرڈوگر نڈی کے بائیں

حصہ کو دشمن سے بالکل صاف کر دیا۔ ٹائٹمز آف انڈیا نے پھر اس معرکہ کی خبر دیتے ہوئے لکھا کہ ایک معمولی سے گاؤں کی قسمت میں تھا کہ وہ فخر ہند ٹینکوں کا قبرستان بن جائے۔ سپرورسیا لکوٹ ریلوے لائن دشمن کی اگلی صفوں سے صرف سو میل کے فاصلہ پر تھی۔ ایک جوانی حملہ کی سخت ضرورت تھی۔ سترہ ستمبر کی رات بڑی جانکاہ تھی۔ چند گھنٹے پہلے جہاں لو سے سے لوہا ٹکرائے اور گولے پھٹنے کا شور تھا اب وہاں ایک پراسرار خاموشی طاری تھی۔ شاید ہی کوئی ایسا جوان ہو جس نے کچھ کھایا ہو یا آنکھ جھپکی ہو۔ ٹینکوں کو شدید خطرہ رات کے دوران ہوتا ہے۔

اٹھارہ ستمبر کا دن بھی یوں ہی گذر گیا۔ حملہ کرنے کا کوئی امکان نہ ہو سکا۔ جوں جوں حالات غیر یقینی ہوتے جلتے تھے توں توں تخریب زیادہ چھایا جاتا تھا۔ پورا چاند اپنی روشنی بکھیر رہا تھا۔ لیکن قریب کے درختوں یا کما د کے کھیتوں سے کسی جانور کے ہلنے چلنے کی بھی آواز نہ آتی تھی۔ پراسرار چاندنی میں ہر چیز پراسرار دکھائی دے رہی تھی یہ خاموشی بڑی روح فرسا تھی۔ دیہاتی علاقہ کی یہ چاندنی خطرات کا ایک انبار معلوم ہو رہی تھی۔ اچانک کتوں کی چیخوں کی آواز سنائی دی تو میجر آفندی نے کرنل شار کو آواز دے کر کہا: کرنل صاحب! آپ کا کیا خیال ہے کتے ہمارا ماتم کر رہے ہیں یا دشمن کا؟ کرنل شار نے میجر آفندی کو خاموش رہنے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ جاؤ ان کتوں کو بھگا دو۔ میجر رضانے تجویز پیش کی کہ اکٹھا ایک جگہ رہنا مناسب نہیں ایسا نہ ہو کہ کسی ایک ہی نشانہ میں سب ختم ہو جائیں یہ کہہ کر میجر رضانے ایک طرف کھسک گئے۔

اچانک اتنے زور کا دھماکہ ہوا کہ زمین تک کانپ گئی اور پھر تو دشمن کی طرف سے اندھا دھند فائرنگ شروع ہو گئی۔ گولوں کے گزرنے کی گونج اور



دھماکوں کی دھما دھم اتنی شدید تھی کہ درختوں کے ٹٹنے ماچس کی تیلیاں بن بن کر گر رہے تھے۔ گولوں سے نکلے ہوئے چھروں کی راہ میں جو چیز آتی تھی ختم ہو جاتی تھی۔ ایک مسلسل شعلوں کی چادر سی افق میں پھیلی ہوئی تھی جس میں سرخی زیادہ چمک رہی تھی گہرے نیلے رنگ کا دھواں گر دے بادلوں کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھ رہا تھا۔ روشنی کے گولوں میں اس بادل کا رنگ بدل بدل جاتا تھا۔ اسی برسی ہوئی آگ سے زمین کا چہرہ متاثر ہوا یہ سماں تین گھنٹے جاری رہا اور اس کے بعد پھر قدرت نے ایک معجزہ دکھایا کہ پچیسویں رجمنٹ کے مسٹی بھر جانباڑوں کو خراش تک نہ آئی تھی۔ صرف چند لمحوں کے لئے گولہ باری بند ہوئی تو میجر رضا کو دکر اپنے مورچہ سے باہر نکلے اور ٹینکوں کی سمت دوڑے۔ اگرچہ فوراً ہی بھارتی توپ خانہ نے پھر گولہ باری شروع کر دی۔ لیکن میجر رضا اپنے دستہ کو توپوں کی مار سے دور لے گئے۔ وہ جرات اور بہادری کے ایک نئے دور کا آغاز کرنے والے تھے۔

## ۵۔ لیسر اور سیالکوٹ ریلوے لائن

گولہ باری کے ساتھ ہی دشمن ایک بریگیڈ کی تعداد میں ریلوے لائن تک بڑھ چکا تھا کیونکہ ریل کی اونچی پٹری ان کے لئے ایک اچھا پردہ ثابت ہو رہی تھی۔ اس کے علاوہ رات کی گولہ باری ہمارے محافظوں کو دھوکہ میں ڈالنے کیلئے کی گئی تھی۔ بھارتیوں کا مقصد یہ تھا کہ وہ چونڈہ کے گرد گھیرا ڈال کر دفاعی دستہ پر پھیلی جانب سے حملہ کریں گے۔ حملہ کرنے والے دستوں میں آگے آگے گورکھا سکھ راجپوت جاٹ اور مرہٹہ یونٹ شامل تھے جو گولوں کی پناہ میں آگے بڑھ آئے تھے۔ رات ہونے کی وجہ سے اور کچھ گئے اور جوار کے کھیتوں کی آڑوں میں

آگے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکنے کے لئے جو فیصلہ کن جنگ ہوئی اس کی روداد میجر  
رضا کی اپنی زبانی یہ ہے۔

”مجھے یہ احساس تھا کہ رات بھر کی گولہ باری کسی اور حرکت کا پیش خیمہ ہے۔  
مجھے پورا یقین تھا کہ دشمن نے چونڈہ کو گھیرنے کی چال چلی ہوگی اور اس کی خواہش  
ہوگی کہ کسی نہ کسی طرح ریلوے لائن پر قبضہ کرے۔ چنانچہ میں سچے سچے آگیا اور  
اپنے دستہ کو درختوں کے ایک جھنڈ میں چھپا دیا وہاں سے ہم ریل کی پٹری پر  
نظر رکھ سکتے تھے۔ ٹینکوں کی موٹریں اگر چلتی رہتیں تو ان کی آواز سے ہمارا پروگرام  
غلط ہو سکتا تھا۔ اس لئے میں نے تمام موٹروں کو بند کر دیا۔ ایک پر اسرار کیفیت  
میں انتظار کافی پریشان کن ہوتا ہے۔ اگرچہ میدان جنگ میں موت اور زندگی کا  
کوئی علم نہیں ہوتا اور نہ ہی موت کا خوف ہوتا ہے۔ پھر بھی ایک خاص قسم کا  
رد عمل ہمارے حواس محسوس کرتے ہیں۔ اس وقت میرے ذہن میں اپنے بچے  
ہوئی رشتہ دار کسی کا خیال نہیں تھا۔ میرے ذہن میں اور چیزیں تھیں۔ میں  
حقیقتوں کے جلو میں تھا۔ یہ کوئی ریت کے بنے ہوئے ماڈلوں کے درمیان  
تربیت حاصل کرنے کا زمانہ نہیں تھا۔ بلکہ گزشتہ سالوں کی محنت، ایک  
امتحان سے گذر رہی تھی۔ کئی زندگیاں خطرے میں تھیں اور بیش قیمت ٹینکوں  
میں عزیز سا تھی میرے ایک نفظ پر زندگی کو موت کے منہ میں ڈالنے کیلئے  
تیار کھڑے تھے۔ ذمہ داری اور فرض شناسی کا موقع تھا۔ میں نے اپنے  
دوسرے ساتھی افسران کے متعلق سوچا میں نے کیپٹن محمود علی درانی کے متعلق  
سوچا۔ جو دن رات اپنے حواس پہ قابو رکھے کام کر رہا تھا۔ اسے مرنا منظور تھا۔ لیکن  
وہ مواصلات کا نظام ٹوٹنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ اس وقت بھی ایک مکمل  
انسان نظر آتا جب اسے دشمن کی گولہ باری میں کھڑا کر دیا جاتا۔ میں نے کیپٹن

فرخ ٹیکنیکل ایڈجوینٹ کے متعلق سوچا جس کے ذمہ یہ ڈیوٹی تھی کہ وہ مشینری کو چلنے کے قابل بنائے رکھے۔ میرے سامنے میجر سکندر تھا جو ہر وقت میرے ساتھ تھا اور جب میں زخمی ہوا تھا تو اس نے میری جگہ سنبھال لی تھی اور سب سے آخر میں میرا کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل نثار تھا جس کی حوصلہ مندی اور شجاعت نے امتحان کے ایام میں ہمیں سپہا را دیئے رکھا وہ ہر طرف ہمارے پہلو میں ہوتا اور رجمنٹ کو بہترین کردار پیش کرنے کے لئے ابھارتا تھا ان کے علاوہ ہمارے جوان تھے جن کی رہنمائی کرنا ہمارے لئے فخر تھا۔ یہ ایسے وفادار اور دلیر مجاہد تھے کہ وہ پیدل بھی دشمن پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار رہتے تھے۔

میرے خیالات یک لخت منقطع ہو گئے جب کہ ایک جوان نے آکر کہا کہ اس نے دشمن کے آنے کی آواز سنی ہے وہ ہماری طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ فوراً ہی میں نے تمام دستہ کو خبردار کیا پھر میں نے لغرہ حیدری کی آواز سنی اور میں حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ دشمن کی صفوں میں اس لغرے کا کیا مقصد ہے۔ لغرہ قریب تر آتا گیا اور پھر ایک جوان نے کہا یہ سبز وردیوں میں بلبوس دشمن ہیں ر بھارتی لڑتے وقت سبز وردی پہنتے تھے، میں نے سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا، ابھی تک اس حملہ کرنے والی فوج کو ہماری موجودگی کا علم نہ ہوا تھا۔ ہم ہلال کی صورت میں پھیل گئے روشنی کی کرن کے ساتھ ہی دشمن کھڑے ہو گئے اور دوڑ کر آگے بڑھنا شروع کر دیا ابھی تک ہمیں ہمارے متعلق کچھ احساس نہیں ہوتا تھا۔ جب انہوں نے کچی سڑک کو دیکھا تو انہوں نے جے ہند کا لغرہ بلند کیا وہ آگے بڑھے ہم نے بھی فائر کھول دیا۔ اور ساتھ ہی میں نے حملہ کا حکم دے دیا۔ بڑھتی ہوئی دشمن کی صفوں کے اوپر ہم نے توپوں کے دھانے کھول دیئے۔ ہمارے اچانک اور زبردست

حملہ سے دشمن کی صفیں بکھر گئیں اور وہ پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگنے لگے دشمن کا دفاع ٹوٹ گیا اور ابتری سی پھیل گئی بہادی مشین گنوں نے ان کے ڈھیر کے ڈھیر لگا دیئے تو پختہ خانے والے بھاگے تو ہم نے ان کا تعاقب ریلوے لائن اور اس کے پار تک کیا پھوپھی رجمنٹ کی اس بہادری اور کارکردگی سے دشمن کا محاذ پر کھولا ہوا میڈیا اور ٹر ختم ہو گیا جو کوئی بھی ٹینکوں یا مشین گنوں کی زد میں تھا اس کا پتہ کر جانا مشکل تھا دشمن کا یہ دہم بالکل ختم ہو گیا کہ وہ ہماری افواج کے سامنے اپنی صفیں درست رکھ سکتا ہے۔ جو بچے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے جو نظارے میجر رضانا نے اپنے ٹینک سے دیکھے ان کو میجر صاحب کی یادداشتوں میں نمایاں مقام حاصل رہے گا۔ گلے سڑے جسموں کی بو فضا میں دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انسانی لاشوں کو پگھلا کر تعفن میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ سارے میدان میں وہ ادھر ادھر بکھری پڑی تھیں اور میدان میں موت اور تنہائی کے سوا اور کسی چیز کا احساس نہ ہوتا تھا یہ بھارتی استعماریت کا ایک روپ تھا۔

یہ زیر دست بھارتی سپاہ جو بھارتی حکمرانوں کے تدبیر کا شکار ہوئی چونڈہ کے میدانوں میں پڑی تھی ان کے ارد گرد بے آب و گیاہ دھول تھی خشک اور ٹہنیوں سے بے نیاز ٹنڈ منڈ درخت تھے۔ انوسناک حالت میں اٹے ہوئے ٹینک تھے۔ ایک ہزار کی مضبوط ٹالین سے صرف ۵ انسراور ۱۰۵ جوان زندہ بچے بعد میں میجر رضانا نے اس علاقہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے کر دشمن کا بالکل صفایا کر دیا۔

ان کی اس ہمت و جرات پر انہیں ستارہ جرات کا اعزاز ملا۔ کرنل نثار کو بھی یہی اعزاز ملا۔ میجر سکندر کو امتیازی سند ملی جنرل موسیٰ کے علاوہ صدر ایوب نے بھی اس معرکہ کو ایک لاجواب معرکہ قرار دیا۔ بلکہ دوسرے ممالک کے جنگی دستاویز نگاروں

نے بھی پاکستانی فوج کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

#### ۶۔ چو بارہ

اپریشن نیپال کو ناکام بنانے والی کچھویں وار کے علاوہ اسی میدان میں پنجاب رجمنٹ نے بھی اپنے جوہر دکھائے۔ لیکن سترہ دن کی شدید جنگ میں پنجاب رجمنٹ نے صرف ایک بار دشمن پر جوابی حملہ کیا اور اس کی بہت بڑی طاقت کو ایک ہی ہلہ میں پانچ میل پیچھے دھکیل دیا تھا اور اسے چو بارہ سے بھی آگے لے گئے۔ دشمن کے برتاؤ میں اس مختصر سی تعداد نے اس وقت تک دشمن کو روکے رکھا جب تک ان کی مدد کے لئے مزید کمک نہ پہنچ گئی۔

پنجاب رجمنٹ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کے سات غازیوں کو معرکہ چوٹڈہ میں بہادری کے شاندار کارنامے نمایاں انجام دینے پر صدر پاکستان نے ستارہ جرات اور تمغہ جرات کے اعزازات عطا کئے ہیں۔

اس رجمنٹ کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ پہلا مجاہد جس نے وطن کی حفاظت کرتے جاہم شہادت نوش کیا وہ پنجاب رجمنٹ کا ایک نڈر سپاہی تھا۔ رجمنٹ کے جوان اپنے شہید نڈر حسین کا نام بڑے احترام سے لیتے ہیں۔ اس رجمنٹ کے جوانوں اور افسروں کے لئے یہ امر باعثِ فخر ہے کہ ان کے بہادر اور نڈر کمانڈر لیفٹیننٹ کرنل جمشید جنہیں ستارہ جرات کا اعزاز ملا ہے۔ اس سے قبل دو مرتبہ حکومت برطانیہ سے ایم سی حاصل کر چکے ہیں۔ یہ اعزازات انہیں دوسری جنگِ عظیم میں ملے تھے۔ ایم سی واپٹری کر اس کا درجہ ستارہ جرات کے برابر ہے۔

پاکستان میں سب سے پہلے نشانِ حیدر پانے والے کیپٹن مسزور شہید

اسی رجمنٹ کے تھے اور یہی وہ رجمنٹ ہے جس نے ۱۹۴۸ء میں کشمیر کی جنگ میں بے پناہ شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کیا تھا۔  
 ”اس رجمنٹ کے دو اعلیٰ افسروں ایک جو نیشنل کمیونڈ افسر دو حوالداروں ایک ایک لانس نائیک اور ایک سپاہی (شہید) کو ستارہ جرات اور تمغہ جرات کے اعزازات ملے ہیں۔ ان میں میجر محمد حسین ملک لانس نائیک غلام علی حوالدار، محمد تاج اور حوالدار محمد افضل کے نام قابل ذکر ہیں۔“

## ۷۔ سوچیت گرٹھ

سیالکوٹ شہر کے عین مشرق میں سوچیت گرٹھ کی سمت بھی پاک سرحدوں کے اندر گھس آنے والے دشمن کا یہی حال ہوا۔ یہاں پر بھارتی حملہ ۸ ستمبر کو شروع ہوا۔ لیکن ۹ ستمبر سے ہی پاکستانی افواج کا دباؤ یہاں بڑھنا شروع ہو گیا۔ ۹ ستمبر کو دشمن نے پھر سب سے بڑا حملہ کیا جس میں بے پناہ گولہ باری کا سہارا لے کر بھارتی دستے آگے بڑھنے شروع ہوئے۔ لیکن ہمارے جوانوں نے ان کی ایک بھی پیش نہ جانے دی۔ خاص مقصد کے تحت چھ سو سے آٹھ سو گز کے فاصلہ سے مار کرنے والی ٹینک ٹرک تو ہیں تیرہ سو گز کے فاصلہ سے استعمال کی گئیں اور ٹینکوں کے پد خچے اڑا کر رکھ دیئے گئے۔ پاکستان کے ایک اور دستہ نے حملہ کر کے بائیں بازوں کو توڑ کر رکھ دیا۔ اور مقامی بھارتی کمانڈر میجر جی ایس کھیر اپنے پیچھے شراب کی بوتلیں اور اپنی بیوی کا خطا چھوڑ کر بھاگ گیا۔

پڈیارہ کے قریب بھارتی پیش قدمی ہماری افواج کی مختصر سی تعداد نے مفلوج کر کے رکھ دیا۔ ظفر وال سے لے کر چونڈہ تک سڑک سے کسی میل چوبارہ اور چاروہ کی طرف اور چونڈہ سے سیالکوٹ آنے والی ریلوے لائن کے

اوپر الہرٹیشن تک بھارتی فوج کئی میل پیچھے رہی۔ الٹر سے آگے بھارتی فوج کا دوسرا سربراہ جرحہ گڑھی کی طرف تھا۔ اگرچہ ہمیں سیالکوٹ اور لاہور کی سرحد پر کچھ گاؤں خالی کرنے پڑے۔ لیکن انس میں بھارتی افواج کی کوئی بہادری نہیں رات کے اندھیرے میں تو پور ڈاکو بھی وا کر جاتے ہیں۔ لیکن پاکستانی افواج کی مداح تو ساری دنیا ہے جس نے دشمن کی یلغار کو نہ صرف روکا بلکہ اسے پسپا کر کے چار گنا زیادہ رقبہ پر قبضہ کر لیا اور ایک کے مقابلہ میں ان کا چھ کا نقصان کیا۔

## ۸۔ معرکہ لاہور

لاہور پر حملہ "اپریشن نیپال" کی پہلی کڑی تھی۔ جو چھ ستمبر کو ہی ٹوٹ گئی، ستمبر کو ہی صدر ایوب نے کہا تھا۔ بھارت نے طاقت آزمائی کے لئے سب سے پہلے لاہور کے بہادر عوام کو منتخب کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ دشمن کے تابوت میں آخری کیل بھی وہی لگا میں گے یہ توقع ملک کے صدر کی تھی اور اسے پورا کرنا ہی زندگی کی نشانی تھی۔ جنگ بے شک ایک ہولناک شے ہے۔ لیکن وہ غلامی سے زیادہ ہولناک نہیں۔ بھارت نے چھ ستمبر کی صبح کو اچانک لاہور کی سرحد تک حملہ کر دیا۔ ایک موقع پر بھارتی وزیر اعظم نے پارلیمنٹ میں کھڑے ہو کر پاکستان کو جو دھمکی دی تھی اسے سچ کر دکھایا۔ شاستری جی نے کہا تھا: "اگلا میدان جنگ بھارتی فوج خود منتخب کرے گی" عام پاکستانی سمجھے کہ شاستری جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ ان کچھ کی پٹائی کی خفت مٹانے کے لئے کہہ رہے ہیں ورنہ وہ اپنی اوقات سے خوب واقف ہیں۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ بھارتی ہیڈ کوارٹر میں واقعی ایک شیطانی منصوبہ کو آخری شکل دی جا رہی ہے۔ دن کچھ میں جنگ بندی کے معاہدہ کے مطابق پاکستان نے سرحدوں سے اپنی فوج واپس بلا لی۔ لیکن بھارت

نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی فوج مشرقی پنجاب میں بدستور رہنے دی۔ بعد میں پتہ چلا کہ بھارت نے اگلے معرکہ کے لئے یہی میدان منتخب کیا تھا جس میں ۲ گھنٹے کے اندر مغربی پاکستان کو دوحصوں میں تقسیم کرنے کا پروگرام تھا۔ بھارتی منصوبہ یہ تھا کہ لاہور پر تین اطراف سے پوری قوت کے ساتھ حملہ کیا جائے اور مغربی پاکستان کو دوحصوں میں کاٹ دیا جائے۔ منصوبہ بنانے والوں کا خیال تھا کہ وہ ۱۲ گھنٹے کے اندر لاہور کو فتح کر لیں گے۔ اور پھر ہم ۲ گھنٹے میں یا لکوٹ کو فتح کرنے کے بعد وزیر آباد تک کے علاقہ پر قبضہ کر لیں گے۔

## ۹- ایچوگل، واہگہ، باٹاپور

بھارتی سینا نے ۱۱ ستمبر کی صبح کو تین بج کر بیس منٹ پر چوروں کی طرح بین الاقوامی سرحد پار کی ۱۵ ویں انفنٹری ڈویژن نے تین مختلف مقامات بیدیاں، برکی اور واہگہ کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ اہل پاکستان کو کچھ خبر نہ تھی کہ سیوا جی کے پیر و ملک کے اندر گھس آئے ہیں۔ اس سے بھٹوڑی ہی دیر پہلے چند سکریٹ کمیونز سرحد پر پہنچی تھی اور انہیں اپنے مورچے کھودنے کا موقع بھی نہ ملا تھا کہ بھارتی فوج سیلاب کی طرح اٹڈ آئی۔ اس سیلاب کو روکنے کا کام ان سکریٹ کمیونز اور سٹیج رینجز کے کندھوں پر آپڑا۔ انہوں نے یہ فرض جس خوش اسلوبی سے انجام دیا اس کی یاد کبھی فراموش نہ ہوگی۔

مٹھی بھر جوانوں نے پانچ گھنٹہ تک دشمن کے ٹڈی دل کو روکے رکھا اتنی دیر میں ہماری فوج نے اپنے مورچے سنبھال لئے پو پھٹنے سے پہلے ہی دشمن کی فوج جلو تک آچکی تھی اور ان کی دور مار توپوں کی زد میں باٹاپور کا علاقہ تھا یہاں پر غیر ملکی جوتوں کی فیکٹری پر بھارتیوں نے سخت گولہ باری کی۔ لیکن انہیں یہ علم



نہیں تھا کہ ان کی گولہ باری سے اڑنے والے جوتے ان کے سروں پر ہی آگرے گئے۔ آسمان پر بھارتی فضائیہ اپنی میدانی فوج کی پوری مدد کر رہی تھی تاہم بھارتی فوج کے ٹینک ہنر پار نہیں کر پائے تھے۔ کہ ہماری ایک ٹینک ٹکن جیب پام اہل لے کر وہاں پہنچ گئی اسے سپاہی اکبر علی چلا رہا تھا۔ اکبر نے ایک پل گاڑی کی آڑ میں جیب روکی۔ تو پچی لانس نائیک محمد شریف نے جلدی سے نشانہ درست کیا اور شعلہ بنگر دشمن کی طرف لپکا لیکن جلدی میں نشانہ خطا گیا مگر دوسرے گولہ نے ایک بھارتی ٹینک کے پرچھے اڑا دیئے دشمن نے ان پر گولوں اور گولیوں کی برسات کر دی مگر اکبر علی بڑی ہوشیاری سے وہاں سے اوٹ میں آگئے۔ دوسری جگہ سے فائر کر کے دشمن کا ایک اور ٹینک تباہ کر دیا۔ اسی لمحے دشمن کا ایک گولہ محمد شریف کے قریب آکر پھٹا اور محمد شریف کو واہگہ کے محاذ پر پہلا شہید ہونے کا فخر نصیب ہوا۔

اکبر علی ذرا حواس باختہ نہ ہوئے اور جیب کو محفوظ مقام پر لے گئے۔ اس کا رنامہ پران کو متغیر جرات کا اعزاز ملا ہے۔ اس کے مھوڑی ہی دیر بعد ہمارے ٹینک بھی محاذ پر پہنچ گئے یہاں میجر محمد امین مغل نے ٹینکوں کی لڑائی میں اپنی ہمت و مہارت کے جوہر دکھائے۔ آن کی آن میں دو بھارتی ٹینک تباہ کر دیئے گئے۔ لڑائی کے دوران دشمن کا ایک گولہ ان کے ٹینک سے لگا۔ جس سے وہ زخمی ہو گئے۔ مگر ہماری پیدل فوج توپ خانہ اور سکواڈرن کی مشرکہ و مرلوبت مساعی سے دشمن کی پیش قدمی ہنر کے اس پار ہی روک دی گئی تھی اور بعد میں بھی ان کے ناپاک قدم باوجود کوششوں کے آگے نہ بڑھ سکے۔

اس اثنا میں محاذ کے کمانڈر بریگیڈیر اے، کیو۔ شیر عین ہنر کے پل پر شیر دل کی طرح کھڑے جنگی ہدایات دے رہے تھے۔ بھارتی فوج اس پل کی اہمیت

سے آگاہ تھی۔ لہذا اس پر قبضہ کرنے کی سر توڑ کوششیں کر رہی تھی۔ آخر کار طے پایا کہ دشمن کا منصوبہ خاک میں ملا دینے کے لئے یہ پل اڑا دیا جائے اس مقصد کے لئے ضروری تھا کہ بھارتی فوج کو پل سے مزید پیچھے دھکیل دیا جائے۔ یہ کھٹن کام میجر انور حسین شاہ نے انجام دیا وہ سرفروش جوانوں کا ایک دستہ لے کر ہنر کے پار چلے گئے۔ اور جاتے ہی دشمن کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

ایک اور دستہ پل توڑنے میں مصروف تھا پل کچھ اتنا سخت تھا کہ گولیوں اور گولوں سے بھی اس کا کوئی ستون نہ گرا۔ آخر چند جوان گولیوں کی بارش سے گر کر پل کے نیچے پہنچے اور ڈائنامیٹ لگا کر چند لمحوں میں ایک ہیبت ناک دھماکے سے پل اڑا دیا۔ اب دشمن کی راہ میں ایک ہزار ایک خلیج حائل تھی۔ جو بھارتی فوج کے لئے سات سمندر بن گئی، ہنر کے پار میجر انور حسین شاہ نے بہادر کی اور قائدانہ خصوصیت کا جو اعلیٰ مظاہرہ کیا اس پر انہوں نے ستارہ جرات کا اعزاز حاصل کیا۔

اگرچہ پل ٹوٹ چکا تھا اور دشمن کی طاغوتی طاقت کا ریلہ کھتم کیا تھا مگر وہ ابھی دوسرے کنارے پر نظر آ رہا تھا۔ ہماری دفاع کرنے والی فوج کو حکم ملا کہ کسی محفوظ مقام سے ہنر کو پار کرے اور سارے علاقہ کو دشمن سے خالی کرائے اس ہم کی ذمہ داری بکنز بند دستہ کے میجر نذر حسین خاں کے سپرد ہوئی انہیں آٹھ بجے صبح یہ حکم ملا کہ ہنر پار کر جائیں اور پرانی بھینی کے پل کے مقابل پوزیشن لیں تاکہ دشمن کے آگے بڑھنے کا راستہ مسدود ہو جائے۔ اس کام کو فوجی اصطلاح میں "برج ہیڈ" کہتے ہیں۔

جنگ میں یہ کام بلیٹن سے لیا جاتا ہے۔ مگر اس موقع پر یہ ممکن نہ تھا۔ لہذا پہلی مرتبہ ٹینکوں سے "برج ہیڈ" بنانا پڑا۔ جغرافیائی محل وقوع نے اس کام کو زیادہ مشکل بنا دیا تھا۔ ہمارے ٹینکوں کو پار جانے کے لئے سائٹن سے گزرنا

تھا۔ سائمن تک جانے کے لئے ہنر کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ ایک ایک کی قطار میں جانا تھا۔ یہ ساری جگہ بالکل کھلی تھی اور بھارتی توپوں کی عین بھارتی توپوں کے سامنے سے گزر کر یعنی پل کے مقابل واپس آنا تھا۔ میجر نذر حسین کی زیر قیادت ٹینک سکواڈرن نے اس مہم کا پہلا مرحلہ بخیر بخوبی طے کر لیا اور وہ سائمن تک پہنچ گئے۔

ہمارے جوانوں کی ہمت اور اولو عزمی کا اندازہ اسی بات سے لگایئے۔ کہ سٹرائٹنگ فورس کے قائد بریگیڈ ڈرائے کیوشیر نے دشمن کی گولیوں کی بوچھاڑ میں پورے اطمینان کے ساتھ شیوا اور غسل کیا۔ اسی اثنا میں ٹینک سکواڈرن نے سائمن پار کرنے کی تیاری مکمل کر لی۔ پہلے ٹینک میں خود میجر نذر حسین بیٹھے تھے۔ ان کے آگے بڑھتے ہی دشمن نے گولوں کی بوچھاڑ کر دی۔ وہ تو بحفاظت گذر گئے۔ مگر ان کے پیچھے آنے والے ٹینک پر دشمن کا گولہ لگا۔ تیسرے ٹینک نے ذرا دک کر دشمن پر ایسی گولہ باری کی کہ باقی ٹینکوں کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔ اس ٹینک کے توپچی رسالدار غلام علی نے شجاعت کی روشن مثال قائم کی اور آخر ایک گولہ لگنے سے اپنے ٹینک ہی میں جل کر شہید ہو گئے۔ اب ہنر پار کر لی گئی تھی۔ ساڑھے گیارہ بجے تک ہمارے جوان اپنے ارادہ میں کامیاب ہو چکے تھے۔ اور ہنر کے پار جا کر برج ہیڈ بنانے میں کامیاب ہو گئے اور دشمن سے دست بدست لڑائی کے لئے راہ ہموار ہو گئی تھی۔ مگر اس طرح کہ ادھر کے ایک جوان کے مقابلہ میں دشمن کے چھ ٹینک تھے۔

سٹرائٹنگ فورس نے اپنی پوزیشن مضبوط بنا کر ۹ ستمبر کی صبح کو اپنے طوفانی حملہ کا آغاز کیا۔ ٹینک سکواڈرن صبح چھ بجے حرکت میں آیا اور ڈیڑھ گھنٹہ کی مختصر مگر خونریز لڑائی کے بعد جی ٹی روڈ پر دشمن کا ایک ٹینک تباہ ہوا اور دوسرے بالکل چالو حالت میں پکڑ لئے گئے۔ جی ٹی روڈ کے دائیں لاکھ لاکھ ہوا پر

ایک اور پاکستانی دستہ برسرِ بیکار تھا۔ اس دستہ کے جوانوں کو احساس تک نہ تھا کہ وہ حملہ آور فوج ۱۵ ویں انفنٹری ڈویژن کے ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز پر پہلہ بول رہے تھے۔ میجر نذر حسین کے سکوڈرن کے چند ٹینک اور پیدل فوج کا دستہ لغزہ مارے تکبیر بلند کرتا ہوا اس طرح جھپٹا کہ پہلے ہی ہلہ میں دشمن کے ڈیڑھ سو سپاہی ہلاک کر دیئے۔ باقی جان بچانے کے لئے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے پاکستانی جوانوں نے تعاقب کیا مگر وہ ہاتھ نہ آئے یہاں میجر جنرل نرنجن پرشاد کی جیب ہاتھ آئی جس سے ان کی ڈائری، چھتری نقشے اور دیگر کاغذات برآمد ہوئے۔ جنرل نرنجن پرشاد پتہ گئے۔ لیکن ان کی جیب پاکستانی بچوں کو کراچی اور لاہور میں دشمن کے ہتھیاروں کی نمائش میں سیر کرا چکی ہے۔ اور انہیں یاد دلاتی ہے کہ یہ بھارتی استعمارت کی ایک نشانی ہے۔ اس مہم میں حوالدار فیض بھٹی کو جرات رندانہ دکھانے پر تمنغہ جرات اور میجر نذر حسین کو ستارہ جرات عطا ہوا۔ اسی دن دوپہر کے بعد تک ہمارے جوان دشمن کو دھکیلتے ہوئے واہگہ کے بالمقابل پہنچ گئے۔

واہگہ کے معرکہ میں بار بار ناکامیوں کے بعد دشمن نے لاہور کے چودہ پندرہ میل شمال مشرق میں مقبول پور کے راستے ہمارا دفاعی حصار توڑنے کی کوشش کی ۱۳ ستمبر کو بھارتی فوج کی زبردست جمعیت اس مقام کی طرف بڑھی مگر پاکستانی فوج نے دندان شکن جواب دیا۔ اگلے روز بھارتی فوج نے تو سچانہ اور ٹینکوں کی مدد سے ایک اور حملہ کیا مگر اسے بھی سپا کر دیا گیا۔ ایچو گل کے مقام پر دشمن کی جو پٹائی ہوئی اسے تو جھوٹ کی پٹاری "آکاش وانی" نے بھی تسلیم کیا ہے درپے شکستوں کا بدلہ لینے کے لئے دشمن نے اپنی فوج کی از سر نو صف بندی کی نئی کمک حاصل کی اور ۱۸ ستمبر کی رات کو واہگہ اٹارہ کی سیکڑ میں پورہ کی قوت کے ساتھ حملہ کر کے پیش قدمی کی کوشش کی۔ اس مقصد کے لئے دو طرف سے حملہ کیا

کیا۔ مگر دونوں مقامات پر اسے بھاری نقصان پہنچا کر پسپا کر دیا گیا۔

اس رات میجر ضیاء الدین اوپل نے مسمی بھرجوانوں کے ساتھ بھارت کے ایک پورے بریگیڈ کو روک دیا۔

آخر پانچ دن کی تیارگی کے بعد بھارت نے نیا اور آخری حملہ کیا۔ اس نے اس مقصد کے لئے مین فائر بندی کا وقت منتخب کیا۔ پہلے دن کے بارہ بجے جنگ بند ہو جانی تھی۔ مگر بھارت نے اقوام متحدہ سے مزید ۱۵ گھنٹے کی مہلت حاصل کر لی اور پھر بارہ بجے سے پہلے ہی واہگہ پر پورے دو بریگیڈوں کے ساتھ بھرجوانوں کو دیا۔ بھارتی جرنیلوں کا خیال تھا کہ وہ ایک ہی ریلہ میں پاکستانی فوج کو پیچھے ہٹا دیں گے۔ اور پھر پاکستانی فوج کے جوانی حملہ سے پہلے ہی فائر بندی ہو جائے گی۔ بریگیڈیئر اے کیوشیر نے یہ چیلنج بخوشی قبول کیا۔ اور وطن کی حفاظت کرنے کے لئے پاکستانی جوانوں کو سچانہ اور فضا بیہ نے مل کر دشمن کا حملہ ناکام بنایا کہ بھارتی اسے کبھی نہ بھول سکیں گے۔

بھارتی فوج کا جو مقصد، ا دن کی پوری زور آزمائی سے بھی حاصل نہ کر سکی تھی اسے فائر بندی کے بعد دھوکہ بازی سے حاصل کرنا چاہا۔ بھارتی سپاہی فائر بندی کے بعد بچوں کی طرح دوڑتے ہوئے آئے اور جہاں تک آسکتے تھے۔ آئے اور دھڑا مار کر بیٹھ گئے پاکستانی جوان چاہتے تو ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتے مگر انہوں نے معاہدہ کی پابندی کو ہی ترجیح دی۔

واہگہ کے محاذ پر، اردن کی لڑائی میں تقریباً ساٹھ لاکھ گولے چلائے مگر حاصل کیا کیا؟ جی ٹی روڈ پر ایک چھوٹی سی پٹی اور وہ بھی ارد گرد سے خطروں میں گھری ہوئی اس محاذ پر بریگیڈیئر اے کیوشیر نے جس بے جگری اور اعلیٰ قائدانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا اس پر انہیں ہلالِ جرات کا اعزاز دیا گیا ہے۔

## ۱۰۔ ہڈی پارہ

لاہور پر سہ طرفہ حملہ میں ہریکے بر کی روڈ کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ بھارتی جرنیلوں کو یقین تھا کہ اگر انہیں واہگہ کے راستہ لاہور میں داخل ہونے کا راستہ ملا تو وہ بر کی کے راستے لاہور پر قبضہ جمانے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے مگر انہیں کیا خبر تھی کہ اس سڑک پر انہیں ایسے پاکستانی جوانوں سے سابقہ پڑے گا جن کی ایک کمپنی بھارت کے پورے بریگیڈ پر بھاری ہے اور جن کے مفرد میں بہادری اور دلاوری کے اعلیٰ ترین اعزازات لکھے ہیں۔

۴ ستمبر کی رات کو بھارتی فوج کے ایک بریگیڈ اور ٹینک رجمنٹ نے پاکستانی کسٹم چوکی پر حملہ کیا۔ میجر شفقت حسین خان بلوچ کی کمپنی گونڈی سے ادھر ہڈی پارہ میں متعین ہوئی تھی اور ابھی اس نے مورچے بھی نہیں بنائے تھے کہ انہیں ٹیلی فون پر حملہ کی اطلاع ملی وہ صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے سرحد کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ستلج ریجیڈ کے چار جوانوں سے حالات معلوم کر کے واپس آگئے اور اپنے جوانوں کو مختلف ناکوں پر متعین کر دیا۔ ان کے پیچھے سیم نالہ تھا اور آگے دشمن ساڑھے چار بجے کے قریب دشمن کے ٹینک وہاں دکھائی دیے ان کے آگے سینکڑوں مسلمان تھے جنہیں بھارتی فوج نے گھروں سے نکال دیا تھا۔ جنگی تقاضا تھا کہ دشمن کی پیش قدمی روکنے کے لئے پل کو اڑا دیا جائے مگر حالات کا تقاضا تھا کہ ہما جروں کو پل سے گزرنے کی مہلت دی جائے اس کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ دشمن کو پل سے دور رکھا جائے۔ لانس نائیک انور خان مشین گن لے کر نالے کے دوسرے کنارے پر چلے گئے اور قہر بن کر دشمن پر ٹوٹ پڑے ایک اور جوان غلام احمد نے راکٹ چلا کر ایک بھارتی ٹینک تباہ کر دیا۔ بھارتی

فوج کے قدم وہیں رک گئے مہاجرین بحفاظت پل کے پار چلے گئے اور پھر بل اٹھا دیا گیا۔

دشمن نے بائیں جانب سے مایوس ہو کر دائیں جانب سے حملہ کیا مگر یہاں بھی وہی حشر ہوا۔ نائیک مصنف خان نے ٹینک ٹرک توپوں کو اس قدر مہارت اور جرأت کے ساتھ استعمال کیا کہ سترہ فائروں میں ۸ ٹینک تباہ کئے انہیں اس کا نامہ پرستارہ جرات ملا اسی کمپنی کے حوالدار محمد افضل نے جان جو کھوں میں ڈال کر دشمن کی راہ روک لی۔ محمد افضل نے دس اور گیارہ ستمبر کی درمیانی رات کو بھی بے مثال جرأت کا مظاہرہ کیا اور لڑتے ہوئے زخمی ہو گئے۔ اس کے باوجود دشمن کے سپاہی ہو جانے تک اپنے جوانوں کی قیادت کرتے رہے اور انہیں بھی ستارہ جرات کا اعزاز ملا۔

میجر شفقت حسین بلوچ ہڈی پارہ تالہ پر دشمن سے لڑتے ہوئے زخمی ہو گئے تھے انہیں معلوم تھا کہ ان کے جوانوں کا ایک پورے بریگیڈ سے مقابلہ ہے مگر انہیں یہ بھی احساس تھا کہ ان کے بریگیڈ نے ابھی تک پچھلے مورچے مستحکم نہیں کئے لہذا وہ اس مایوس کن صورت حال میں بھی بے جگر می کے ساتھ لڑتے رہے۔ اور مسطحی بھر جوانوں کی مدد سے ایک بریگیڈ کو مسلسل اگھنٹے روکے رکھا اور پھر جب مورچے مضبوط ہونے کی اطلاع ملی تو پیچھے ہٹ کر دفاعی موپوں میں چلے گئے انہیں ستارہ جرات ملا اور ریکارڈ میں لکھا ہے: "اگر وہ اتنی بہادری نہ دکھاتے تو لاہور کا پورا دفاع خطرے میں پڑ گیا ہوتا"

ہڈی پارہ ہی وہ گاؤں ہے جہاں ستر سالہ امام مسجد نے دشمن کو پاکستانی افواج کی نقل و حرکت بتانے سے انکار کرنے پر سینہ پر تین گولیاں کھا کر جام شہادت نوش کیا۔ ایک سکول ماسٹر نے وہاں سے نکلنے سے انکار کر دیا

اور ساری دنیا پر یہ واضح کر دیا کہ پاکستان کی افواج کے ساتھ پاکستانی قوم کے دل اس طرح وابستہ ہیں کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں ایک ہو جاتے ہیں۔

## ۱۱- برکی

بڈیادہ میں میجر شفقت نے جرأت دکھائی تھی تو برکی کے معرکہ میں میجر راجہ عزیز بھٹی نے شجاعت کے نئے باب رقم کئے۔ میجر راجہ عزیز دفاع پر مامور تھے انہوں نے دشمن کی پیش قدمی روکنے کے لئے بارودی سرنگیں بچھانے کی کوشش کی مگر بھارت کی اندھا دھند گولہ باری اور بم باری کے باعث آپ کامیاب نہ ہو سکے اور ۸ ستمبر تک دشمن موضع برکا کلاں تک بڑھ آیا اب برکی بھی دشمن کے ٹینکوں کی زد میں آ گیا۔ دشمن کا دباؤ بڑھتا گیا مگر اس کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور ۱۱ ستمبر تک دشمن کو بے بس بنائے رکھا آخر اعلیٰ حکام کے حکم پر پیچھے ہٹ آئے جب وہ بی آئی بی ہنر پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں دشمن پہلے ہی موجود ہے۔ اسی دوران میں اطلاع ملی کہ چند زخمی اور گاڑیاں پیچھے رہ گئی ہیں۔ انہوں نے اپنے جوانوں کو اکٹھا کیا اور ہنر پر قابض ہونے پر حملہ کر دیا وہ خود ٹینکوں کے لئے حملہ کی قیادت کرتے رہے تھوڑی دیر میں دشمن پسپا ہو گیا۔ اس کے بعد زخمیوں اور جوانوں کو بحفاظت تمام ہنر کے مغربی کنارے پر پہنچایا اور خود سب سے آخر میں اس طرف پہنچے ہنر کے اس کنارے پر اگر بھی انہوں نے دشمن کے خلاف جنگ جاری رکھی اور ایک کھلی اور اونچی جگہ کھڑے ہو کر اپنے توپچیوں کو ہدایت دیتے رہے اور اسی حالت میں ۱۲ ستمبر کو جام شہادت نوش کر گئے انہیں فوج کا سب سے بڑا اعزاز نشان حیدر دیا گیا میجر راجہ عزیز بھٹی کی قربانی کو ساری قوم نے سراہا ہے، ان کا کردار ایک مثالی کردار



بن گیا ہے۔ جب بھی شہیدانِ وطن کا تذکرہ لکھا جائے گا۔ ان کا نام سرفہرست ہوگا۔ وہ پاکستانی قوم کے دوسرے ہیرو تھے۔ جنہیں بہادری اور شجاعت کا سب سے بڑا اعزاز "نشانِ جید" دیا گیا۔

برکی کے محاذ پر بریگیڈیئر امیر عبداللہ خان نیازی ملٹری کراس ستارہ جرات کی زیر قیادت ہمارے مٹھی بھر بولوں نے بڑی دلیری کے ساتھ دشمن کے حملے روکے۔ اردنوں میں بھارتی فوج نے ایک ڈویژن کی قوت کے ساتھ ۲۴ حملے کئے گئے جو سب کے سب ناکام بنا دیئے گئے۔ دشمن نے لاہور پر قبضہ جمانے کی خاطر دو مرتبہ پوری قوت سے ہنر عبور کرنے کی کوشش کی مگر ان کی ایک بھی کوشش کامیاب نہ ہوئی اور وہ فوجوں کی واپسی تک وہیں رہے جہاں روک دیئے گئے تھے۔ بریگیڈیئر امیر عبداللہ خان نیازی کو ہلالِ جرات کا اعزاز دیا گیا۔ بھارتی کمانڈر انچیف نے لاہور جھانہ میں جشنِ فتح منانے کا اہتمام کیا تھا اور وزیرِ دفاع چوٹن تو تقریر لکھ کر روانہ ہی ہو گئے تھے۔ مگر دونوں کو ندامت اٹھانی پڑی۔ ان کا ٹڈی دل لشکر، ادن میں چند میلوں سے زیادہ پیش قدمی نہ کر سکا۔

دشمن نے جی ڈی روڈ، برکی روڈ اور لکھو ڈاہر روڈ پر دو ڈویژن انفرنٹری یعنی ساتویں اور نپندرھویں ڈویژن کے ساتھ حملہ کیا۔ ان ڈویژنوں کو دو ٹینک رجمینٹوں اور ایک توپخانہ کی امداد بھی حاصل تھی دشمن نے بھینی پل پر قبضہ کے لئے بٹالین اور بریگیڈ کی قوت سے ۱۴ مرتبہ کوشش کی مگر ہر بار ناکام رہا۔ بھینی پل جو ہنر کے ایک میل مشرق میں ہے ۱۴ حملے کئے مگر منہ کی کھائی واگہ جی ڈی روڈ پر ۲۴ بھر پور حملے کئے گئے۔ فائر بندی سے ایک دن پہلے تو پورے ڈویژن کے ساتھ حملہ کیا۔ مگر سڑک کے چند میل کے ٹکڑے سے زیادہ کچھ حاصل نہ ہوا، برکی

سیکڑ میں ۲۴ حملے پکائے گئے۔

پاکستان کے کمانڈر انچیف نے ۲۹ ستمبر کو لاہور کے محاذ پر لڑنے والوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "میں اس عظیم شہر کے دلاور اور شجاع محافظوں کو سلام کرتا ہوں۔"

اہل لاہور ہی نہیں پاکستان کے دوسرے سارے باشندے ان جوانوں کو عقیدت اور محبت کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ جنہوں نے ننھے بچوں کی مسکراہٹوں کو جلا بخشی اور عفت مآب، دوشیزاؤں کے حجاب سلامت رکھے۔

## ۱۲- بیدیاں

بیدیاں کے مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر کو بہت سے لوگوں نے کہا کہ یہاں خطرہ ہے اس لئے یہاں سے کچھ دنوں کے لئے ادھر ادھر ہو جانا بہتر ہے لیکن ہیڈ ماسٹر صاحب کو اپنے سکول سے کچھ اتنی محبت تھی کہ انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ کچھ بھی ہو وہ وہاں سے نہیں ٹلیں گے اور انہوں نے ایسا کر دکھایا ان کے ارد گرد گولے پھٹتے رہے۔ سرچ لاسٹ کی روشنیاں پھلتی رہیں دھماکوں سے در دیوار کانپتے رہے لیکن وہ وہاں سے نہیں ٹلے۔

ان سے جب پوچھا گیا کہ آخر وہ کونسی بات ہے جس نے آپ کے اندر اتنی ہمت پیدا کر دی تھی تو انہوں نے کہا پہلے ہی دن میں نے ایک فوجی انسٹر سے پوچھا تھا کہ بیدیاں کو کوئی خطرہ تو لاحق نہیں۔ تو فوجی انسٹر نے جواب دیا تھا خطرہ تو ضرور ہے لیکن اطمینان رکھیے۔ دشمن رات کے اندھیرے میں ہمیں غافل پا کر جتنا اندر آ گیا ہے۔ اس سے آگے وہ ایک قدم بھی نہیں آسکے گا اور پھر یہاں سے جانا ہی ہوا تو آپ کو بڑا وقت مل جائے گا۔ کیونکہ یہ

سامنے بہتی ہوئی ہمارا سب سے بڑا مورچہ ہے اور ہم اب دشمن کو اس بہرے آگے نہیں بڑھنے دیں گے۔

یہ سچ ثابت ہوا دشمن نے جنگ کے سترہ دنوں میں چوبیس دفعہ حملہ کیا کہ وہ بیدیاں کے مقام پر بہرے بھڑک کر کے آگے بڑھ کر کھیم کرن کے علاقہ پہ قابض ہماری افواج کی سپلائی لائن کو توڑ دے۔ لیکن ہوائی امداد کے باوجود اس کے ٹینکوں کی تابلیاں ٹیڑھی کر دی گئیں اور اسے بہرے سے بھی میل بھر دور رکھا اور دشمن فوجی اہمیت کی کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکا۔

### ۱۳۔ سلیمانکی فاضلکا

لاہور پر سہ طرفہ حملہ بھارتی طاقت کا ایک ریلہ تھا۔ جسے یہ یقین تھا کہ وہ جس سے بھی ٹکرائے گا اسے پاش پاش کر کے رکھ دے گا۔ لیکن اس کا یہ انداز غلط نکلا۔ اسی حملہ کی ایک شاخ نے سلیمانکی، فاضلکا کے علاقہ میں ہماری افواج کو دعوت عمل دی۔ پاکستانی افواج کی ہمت و جرات اور شجاعت نے یہاں بھی بھارتی سینا کو عبرت ناک شکست دی انہوں نے نہ صرف سلیمانکی پیدورکس کو سچا یا بلکہ چالیس میل کے زرخیز بھارتی علاقہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

لاہور پر ۴ ستمبر کے حملے کے ساتھ ہی طاقت کے نشہ میں چور بھارتی افواج آگ اور لولہ لے کر بڑھیں۔ ہماری افواج نے بھی پیشقدمی کی۔ بھارتی پوزیشن کا جائزہ لینے کے بعد ہماری افواج نے ان پر حملہ کر دیا۔ چھ اور سات ستمبر کی رات کے اندر ہی صلو قیہ اور پاکانامی چوکیوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ جھنگڑے کے مقام پر بھارتیوں نے کافی زبردست حملہ کیا اور گھمان کی لڑائی ہوئی۔ بھارتی سینا نقصان اٹھا کر کھلے میدان میں بنے ہوئے مورچوں میں پناہ گزین ہوئیں یہاں سے ان کو تین چن

کر نکالا گیا اور نتیجہ کے طور پر دس بجے رات تک جھنگڑ پر مکمل قبضہ ہو گیا۔  
 بھارتی سینا نے بہت کوشش کی لیکن وہ پاکستانی افواج کے بڑھتے ہوئے  
 قدموں کو نہ روک سکی۔ گجرات کے بارے اس نے بھارتی فضائیہ کو اپنی مدد  
 کے لئے پکارا۔ اگلی صبح بھارتی حکمرانوں نے پانچ جیٹ طیارے اپنی میدانی  
 فوج کی مدد کے لئے اور سلیمانکی ہیڈورس کو تباہ کرنے کے لئے بھیجے۔ بھارتی طیارے  
 کافی وقت تک بم اور راکٹ پھینکتے رہے لیکن دوسرے مقامات کی طرح یہاں  
 بھی اللہ کا فضل شامل حال رہا اور کوئی بم یا راکٹ نشانہ پر نہ گرا۔ کچھ تو پانی میں  
 گرے ایک صادقہ ہنر میں گرا۔ دور راکٹ ہیڈورس سے پانچ میل دور حویلی  
 نامی ایک گاؤں میں پھینکے گئے جن سے دو پڑا من سٹہری شہید ہوئے یہاں  
 پر بھی بھارتیوں نے دو بھینسیں بھی مارنے کا شرف حاصل کیا۔ اور آکاش وانی  
 نے بھینسیوں کو ٹینک بنا دیا۔ اللہ اللہ بھارتی آنکھیں اتنی چندھیا گئیں تھیں کہ پاکستانی  
 بھینسیوں کو بھی ٹینک سمجھنے لگی تھیں۔

بھارتی جہازوں نے پاکستانی علاقہ میں ایک نگرانی کرنے والے ٹاور پر  
 بھی حملہ کیا۔ لیکن یہ حملہ ناکام رہا۔ سوائے گولیوں کے نشانات کے یہ نگرانی کرنے  
 والا مینار آج بھی کھڑا ہے۔ اس مینار کو اس وقت پاکستانی افواج دشمن پر  
 حملہ کرنے اور توپوں کی ہدایت کے لئے استعمال کرتی رہیں۔ اس ٹاور کے اوپر  
 جو گولیاں لگنے کے نشانات ہیں وہ بھارتی پائلٹوں کے نشانہ کا مذاق اڑاتے نظر  
 آتے ہیں۔

اس کے بعد بھارتی ٹینکوں کی یلغار لے کر پاکستانی افواج کو پیش قدمی  
 کرنے سے روکنے کے لئے آئے۔ بہادی بہادر افواج نے موت و حیات کی  
 پرواہ کیے بغیر پیش قدمی جاری رکھی اور ایک کے بعد دوسری بھارتی چوکی

پر قبضہ کرتے چلے گئے۔ سواری والی، چائن والی، خانوالہ تیج سنگھ والا، کھوکھر اور مہار سونا پر قبضہ کے علاوہ پاکستانی فوج نے ہندوستان کی چوکیاں جی جی جی جی جی جی جی جی کو بھی لے لیا۔

۲۳ ستمبر کو جب فائر بندی کی گئی اس وقت تک پاکستانی، افواج اس علاقہ میں چالیس مربع میل بھارتی علاقہ پر قابض ہو چکی تھیں۔ اس علاقہ میں کپاس کی فصل بڑی اچھی تیار کھڑی تھی۔ دشمن کو جانی اور مالی کافی نقصان ہوا۔ اس کے اڑتیس سپاہی مارے گئے۔ بارہ زخمی ہوئے اور چودہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے علاوہ بہت سا جنگی اہمیت کا سامان بھی ہاتھ لگا۔

اس معرکہ میں پاکستانی سپاہیوں نے بہترین جنگی مہارت کا ثبوت دیا ان کی جرات کی تعریف کی گئی اور ان کے کارناموں کی قدر کی گئی لیفٹیننٹ کرنل امیر حمزہ اور میجر محمد اسلم جنجوعہ کو ستارہ جرات کا اعزاز دیا گیا سپاہی محمد اصغر کو متمغہ جرات ملا۔

پاکستانیوں کے ہاتھ رسوا کن شکست بھارت کے لئے بڑی شرم کی بات تھی۔ اس لئے یو۔ این۔ او میں مٹر چھا گلہ نے بھارت کی درست نمائندگی کی اور اس وقت اور اسی جگہ فائر بندی کے لئے رضا مندی کا اظہار کیا۔ لیکن اندرونی طور پر پاکستان سے پاکستان کے قبضہ میں آنے والے علاقہ کو واپس لینے کے لئے سخت تیاریوں میں مصروف تھے۔ ۲۳ ستمبر کو بھارتیوں نے ایک درخواست بھیجی کہ مقامی کمانڈروں کی ایک ملاقات ہو اور فائر بندی لائن کے متعلق بات چیت کی جائے۔ اگلے دن ایک میٹنگ ہوئی اور بھارتی کمانڈر نے یہ فیصلہ کیا کہ پاکستانی فوج چائن والا کا علاقہ خالی کر دے کیونکہ یہ علاقہ پاکستان نے فائر بندی کے بعد لیا ہے پاکستانی

کمانڈر نے بھارت کے اس دعوے کو غلط قرار دیا اور پانچ ماہ سے واپس ہونے سے انکار کر دیا۔ البتہ ایک قریبی گاؤں مٹھیاوالہ کے متعلق جو زیر پیش کی کہ اسے قبضہ کسی قبضہ کے شمار کر لیا جاتا ہے۔ اس پر کسی کا بھی قبضہ نہ ہوگا۔ پاکستان کا نہ بھارت کا لیکن اس تجویز کو بھارت نے قبول نہیں کیا۔

## ۱۴- چائنہ والہ

یہ ۲۵ ستمبر کا واقعہ ہے۔

ایک بھارتی بریگیڈ کمانڈر جو لیٹیننٹ کرنل تھا بعد دوپہر ہمارے ایک کمپنی کمانڈر سے ملنے آیا۔ جو ایک کمپنن تھا بھارتی بریگیڈ کمانڈر نے ہمارے کمپنی کمانڈر کو کہا کہ وہ چاہتا ہے کہ پاکستانی فوج چائنہ والہ کا علاقہ خالی کر دے ہماری کمپنی کمانڈر نے اسے بتایا۔ چونکہ چائنہ والہ پر قبضہ فائر بندی سے پیشتر کیا گیا تھا اس لئے یہاں سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہم یہاں ہیں اور یہیں رہیں گے۔ بھارتی بریگیڈ نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھا اس وقت شام کے ۴ بج کر ۳۵ منٹ ہو رہے تھے وہ کہنے لگا: "بہت اچھا میں آپ لوگوں کو ۲۵ منٹ کی مہلت دیتا ہوں کہ آپ چائنہ والہ خالی کر دیں ورنہ پھر میں خود طاقت کے ذریعہ لے لوں گا۔"

ہمارے کمپنی کمانڈر نے کہا "بڑی خوشی سے ہم آپ کا استقبال کریں گے" یہ کہہ کر ہمارا کمپنی کمانڈر واپس اپنی چوکی پر آگیا اور فوراً اپنے دستوں کو تیار رسنے کا حکم دے دیا۔ ساتھ ہی اس نے فوراً کمانڈر کو بھارتی بریگیڈ کے الٹی میٹم کی اطلاع بھی دیدی اور وقت بھی بتا دیا۔ منٹوں میں ہی سارے تیار ہو کر بھارتی حملہ کا انتظار کرنے لگے۔

ٹھیک پانچ بجے بھارتی دستوں اور ٹینکوں نے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ دس منٹ بعد بھارتی ٹینکوں نے پہلا فائر کیا۔ پھر کیا تھا پاکستانی توپوں کا بھی منہ کھول دیا گیا گولہ باری اتنی زور کی ہوئی کہ سارا علاقہ دوزخ جان پڑتا تھا۔ حملہ اور پیش قدمی کرنے کے لئے گورکھا بٹالین کی ڈیوٹی لگانی گئی کہ وہ راستہ صاف کرنے اور مضبوط پوزیشنیں لے گورکھے واقفی جی توڑ کر لڑے۔ لیکن آخر کار انہیں زک اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ کچھ گورکھوں نے یہ بھی کوشش کی کہ وہ ہماری دفاعی لائن کے اندر گھس جائیں۔ ان کو یا تو گرفتار کر لیا گیا یا جہنم واصل کر دیا گیا۔ جنگ ۲۴ ستمبر صبح گیارہ بجے تک ہوتی رہی۔ بھارتیوں کو اتنی شدید ضربیں لگانی گئیں کہ مجبوراً انہوں نے پھر فائر بندی کی درخواست کی۔ ہمارے جوانوں نے بہترین کردار کا مظاہرہ کیا کچھ افسروں کی بہادری تو حیران کن تھی۔ اکیسے جوالدار اناہ خاں نے دشمن کے دو ٹینک الٹ دیئے وہ اس معرکہ میں ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گیا اس کے ساتھی اس کی یاد کو کبھی فراموش نہ کر سکیں گے

## ۱۵۔ مسٹیا نوالہ

جوان لیفٹیننٹ محمد سعید ٹوانہ نے بھی شاندار بہادری ہمت، جرات اور رہنمائی کی مثال پیش کی۔ وہ ایک ورکشاپ میں ایک مرمت شدہ ٹینک لینے گئے تھے۔ جنگ کا شور سن کر انہوں نے جلدی سے ٹینک کا عملہ اکٹھا کیا اور اگلی صفوں میں اپنے جوہر دکھانے پہنچ گئے۔ دشمن کی گولہ باری اور ٹینکوں کی بیخاریں ان کے لئے مشکل ہو گیا کہ وہ چائن والہ میں دشمن کی پوزیشن کا اندازہ کر سکیں۔ انہوں نے غلط راستہ اختیار کیا اور مسٹیا نوالہ کی سمت ہوئے۔

جہاں پر کہ دشمن نے قبضہ کر لیا تھا۔

جب انہیں یہ احساس ہوا کہ وہ کس منحصرے میں پھنس گئے ہیں تو انہوں نے دشمن سے گاؤں کو پاک کرنے کے لئے ہی لڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ دشمن کے ٹینکوں اور پھیلی ہوئی فوج کی انہوں نے مطلق پرواہ نہ کی وہ پکے ارادے سے آگے بڑھتے گئے اور دشمن نے پوری طاقت سے ایک ٹینک کی طرف گولہ باری شروع کر دی۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ جو ایک ٹینک نہیں بلکہ پورا سکوڈرن ہے اس لئے اڑتی ہوئی گرد میں ٹینک کے ارد گرد بھی فائر کرتے رہے۔ ایک گھنٹہ تیس منٹ جنگ جاری رہی آخر لیفٹیننٹ ٹوانہ نے تو سچانہ کے ایس او ایس فائر کو ختم کر دیا۔ اس مقام پر ہماری توپیں بھی گولہ باری کر رہی تھیں۔

آگ میں گھرے ہوئے لیفٹیننٹ ٹوانہ نے ایک دیوار کے ساتھ ٹینک کو دے مارا اور پھر ایک جوار کے کھیت میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے وہاں انہوں نے پوزیشنیں لیں اور کامیابی کے ساتھ نشانے لگائے بالآخر گوردکھوں کی ایک ٹالین نے سارے کھیت کا احاطہ کر لیا۔ لیکن گولہ باری سے اڑتے ہوئے دھوئیں اور گرد کے باعث وہ کچھ نہ کر سکیں البتہ ٹینک برابر کام کرتا رہا۔ یہاں تک کہ لیفٹیننٹ کرنل کے پاس بارود ختم ہو گیا۔ اسی اثناء میں مسٹیا نوالہ گاؤں خالی ہو چکا تھا اور دشمن بے سرو سامانی کے عالم میں بھاگ نکلا تھا۔

تین بجے سہ پہر لیفٹیننٹ سعید اپنی پوزیشن پر اپنے ہی دستوں میں واپس آگئے اور دشمن کے درست ٹھکانوں پر گولہ باری کرنے کے لئے ہدایت دیتے رہے تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر مسٹیا نوالہ گئے اور سارے علاقہ پر مشین گنوں سے خوب گولیاں برسائیں۔ اس حملے سے مسٹیا نوالہ میں بھی کھچی بھارتی فوج تتر بتر ہو گئی اور کوئی بھاگ نہ سکا وہ یا تو پکڑا گیا یا مارا گیا۔ دن چڑھنے تک دشمن کا صفایا ہو چکا تھا۔ بہادری کے ایسے مظاہروں نے بالآخر دشمن کو فائر بندی کی درخواست



کے لئے مجبور کر دیا۔ چنانچہ والد کے اس معرکہ میں گورکھا بٹالین کے ۵ اسپاہی مارے گئے ۵۴ زخمی ہوئے اور ۵ اسپاہی پکڑ لئے گئے جن میں دو افسر بھی تھے۔ یہ قیدی معاہدہ تاشقند کے بعد اب واپس بھارت چلے گئے ہیں۔

یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ گورکھا سپاہیوں نے ایک عہد کیا تھا کہ وہ اس علاقہ سے پاکستانی فوجوں کو محض ۱۵ عرصہ میں ختم کر دیں گے اور اس وقت تک کھانا نہیں کھائیں گے۔ جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو جاتے اس بات کی تصدیق جنگی قیدیوں نے بھی کی وہ اپنا کھانا ساتھ اٹھائے ہوئے تھے اس لڑائی کے بعد چنانچہ والد کے قرب و جوار میں دشمن نے سر اٹھانے کی جرأت نہیں کی فائر بندی کی جرأت نہیں کی فائر بندی کی خلاف ورزیاں بھی کم ہوئیں ہیں اگر کبھی ایسا ہوا ہے تو اس کا اچھی طرح سے جواب دیا جاتا رہا ہے۔

# راجستھان سیکر

- \_\_\_\_\_ راہِ طری
- \_\_\_\_\_ کشن گڑھ
- \_\_\_\_\_ گھٹا رو
- \_\_\_\_\_ سنا بھاؤ

# راجستھان

راجستھان ریت کا ایک طویل و عریض سمندر ہے۔ ریت کے ٹیلے قطار اندر اندر قطاریوں کھڑے رہتے ہیں جیسے سمندر میں طوفانی موجیں اٹھ رہی ہوں یہ ٹیلے تیز و تند ہواؤں کے باعث اکثر جگہ بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے راجستھان میں کسی خاص شاہراہ کے ذکر کی گنجائش نہیں۔ اسی صحرا کے بیٹے ہی راستوں کو خوب جانتے ہیں اور کہیں کہیں اگی ہوئی دن اور دیگر خاردار جھاڑیوں پہ بکریاں چراتے ہیں۔ دن کو جھلسا دینے والی گرمی ہوتی ہے البتہ رات کو ٹھنڈی ہوا چلتی ہے۔ خیموں اور بستوں میں رات بنسری کی سریلی دھنیں سنائی دیتی ہیں۔

کشمیر کی چوٹیاں خون آلود کرنے کے بعد ہندی سورماؤں نے میدانی علاقہ کا رخ کیا تو منہ کی کھا کر انہوں نے صحرا کی اس روتی ریت کو بھی خون کا رنگ دینا چاہا جب راجستھان میں ایک نیا سیکٹر بنا کر ایک اور جنگی محاذ کھولا گیا تو نئی دہلی میں بھارتی سیاستدانوں نے خوشی میں تالیاں بجا لیں۔ لاہور اور سیالکوٹ کی فتح کے خواب پریشان کو حیدرآباد پر قبضہ کے تصور سے ترتیب دینے لگے لیکن ان کے تعجب اور فرار کی انتہا نہ رہی۔ جب راجستھان میں حُر مجاہدوں نے ہی ان کی باقاعدہ افواج کو شکست پر شکست دینی شروع کر دی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ راجستھان کے محاذ پر پاکستانی افواج کے دوش بدوش حُر مجاہدوں

نے میدان جنگ میں دشمن سے دست آزمائی کی۔

## حرکون ہیں؟

حرّوں کو ایک باضابطہ قبیلہ، گروہ یا برادری جیسے جاٹ، گوجر، راجپوت  
اخوان وغیرہ نہیں کہا جاسکتا، پیر پگڑا کے معتقدین اور مرید حر کہلاتے ہیں ظاہر  
ہے کہ اس باب میں ذات برادری کی کوئی قید نہیں۔ ہر وہ شخص جو پیر پگڑا کے ہاتھ  
پر بیعت کرے، حرّوں کی صف میں شمار ہونے لگتا ہے۔ البتہ پیر پگڑا کے معتقدوں  
نے انگریزوں کے دور حکومت میں جو سختیاں اور صعوبتیں برداشت کیں اور انہیں  
دار و گیر کے جس طویل سلسلے میں سے ہو کر گزرنا پڑا۔ اس کے نتیجے میں جہاں ان کے  
اعتقادات نے ایک راسخ اور واضح شکل اختیار کر لی ہے وہاں ان میں کئی ایک  
اوصاف (جان نثاری) صبر و استقامت اور جنگجوئی) بھی پیدا ہو گئے ہیں۔

اب اگر ان خواص کے پیش نظر انہیں ایک قبیلہ بھی کہہ دیا جائے۔ تو چنداں  
مصائب نہیں۔ پیران پگڑا کے اجداد سندھ پر عربوں کے حملے کے وقت عرب  
فاتحین کے ساتھ یہاں وارد ہوئے۔ اس خانوادے کے کچھ افراد بالائی سندھ میں  
کنگڑی کے مقام پر آباد ہو گئے اور اپنے زہد و تقویٰ اور عمل و کردار کے باعث  
مقامی آبادی میں احترام اور قدر کی نظروں سے دیکھے جانے لگے۔ دریاے سندھ  
کے مشرق کی جانب کے لوگ ان کے مریدوں کی صف میں شامل ہونے لگے اور کچھ  
ہی عرصے میں ان کی تعداد لاکھوں تک جا پہنچی۔ انہی ایام میں اولین پیر پگڑا نے  
اپنے مریدوں کو حرّ کا لقب دیا جس کے لغوی معنی "آزاد" کے ہیں۔ وقت کے ساتھ  
حرّوں میں باہمی یگانگت اور موافقت بڑھنے لگی اور وہ ایک منظم فرقے کی صورت  
اختیار کر گئے۔ مرشد کی محبت اور اطاعت میں مرشد کے اشارے پر اپنا جان و مال

کچھا کر دینے میں سعادت سمجھتے ہیں۔ انگریزی حکومت حرّوں کی تنظیم اور پیر پگاڑا سے ان کی بے ریا وفاداری سے خائف تھی۔ چنانچہ انگریزوں نے حرّوں کو منتشر کرنے کے لئے طرح طرح کے حربے اختیار کئے اور انہیں مختلف الزامات کے تحت ظلم و ستم کا نشانہ بنا دیا۔ اس جو رجحان نے حرّوں میں مدافعت اور مقادمت کا جذبہ بیدار کر دیا اور وہ باقاعدہ فوجی تربیت حاصل کرنے لگے تاکہ انگریزوں کے خلاف نبرد آزما ہو سکیں۔

موجودہ گدی نشین پیر صبغت اللہ شاہ مرحوم کے صاحبزادے سید سکندر علی شاہ ہیں اور اس گدی کے ساتویں پیر ہیں۔ سندھی زبان میں "پگاڑا" عظیم کے ہم معنی ہے۔ پیر گوٹ ر ضلع سکھر میں ان کی گدی سے پہلے بزرگ جو پیر پگاڑا کے نام سے موسوم ہوئے سید صبغت اللہ شاہ اول علیہ الرحمۃ تھے۔ انہی کے زمانہ حیات میں سید اسماعیل شہید اور سید احمد بیلوی نے جہاد کر کے پنجاب کے مسلمانوں کو آزاد کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا اور ہزاروں مجاہدوں کے ہمراہ فیروز پور اور بہاولپور کے راستے سے سندھ میں داخل ہوئے تھے۔ پیر صبغت اللہ اول ان کے میزبان ہوئے ان کی تحریک پر پیر پگاڑا کے ہزاروں مرید مجاہدین کے لشکر میں شریک ہو گئے اس لشکر کے ساتھ جو دہلی سے کوچ کرتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا بہت سے مجاہدین کے اہل و عیال بھی تھے جو کئی سال تک پیر سید صبغت اللہ شاہ کی نگرانی میں رہے۔ مجاہدین کی شہادت کے بعد آپ ان کی خبر گیری کرتے رہے اور آخر انہیں نواب آف ٹونک کے حوالے کر دیا۔ جنہوں نے شہداء کے پسماندگان کی کفالت کا یقین دلایا۔ اس طرح پیر صاحب نے برصغیر کے مسلمانوں میں بے پناہ احترام و تکریم حاصل کر لی۔ وہ تمام شدھی مجاہد اور ان کی اولادیں جو اس جہاد میں شریک تھے حُرّ کہلائے۔

انگریز حرّوں سے کیوں خائف تھے اور انہیں منتشر کرنے کے کیوں دہپے

رہتے تھے؛ متذکرہ واقعات سے اس کی صراحت ہوتی ہے۔ ۱۹۳۰ء میں پیر  
 بگاڑاگر قمار کرنے گئے اور انہیں ساٹھ برس کی سزائے قید کا حکم سنایا گیا ۱۹۳۱ء  
 میں انہیں رہا کر دیا گیا۔ نومبر ۱۹۳۱ء میں انہیں دوبارہ گرفتار کر لیا گیا جس کے  
 نتیجہ میں حردوں نے علم بغاوت بلند کر دیا اور وہ ایک طویل عرصہ تک انگریزی  
 حکومت کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ ان کی عورتوں کو دیہات میں نظر بند  
 کر دیا گیا، دس نظر بندی کیمپ بھی قائم کئے گئے، ۳ جولائی ۱۹۴۶ء کی رات کو  
 رحیم یار خاں ٹیشن کے نزدیک حردوں نے ایک مال گاڑی پٹری سے اتار  
 دی اس پر تشدد کا ایک نیا دور چلا اور بے شمار حردوں کو گولی سے اڑا دیا یا  
 پھانسیوں پر لٹکا دیا گیا۔ پیر صبغت اللہ ثانی کو پھانسی دیئے جانے کے بعد  
 ان کی گدی خالی رہی۔ ان کے دونوں صاحبزادوں کو انگریزوں نے اپنی تحویل  
 میں لے کر تعلیم کے لئے انگلستان بھیج دیا۔ آزادی کے بعد حکومت پاکستان  
 نے یہ گدی بحال کر دی اور آدائل ۱۹۵۲ء سید سکندر علی شاہ رخصت پیر  
 صبغت اللہ انگلستان سے واپسی پر ساتویں پیر مقرر ہوئے۔ ان کی  
 دستار بندی کی رسم میں سندھ کے کئی رہنماؤں کے علاوہ ان کے تیس  
 ہزار معتقدین بھی شریک ہوئے اور انہی پیر بگاڑا کے ایک مرید سردار میاں  
 خان نے راجستھان کے ایک علاقے میں پندرہ روز تک مجاہدوں کے  
 تمام اخراجات برداشت کئے اور صلہ طلب کیا تو صرف یہ کہ پیر بگاڑا  
 کو یہ اطلاع دی جائے کہ ان کے غلام نے ان کے حکم کی تعمیل کر دی ہے  
 اس نے کہا: میاں خان کی قربانی کا صلہ یہی ہے کہ اس کا پیر راضی ہے!  
راجستھان کا محاذ

جن سنگھی امہا سبھائی اور کانگریسی ابھی پاکستانی چوکی گدار و پرتھنے کی

خوشی منار ہے تھے کہ پاکستانی مجاہدوں نے مناواں اور پھر اس سے آگے کی کئی چوکیوں کو بھارتی سامراج سے آزاد کر والیا۔ بھارت کے خطرناک عزائم کو کچلنے کیلئے اکثر مقامات پر پاکستان کو جارحانہ لڑائی لڑانی پڑی۔ اس کا مقصد کسی علاقہ پر قبضہ کرنا نہ تھا۔ ایک طریقہ سے اپنا دفاع ہی تھا۔

## ۱۔ رابٹری

۳۱ ستمبر کی صبح کو تڑ مجاہدوں نے اس رابٹری گاؤں کو گھیر لیا۔ بھارتی سپاہیوں اور ہندو شہریوں نے یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے فوراً ہتھیار ڈال دیئے اس لڑائی میں بہت سے ہندوستانی فوجی اور تقریباً تمام ہندو شہری افراد قری کے عالم میں فرار ہو گئے۔ تاہم اٹھارہ سپاہیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔

رابٹری مونا باؤ کے ریلوے سٹیشن سے ہندوستانی علاقے میں بارہ میل اندر کی طرف واقع ہے۔ بھارتی فوج نے فائر بندی کے دو دن بعد ہی معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس چوکی پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے حملہ کیا لیکن اسے مار بھگا یا گیا۔ ۲۵ ستمبر کو مجاہدین نماز فجر ادا کر رہے تھے کہ دشمن نے توپوں کے منہ کھول دیئے اس وقت اس چوکی میں ۲۴ مجاہد تھے۔ اور ان کے پاس صرف رائفلیں تھیں جب کہ دوسری طرف ۳ اپنچ کے دہانے کی توپوں اور مشین گنوں سے لیس پولی کمیٹی آگ برسا رہی تھی دائر لیس آپریٹرنے اپنے ہیڈ کو اڑھو کو اس صورتحال کی اطلاع دی اور ساتھ ہی اپنی رائفل سے گولیاں بھی چلاتا رہا۔ اس معرکہ میں سب سے پہلے ایک سکھ سپاہی ہلاک ہوا جسے اس آپریٹر کی گولی لگی تھی تو بچے سنبھالنے سے قبل چار مسلمان شہید ہو چکے تھے۔ ان میں دو ایسے مسلمان بھی تھے جو ایک روز قبل ہندوستان کے ظلم و تشدد سے تنگ آکر بھاگ آئے تھے۔

اور اسی چوکی میں پناہ گزین تھے۔ گھمسان کی لڑائی کے بعد بھارتی فوج کو مار  
بھگایا گیا اور یہ سو رہا جاتے ہوئے اسلحہ کے علاوہ لاشیں بھی چھوڑ گئے۔  
بھارتی فوج کی پوری کمپنی کو شکست دینے والے یہ مجاہد باقاعدہ فوجی سپاہی  
نہ تھے بلکہ حُر مجاہد تھے۔

راجستھان میں ہم نے جس بارہ سومریج میل پر قبضہ کیا تھا وہ پانچ ٹکروں  
پر مشتمل تھا۔ دو قطعات سابق ریاست بہاولپور کی سرحد کے ساتھ تھے۔ اور  
تین سابق سندھ کی سرحد کے ساتھ تین قطعات معمولی رقبے کے تھے ان میں  
سے ایک میں سرکاری تار اور کھڑا لہ شامل تھے۔ دوسرا گھوٹا تار پر تھا اور تیسرا  
یما سر اور اس کی نواحی بستیوں اور چوکیوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھا بڑے  
قطعات میں ایک جس میں گھٹا رواد اور کشن گڑھ کے تار بجی قلعے اور متعدد  
دیہات اور چوکیاں شامل تھیں رحیم یار خان کے جنوب مشرق میں ہے دوسرے  
بڑے قطعہ کو جس میں مناباؤ، سندرا، پوجھنا، میان لار وغیرہ شامل تھے۔  
اسے چودھ پور جانے والی ریلوے لائن دو حصوں میں تقسیم کرتی تھی۔

## ۲۔ قلعہ کشن گڑھ

کشن گڑھ رحیم یار خاں کے جنوب مشرق میں بھارتی سرحد کے چودھ میل  
اندر کی طرف واقع ہے۔ یہ قلعہ اسلامی طرز تعمیر کا ایک نادر نمونہ ہے اور صدیاں  
گزرنے کے باوجود ابھی تک اس کی سنگین عمارت درست حالت میں ہے  
مسلمانوں کی تعمیر کے اس شامکار کا نام دین گڑھ تھا۔ لیکن ہندوؤں نے تعصب  
کی بنا پر اس کا نام تبدیل کر کے کشن گڑھ رکھ دیا۔ بھارت نے قلعہ کے اندر



واقع مسجد کو اپنی فوج کے بازو چي خانے میں تبدیل کر دیا۔ اس قلعہ کے پرانے اسلحہ خانے سے اسلامی عہد کی چند توپیں اور بندوقبیں بھی بہاری فوج کے ہاتھ لگیں۔

قلعہ کشن گڑھ کے نواح میں کالا دھارا، ٹوبہ، سرکاری تارا، ساپنچو، لاسر، چھری ٹوبہ بھٹے والا، دھرمی کھوہ اور متعدد گاؤں اور چوکیاں ہیں جن پر پاکستان کا قبضہ فوجوں کی واپسی تک رہا۔ اس دوران میں ہندو بھی آباد رہے۔ ایک گاؤں کے دو سو ہندو باشندوں نے پاکستانی کمانڈر سے درخواست کی کہ وہ یہاں سے ہرگز واپس نہ جائیں کیونکہ ان کی آمد اور موجودگی کی بدولت انہیں سپیٹ بھر کر کھانے کو ملنے لگا ہے۔

کشن گڑھ کے جنوب میں رام نگر کا قصبہ ہے جس کے شمال شمال مشرق میں لنکانے والا قلعہ گھٹارہ اور شاہ گڑھ کی اہم چوکیاں ہیں لنکانے والا کو اس ریگستانی علاقے میں مرکزی حیثیت حاصل ہے یہ چوکی ایک ٹیلے پر بنی ہوئی ہے اور اس کی بیریوں جو دھپورہ کی پتھر کے ستونوں اور آسنی چادروں سے بنائی گئی ہیں۔ یہاں سے ایک راستہ جنوب مغرب کی طرف جیلیمیر کی تحصیل رام گڑھ کو جاتا ہے۔ رام گڑھ یہاں سے تیس میل دور ہے دوسرا قلعہ گھٹارہ کو جاتا ہے جو یہاں سے مغربی سمت ہندوستانی علاقے میں اٹھارہ میل اندر کی طرف ہے۔ یہ سارا علاقہ پاکستانی فوج کے قبضہ میں رہا۔

### ۳۔ قلعہ گھٹارہ

قلعہ گھٹارہ و قلعہ کشن گڑھ کی طرح اسلامی فن تعمیر کا نا اور نمونہ ہے یہ قلعہ آج سے سینکڑوں سال قبل سندھ کے تالپور خاندان کے سردار میر عثمان خان نے تعمیر کرایا تھا۔ قلعہ کے گرد چار کنویں ہیں جن کا پانی کم و بیش دو سو فٹ کی گہرائی پر ہے۔ اس پاس کے دیہات کے لوگ انہی کنوؤں سے پانی حاصل

کرتے ہیں۔ قلعہ سے اٹھارہ میل مغرب کی طرف شام گریھ کی چوکی واقع ہے یہ چوکی  
 لنگنے والا کی طرح جو دھ پوری پتھروں اور آہنی چادروں سے تعمیر کی گئی ہے۔ ان  
 چوکیوں اور قلعوں میں اللہ اکبر کی صد صدیوں بعد پھر بلند ہوتی رہی اور اب  
 جبکہ ہماری افواج ان علاقوں کو خالی کر چکی ہیں ان کی عظمت کے گواہ  
 ان چوکیوں اور قلعوں کے در دیوار ہیں۔ اپنی روایت کے مطابق اس جگہ  
 بھی بھارت فائر بندی کی خلاف ورزیاں کیں۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو بھارت  
 کے گھٹاڑہ کا قلعہ حاصل کرنے کے لئے ایک زبردست لیکن ناکام کوشش  
 کی وہ توپ خانہ اور سوانی جہاز بھی اپنی مدد کو لائے لیکن ان کی کچھ پیش نہ گئی۔

## ۳۔ مناباؤ

دوسرے بڑے مقبوضہ قلعہ میں مونا باؤ، سندرا، میاچ لدر اور پوچھینا کے  
 قصبات اور درجنوں گاؤں شامل تھے۔ مناباؤ، کھوکھرا پارہ سے جو دھ پور جانے  
 والی ریلوے لائن کا ایک سٹیشن ہے۔ آکاش والی فائر بندی کے بعد بھی برابر  
 دعوے کرتا رہا کہ یہ سٹیشن بھارت کے قبضے میں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ  
 اس سے بہت پہلے ستمبر کے تیسرے ہفتے کے دوران اس پر پاکستانی پیرچم لہرا  
 دیا گیا تھا۔ اور پاکستانی ویسٹرن ریلوے کا سبز و سفید اسخ فوجی کمک لے کر اس  
 سے بھی بہت آگے تک جا چکا تھا۔ بھارتی وعدے کی تردید تو اس دستاویزی  
 فلم سے ہوتی ہے جو پاکستان نے اس علاقہ میں جا کر بنائی ہے اور جسے دنیا  
 بھر کے اخبار نویس اور پریسوں کے نمائندے دیکھ چکے ہیں۔  
 مناباؤ کے سٹیشن پر جنگ کے آثار نظر نہیں آتے اور ایک پاکستانی کمانڈر  
 کے بقول بھارتی جس پھرتی سے بھاگے اور اسوں نے پاکستانی جوانوں کو اپنے

جو ہر دکھانے سے جس طرح محروم رکھا اس سے مجھے سخت مایوسی ہوئی: "منا باؤ سیکٹر میں پاکستان نے ۹۲ مربع میل کے علاقے پر قبضہ کیا ہے جب کہ اس کی صرف ایک چوکی یعنی گدار و لاٹھ سے نکلی ہمارے مفتوحہ علاقہ میں سترہ چوکیاں تھیں۔

اس صحرائیں ہندوستانی جارحیت کا مقابلہ کرنے اور ہندوستان کے امن دشمن لیڈروں کو مایوس کرنے کی ذمہ داری پاکستان ڈیزرٹ فورس اور حُر مجاہدوں نے سنبھالی۔ اس سیکٹر میں محاذ بہاؤ پورے گھوٹکی تک تقریباً اڑھائی سو میل طویل تھا۔ چوستان کے اس صحرائی حصہ میں دو دور تک زندگی کے آثار نظر نہیں آتے میلوں تک پانی کی ایک بوند تک نہیں ملتی اور جہاں کے راستے اتنے سخت گزار ہیں کہ جیب ایسی طاقت ور گاڑی بھی ایک چوکی سے دوسری چوکی تک کے تین چار چکر لگانے کے بعد جواب دے جاتی ہے۔

ان مشکلات کے باوجود ڈیزرٹ فورس اور حُر مجاہدین نے نہ صرف یہ کہ بھارتی حملہ آوروں کو روکا بلکہ ہندوستان کے وسیع رقبے پر قبضہ بھی کر لیا، ۹ ستمبر کی درمیانی رات ہمارے فوج نے بڑا جرات مندانہ اقدام کیا اور دوسمت سے بھارتی علاقہ پر حملہ کر دیا۔ بھارتی فوج اس حملہ سے اتنی سراسیمہ ہوئی کہ اسے بھل گئے ہی بن پڑی۔ اس طرح معمولی سی لڑائی کے بعد اچھری ٹوبہ اور سادھے والا کی بھارتی چوکیاں ہمارے قبضہ میں آگئیں۔ ان دونوں چوکیوں پر اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کے بعد ہمارے جوان ہندوستانی علاقے میں گشت کرتے اور فوجی اہمیت کی معلومات حاصل کرتے رہے۔ اس کام میں سدی رضا کاروں اور حُر مجاہدوں نے بہت مفید خدمات سر انجام دیں۔ جو نہ صرف یہ کہ بہت اچھے سپاہی ہیں بلکہ باہر کھوجی بھی ہیں انہیں صحرا کے ایک ایک ٹیلے اور ایک ایک جھاڑی سے واقفیت ہے وہ پاؤں

اور گھروں کے نشان دیکھ کر بتا سکتے ہیں کہ فلاں علاقہ میں کتنے آدمی اور کتنے مویشی تھے اور وہ اب کس طرف گئے ہیں کہ پاؤں کا یہ نشان کسی مقامی باشندے کا ہے یا اجنبی کا۔ جڑوں سے ملنے والی ان معلومات کا تجزیہ کرنے کے بعد ہمارے فوجی افسروں نے دشمن پر کاری ضرب لگانے کا فیصلہ کیا۔

۲۱ اور ۲۲ ستمبر کی درمیانی رات پاکستان ڈیزٹ فورس اور حر مجاہدوں نے چولستان کے وسیع رقبے پر بہت بڑے پیمانے پر حملہ کیا اور ایک ہی رات میں کشن گڑھ، گھٹارہ، شاہ گڑھ، بھٹے والا، لانگے والا، دھرمی کھوہ، سرکاری تار اسپنچ اور رائے چند پر قبضہ کر لیا۔

حملے کا منصوبہ اتنا مکمل اور جامع تھا کہ دشمن اپنی کسی بھی چوکی کا دفاع نہ کر سکا کئی مقامات پر اس نے مقابلہ ہی نہیں کیا اور جہاں اس نے اس کی جرات کی وہاں اسے منہ کی کھانا پڑی۔

اس سیکڑ میں حملے کا مقصد ریت کے ٹیلوں پر قبضہ کرنا نہیں تھا بلکہ بھارت کے جبار خانہ عزائم کو ناکام بنانا تھا۔ بھارت نے سندھ میں محاذ کھولنے کی دھمکی دے کر اور پھر گٹارہ کی چوکی پر حملہ کر کے ثابت کر دیا تھا کہ وہ لاہور اور سیالکوٹ کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے اب حیدرآباد کی طرف ہلچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ پاکستان ڈیزٹ فورس کے منصوبے کا اصل مقصد یہ تھا کہ متذکرہ بالا چوکیوں پر قبضہ کر کے ہندوستان کے متوقع حملے کی پیشگی روک تھام کر دی جائے۔ ہمارے جوانوں نے جن قلعوں اور چوکیوں پر قبضہ کیا ہے۔ وہ سب کی سب فوجی لحاظ سے بہت اہم تھیں اور اگر ہندوستان کو موقع مل جاتا تو وہ ان چوکیوں کو مستحکم کر کے وسیع پیمانے پر حملہ کر سکتا تھا۔ ان سب چوکیوں میں پانی کے ذخائر بھی موجود ہیں جو صحرائی جنگ میں اسلحہ کے

برابراہمیت رکھتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بھارتی فوج فائر بندی کے بعد بھی برابر اس کوشش میں لگی رہی کہ ان چوکیوں پر دوبارہ قبضہ کرے لیکن عیار دشمن کی ہر چال اور ہر حملہ کو ناکام بنا دیا جاتا رہا۔ ہمارے جوان اور صحرماہد جنہوں نے ان چوکیوں پر سبز پلائی پیچم لہرائے رکھے۔ عزم کر چکے تھے کہ یہ پھر پرا جب تک وہ چاہیں گے۔ اس علاقہ میں لہرائے رکھیں گے۔

# سادھے والا کا معرکہ

یہ معرکہ فائز بندی کے بعد راجستھان سیکٹر میں بھارتی فائز بندی کی خلاف ورزی کی بنا پر ہوا۔ اس کی تفصیل لیفٹیننٹ کرنل مسعود احمد نے قلم بند کی ہے جو من و عن پیش خدمت ہے۔

دسمبر کی پہلی تاریخ کو ہندوستانی فوج کی مشہور بٹالین محقر ڈبے گریڈ ڈیڑھ کا لیفٹیننٹ پی۔سی۔ دیاس بیٹھا اپنے باپ کو خط لکھ رہا تھا جس کا باپ سابق فوجی افسر تھا جو انڈین آرمی سروس کورس سے لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے سے ریٹائر ہوا تھا۔ چند روز سے لیفٹیننٹ دیاس پر ایک نامعلوم سے خطرے کا احساس طاری تھا اس کے کیمپ میں رسد کے ٹرکوں کا آنا جانا کچھ غیر یقینی سا ہوتا جا رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ضرور وال میں کچھ کالا ہے۔

لیفٹیننٹ دیاس کی بلٹن سادھے والا میں تھی جو راجستھان میں ہندوستانی فوج کی بڑی چھاؤنی رام گڑھ سے ۲۵ میل شمال مغرب کی طرف واقع ہے اور راجپوتانہ کی قدیم ریاست جیسلمیر کے صدر مقام سے کوئی سترہ میل پر ہے۔ سادھے والا کیمپ میں یہ اکثر سننے میں آ رہا تھا کہ پاکستانیوں کے ڈر سے عام راستوں پر آمد و رفت مشکل ہو گئی ہے۔ اپنی خیر خیریت کی خبر دینے کے بعد لیفٹیننٹ دیاس نے لکھا۔

”یہاں حالات کچھ نازک صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ دشمن ہمیں نرغے میں لئے جا رہا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ خط آپ تک پہنچ بھی سکے گا یا نہیں۔“

دیاس کے خدشات بالکل درست نکلے۔ اس کا خط اس کے باپ تک نہ پہنچ سکا۔ دو روز بعد یہ خط ریت کے ایک ٹیلے پر پڑا ہمارے جوانوں کو ملا۔ ارد گرد بھری ہوئی بیسوں دیگر اشیاء کے درمیان جو فشم فشم بھاگتے ہوئے ہندوستانی چاروں طرف گر گئے تھے۔ ایک جگہ شیو کا برہش پڑا تھا۔ ایک طرف ایک نیکر کہیں ہندی کا ایک ناول گرا پڑا تھا۔ تو کہیں پاؤں میں لگانے کے پاؤں کا ایک ڈبہ اور اونی موزے کا ایک جڑ۔

یہ تمام چیزیں ریت کے ڈھلوان ٹیلوں پر پھیلی پڑی تھیں اور ان کے ساتھ ہی ہندوستانی سپاہیوں کی لاشیں، درجنوں لاشیں یہ سب نظارہ سادھے والا کی لڑائی میں ہندوستانیوں کو شکست فاش کی داستان بنا رہا تھا۔

سادھے والا کے مقام پر کھڑے ہو کر آپ ادھر ادھر نظر دوڑائیں تو آپ سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ آخر اس جگہ لڑائی کی ضروریات کیوں پیش آئی اول تو یہی پتہ نہیں چلتا کہ سادھے والا ہے کیا چیز، کیونکہ ایسی تو کوئی چیز وہاں نظر نہیں آتی۔ جس کے متعلق یہ خیال گذرے کہ اس کا کوئی نام ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ سادھے والا اس کنوئیں کا نام ہو۔ جو یہاں وادی کے بیچ بیچ واقع ہے۔ ریگستان میں کنواں بڑی چیز ہوتی ہے۔

سادھے والا راجستھان کے اس علاقے میں واقع ہے جس پر جنگ کے دوران ہمارے صحرائی لشکر (ڈیزرٹ فورس) نے قبضہ کر لیا تھا۔ ہندوستانی حکومت اس بات کو عوام سے چھپائے ہوئے تھی۔ کہ پاکستانی فوج راجستھان کا وسیع وسیط علاقہ فتح کر چکی ہے اور لوگوں کو شاید وہ بے وقوف بنا سکے لیکن راجپوتوں کی آنکھوں میں وہ کیسے دھول جھونکتی جن کی نگاہوں کے سامنے پاکستان کے لشکر راجستھان میں اپنی من مانی کر رہے تھے اور عین راجپوت بے بسی کے عالم میں بھارتی

نوجوں کی راہ تک رہے تھے یہ وہی راجپوت تھے۔ جو کسی زمانے میں جان پر کھیل جانے لگے تھے۔ لیکن دشمن کے سامنے سر نہیں جھکاتے تھے۔ چنانچہ راجپوتوں میں بدولی کی لہر دوڑ رہی تھی۔ ان کی اشک ستوئی کے لئے بھارتی فوج نے فائر بندی کے بعد اکادکا چوکیوں پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے۔ سادھے والا کی چوکی بھی اہنی چوکیوں میں تھی۔ اسے چند مجاہد سنبھال کر بیٹھے ہوئے تھے۔ نومبر کے وسط میں بھارتی فوج نے خاصی بڑی جمعیت سے حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔

سادھے والا کی چوکی لٹ و دق صحرا کے درمیان واقع ہے۔ یہاں سے آپ اپنے قریب ترین ہمسائے سے ملنے کے لئے نکلیں تو آپ کو تیس میل چلنا پڑے گا سادھے والا چھوڑ کر اگر آپ پانی کی تلاش میں نکلیں تو پچاس میل چل کر کھینچو تک جانا پڑے گا۔

درمیانی علاقہ ایک وحشت خیز بیابان ہے۔ جہاں آبادی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کھینچو سے نکل پڑو تو آپ اس صحرا میں داخل ہو جاتے ہیں جو پہلے تو ہوار سار ریگستان آتا ہے۔ پھر نشیب و فراز کا سلسلہ شروع ہو جاتے۔ دھیرے دھیرے اٹھتی ڈھلتی پہاڑیوں کے متوازی سلسلے اور ان کے درمیان پھیلی ہوئی وادیاں بلندی سے دیکھو تو ایسا لگتا ہے کہ سمندر میں موجیں اٹھ رہی ہیں وہی ان کا زیر و بم وہی ان کا لاتنا ہی سلسلہ۔

ویسے ریگستان کی سرزمین بھی بالکل ننگی نہیں ہوتی۔ درخت و ہاں بھی ہیں اور جھاڑیاں بھی لیکن ٹنڈ منڈ اور بونے سے تنے اور ڈالیاں خشکی سے چٹختی ہوئی اور بھر بھری۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اس صحرا میں جہاں بارش کا چھینٹا کبھی سال بعد پڑتا ہے، کبھی دو سال بعد کچھ نہ کچھ آگ ہی آتا ہے۔

اس صحرا کو جسے راجستھان کہا جاتا ہے۔ اس سرزمین میں بھارت کی جارحیت



اور شہریندی آئے دن کوئی نہ کوئی فتنہ ڈھائے رہتی ہے۔ سادھے والا کامرکہ بھارت کی مفدانہ چالوں ہی کا ایک شاخسانہ تھا۔ سادھے والا بھارت کی سرحد کے ہم ایمل اندر واقع ہے۔ لیکن جنگ کے ایام ہی میں اس پر ہمارے صحرائی لشکر نے قبضہ جمالیا تھا۔ عہد نامے کی رو سے بھارت کو کوئی حق نہیں پہنچتا تھا کہ یہاں آکر وہ چھپر خانی کرے۔ اسی اعتماد پر ہم نے کوئی بڑی فوج بھی وہاں نہیں رکھی لیکن بھارتی نو اور سی کینڈے کے لوگ واقع ہوئے ہیں۔ انہیں عہد کا پاس کیسا چنا پنچہ نومبر کے وسط میں وہ سادھے والا پر چڑھ آئے۔

سادھے والا پر حملہ کرنے والے بھارتی لشکر میں ۳ بجے گریڈ پر ہم آرڈر، راجستھان کانسٹیبلری اور راجستھان آرڈر کانسٹیبلری، ۲ سکھ لائٹ انفنٹری اور ۳ گریڈ پر ہم آرڈر شامل تھے۔ بجے گریڈ پر ہم آرڈر وستانی فوج کی بہترین پلٹوں میں شمار ہوتی ہے۔ راجستھان آنے سے پہلے یہ نیٹو دہلی میں بھارتی پریڈنٹ کے باڈی گارڈ کے فرائض ادا کر رہی تھی۔ پلٹوں کو اس امتیاز پر بڑا فخر تھا۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ نیفا کے محاذ پر چینوں کے خلاف ہندوستانی فوج کا کوئی یونٹ اگر کچھ دیر چھٹر سکا ہے تو وہی بجے گریڈ پر ہم آرڈر ہو سکتا ہے کہ یہ درست ہو۔ کیونکہ سادھے والا میں یہ لوگ واقعی خوب جم کر لڑے اور کافی بہادری سے انہوں نے ہمارے جوانوں کا مقابلہ کیا۔ جسمانی اعتبار سے بھی یہ بڑے نونڈ تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ ایک ایک آدمی چن چن کر بھرتی کیا گیا ہے۔ راجستھان آرڈر کانسٹیبلری اور سکھ لائٹ انفنٹری کے جوان بھی اچھے لڑنے والے تھے۔ اور خوب لڑے۔

سادھے والا چھاؤنی کا جہاں تک تعلق ہے۔ یہ چار پہاڑیوں کا ایک مجموعہ ہے اور بیچ میں محال سامیدان، اسی میدان میں کنوال واقع ہے ہندوستانیوں

کو کافی بھروسہ تھا کہ کسی کو وہ ادھر آنے نہیں دیں گے۔ اس چوکی کی حفاظت کیلئے ان کے پاس کافی فوج تھی۔ چوکی تک آنے کی ایک آدھری راہ تھی لہذا یہ ڈر تو تھا ہی نہیں کہ کوئی بہت بڑی فوج اس پر آچڑھے گی۔ جتنی قوت کے آنے کا وہاں امکان تھا۔ ان پینٹن کے لئے بھارتی فوج کافی تھی۔

لیکن دسمبر چڑھا تو بھارتی فوج کا اعتماد اور اطمینان کافی متزلزل دکھائی دینے لگا۔ جب بمبے گریڈ ٹرک کے ایک لیفٹیننٹ کو یہ احساس ہو سکتا ہے۔ کہ صورت حال محذوش ہے تو ظاہر ہے کہ اوپر والوں کو بھی ضرور اس کا علم ہوگا۔ لیکن ہندوستانیوں کی بے بسی کا یہ عالم تھا کہ اس علم سے وہ کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے اور جو ہونا تھا وہی ہوا۔ یکم اور ۲ دسمبر کی درمیانی رات میں کوئی خاص بات نہ تھی لیکن پھر بھی ریگستان کی ٹھٹھری ہوئی فضا اور چاند نہ ہونے سے پھیلا ہوا اندھیرا خاصا پریشان کن تھا۔ ہندوستانیوں کے دلوں میں بے چینی تو کسی روز ہی سے تھی۔ اسی روز رات کے اندھیرے میں جو بھارتی سپاہی پہرے پر کھڑے تھے۔ ان کے دل میں اس ضرور تھا۔ چاروں طرف سپاہی کے پردوں میں سے جھانکنے کی کوشش میں انہیں پہاڑیوں کے دھندلکے سے سائے نظر آ رہے تھے۔ جس سے ان کی دل جمعی تو کیا ہوتی، ان کی وحشت ہی میں کچھ اضافہ ہوا۔

اسی طرح نانیے گذرتے گئے۔ رات ڈھل گئی چار بجے، پھر پانچ پھر سوا پانچ پھر ساڑھے پانچ اور ایک دم ہندوستانیوں پر گویا قیامت ٹوٹ پڑی چاروں اطراف سے ان پر یورش ہو رہی تھی۔ بڑی بے جگری سے انہوں نے چوکی کو بچانے کی کوشش کی لیکن پاکستان کے صحرائی لشکر کے جانناز مجاہدوں کے سامنے وہ زیادہ دیر تک جم نہ سکے۔

کہا جاتا ہے کہ کسی زمانہ میں اس مقام پر ایک بدھ بزرگ یہاں آکر ٹھہرے

نواب میراں خان کو ان کی موجودگی سے خطرہ محسوس ہوا اور انہوں نے اس بزدگ کو یہاں سے اٹھانے کے لئے اپنے اہل کار بھیجے مگر بدھ اپنی جگہ پڑے رہے اور جگہ کو خالی کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی اہل کاروں کے ہاتھ نواب کے پاس دودھ کے پیالے میں گلاب کا ایک پھول رکھ کر بھیج دیا۔ اس لطیف اشارے کو نواب میراں خان نہ سمجھ سکے اور اپنی ہسٹ پراڑے رہے حتیٰ کہ وہ بذاتِ خود اپنے پالتو شیر کو ہمراہ لے کر اس سادھو کی جائے قیام پر پہنچے شیر کو سادھو کی ایک گائے کے قریب چھوڑا اور خود بدھ پوری سے جو گفتگو ہوئے تھی وہی وہی دیر بعد شیر اور گائے کی آپس میں لڑائی شروع ہو گئی اور نواب میراں خان یہ دیکھ کر سخت حیران ہوا کہ شیر جیسا خونخوار جانور گائے کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا۔ اس چیز کا نواب میراں خان پر گہرا اثر ہوا اور وہ فوراً بدھ پوری کی بزرگی کے معتقد ہو گئے اور انہیں اپنے گلے سے لگا کر وعدہ کیا کہ اب اس بزدگ کو یہاں سے کوئی نہ ہٹا سکے گا اور بخیر کیا کہ اس واقعہ کی یاد میں اسی جگہ پر ایک خوبصورت شہر آباد کیا جائے گا۔ اب وہاں شہر نہیں تھا بس ایک کنواں ہی تھا۔

معرکہ میں حصہ لینے والے سب افسروں کا یہ کہنا ہے کہ ہندوستانیوں نے سادھے والا میں ڈٹ کر لڑائی کی۔ لیکن پاکستانی شہروں کا حملہ اس شدت کا تھا کہ اس کے سامنے دنیا کی کوئی فوج بھی بہت زیادہ دیر تک نہیں رک سکتی۔ سادھے والا کی لڑائی سے پہلے کسی اجنبی کو اگر یہ بتایا جاتا کہ یہ صحرا کا دور افتادہ مقام ہے اور یہاں دشمن کی اتنی طاقت پڑی ہے اور اس کے مقابلے میں صحرائی لشکر کو یہ کام سونپا گیا ہے تو وہ لشکر کی کامیابی پر بہت زیادہ شرط لانے پر مشکل ہی سے راضی ہوتا۔ لیکن اجنبی سے آپ اس بات پر گلہ بھی نہیں کر سکتے کسی اجنبی کو کیا پتہ کہ پاکستانی فوجوں کے جبری جوان کس سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔

ایک بار نہیں سینکڑوں بار انہوں نے ثابت کر دیا کہ لڑائی میں نہ تعداد فیصلہ کن ثابت ہو سکتی ہے نہ اسلحہ آخری فیصلہ لڑنے والے جوانوں کے جذبے اور عزم کے تابع ہوتا ہے۔ پاکستانی مجاہد جنگ کے فن میں طاق کر دیئے گئے ہیں۔ انہیں بہترین قیادت میسر ہے لیکن ان کے پاس ایک اور چیز ہے جو ان سب چیزوں پر بھاری ہے وہ ہے ان کا ایمان پاکستانی سپاہی میدان جنگ میں ہوتا ہے کہ وہ رضائے الہی کے تابع قدم اٹھا رہا ہوتا ہے اور اس تاؤ و مطلق کے احکام کی سجاوڑی میں جس کے ہاتھ میں فتح و نصرت کی کلید ہے۔ ایسے مجاہد کے پاس خوف و ہراس کیسے پھٹک پائے گا! ایسے شخص سے کون ٹکر لے سکے گا۔ جس کا مطلب و مقصود ہی شہادت ہو۔

یہاں فرداً فرداً لوگوں کو تذکرہ کرنے کا مقام نہیں وقت آنے پر ہمارے مجاہدوں کے کاہنایے قوم کے سامنے آجائیں گے۔ البتہ ایک واقعہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے دونوں طرف کی سپاہ کے جذبہ کا بنیادی فرق سمجھ میں آجاتا ہے۔ ایک پاکستانی افسر نے جس کے ساتھ چار پانچ ہی اور سپاہی تھے ایک ہندوستانی لیفٹیننٹ کو گرفتار کر لیا اور حکم دیا کہ اپنے سپاہیوں سے فوراً ہتھیار ڈال دینے کو کہے جس مقام پر بائیں ہورہی تھیں وہ بھارتی فوج کی ایک پلاٹون کی زد میں تھا اور اگر ہندوستانیوں میں ہمت ہوتی تو پاکستانی افسر اور اس کے ساتھیوں کو گولیوں سے بھون دیتے۔

لیکن پاکستانی افسر جس عزم اور بے خوفی سے ہندوستانی لیفٹیننٹ کو حکم سنا رہا تھا۔ اس کے سامنے ہندوستانیوں کو حکم عدولی کا خیال بھی نہ ہو سکا اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ جب یہ جماعت پیچھے لوٹ رہی تھی تو ہندوستانی لیفٹیننٹ نے پاکستانی افسر سے پوچھا: تمہارا رینک کیا ہے۔ کپتان ہو یا میجر؟ جب پاکستانی

انسر نے جواب دیا کہ میں لیفٹیننٹ کرنل ہوں کیا ہندوستانی لیفٹیننٹ کرنل بھی گولیوں کے کھیل میں آکر شریک ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگا کہ ہمارے لیفٹیننٹ کرنل تو رام گڑھ سے ادھر کبھی نہیں آئے اور جب اس نے یہ کہا تو اس کے بچے میں ایک تلخی تھی جسے وہ چھپانہ سکا۔

ہمارے صحرائی لشکر کے انسر اور جوان محض بہادری، دلیری، ہمت جذبہ اور بے جگری ہی سے نہیں لڑے۔ بلکہ نہایت مہارت اور مشافی سے انہوں نے یہ معرکہ سر کیا۔ لڑائی کی تاریخ میں یہ شاذ ہی ہوا ہے کہ ایک ایسی فوج کو جو ٹیلوں پر حجم کر بیٹھی ہو اسے اتنی کم قربانی دے کر کسی نے اکھاڑ پھینکا ہو۔ سادھے والا کے معرکہ میں ہمارے کل چار مجاہدوں نے جام شہادت نوش کیا۔ لیکن دشمن کے نقصان کا تو حساب لگانا ہی مشکل ہے۔ ہندوستانیوں کی ۱۵۵ لاشیں تو خود ہمارے جوانوں نے گنی ہیں۔ ان میں ایک میجر اور ایک کپتان کی لاشیں بھی تھیں لیکن جس سمت کو ہندوستانی بھاگے ہیں اس سمت بہتے ہوئے خون کے کسی نشان بتا رہے تھے کہ ہندوستانی بھاگ کر گئے بھی کہاں ہوں گے؟ اپنی کسی اور چوکی پر تو وہ جا نہیں سکے ہوں گے۔ کیونکہ ہمارے جوانوں نے ہندوستانی چوکیوں کو جانے والے سب راستوں کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ جدھر ہندوستانیوں کا رخ تھا ادھر بے آب و گیاہ پھیلی ہوئی ویرانیوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ ان ویرانیوں کو کتنے ہندوستانی عبور کر سکے ہوں گے؟

سادھے والا کی جنگ میں ہم نے ۳ ہندوستانی قیدی بھی پکڑے تھے جو زخمی تھے ان کی مرہم پٹی ہسپتال میں ہوتی رہی اس کے علاوہ جنگی ساز و سامان بھی بہت سا ہمارے ہاتھ لگا۔ اس میں مارٹر مشین گنیں اور دیگر اسلحہ وائرلیس اور ٹیلیفون کا سامان، جینپیں اور ٹرک وغیرہ شامل ہیں البتہ راشن کا کوئی ذخیرہ سادھے والا

میں نہیں ملا جس کی وجہ آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔

سادھے ولا کا معرکہ مختصر سا تھا۔ لیکن بہت فیصلہ کن لڑائی ساڑھے پانچ بجے شروع ہوئی۔ دس بجے تک کھیل ختم بھی ہو چکا تھا۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ راجستھان کے حالات و واقعات پر اس کا گہرا اثر پڑا ہے۔ کم از کم اس علاقہ میں تو اس معرکہ کے بعد سے ہندوستانی خاموش رہے۔ لڑائی کا شور و غوغا جب ماند پڑا تو ہمارے ایک سینئر افسر نے دیکھا کہ وہاں میدان کے عین بیچ راجستھان آر موڈ کا نٹبلری کا ایک اونٹ کھڑا ہے۔ اچھے تھکاؤ کا اور خوب پلا ہوا اور ایک عجیب استغنا کے عالم میں سادھے والا کی چوکی کے پورے گریڈ میں سے یہی ہندوستانی وہاں ابھی تک کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر یہ اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا تھا کہ اسے اپنے آقاؤں کی شکست اور بھگدڑ کی بھی کوئی خبر ہے یا نہیں۔ پتہ نہیں لے سکتے کہ اس کی پتہ واہ بھی کتنی یا نہیں۔



ایک بازگشت  
معرکہ ران کچھ



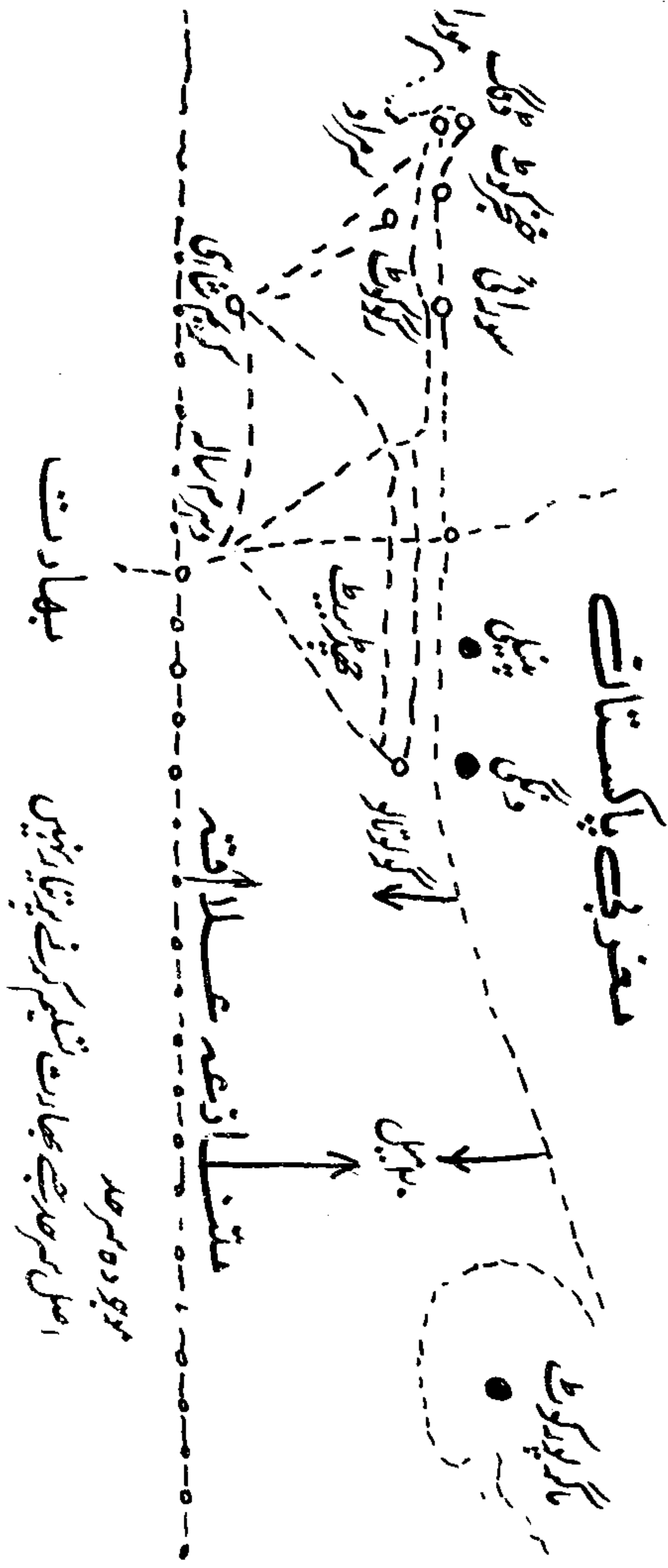
# معرکہ زلزلہ کچھ

بھارت نے کشمیر کے مجاہدین کی جنگ آزادی میں پٹنے کے بعد پاکستان اور بھارت کی بین الاقوامی سرحد پر ڈاکہ ڈالا اور دن کچھ کے واقعات کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے یہ الزام لگایا کہ کشمیر میں مجاہدین کی جنگ ایک پاکستان کی پیدا کردہ جنگ ہے۔ لیکن اگر یہ نظر غائر دیکھا جائے تو دن کچھ کے میدانوں میں پٹے ہوئے بھارتی وزیراعظم نے ایک بیان دیا تھا کہ بھارت جنگ کے نئے محاذ جہاں جی چاہے گا۔ کھول لے گا اور جیسے یہ کر دکھانے کے لئے چلے تو کشمیر میں حد متار کہ جنگ کو عبور کیا اور چھب میں مجنوں لائن بنائی، ٹیٹوال اور حاجی درہ پیر پر قبضہ جمایا پاکستان کے سرحدی گاؤں اعوان شریف پر گولہ باری کی۔ امن کے تقاضوں کی خاطر جب پاکستان اشتعال میں نہ آیا تو اس نے کشمیر کی جنگ کی آڑ لیتے ہوئے پاکستان پر ایک بزدلانہ حملہ کر دیا۔

ستمبر ۱۹۶۵ء کی سترہ روزہ جنگ نے قرون اولیٰ کی روایات کو پھر زندہ کر دیا ہے۔ مادی طاقتوں پر ایمان رکھنے والوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ کہ بدر کے میدان میں ۳۱۳ کے ہاتھوں لشکر جرار کی پٹائی کوئی غلط بات نہیں تھی۔ طارق نے جو جہاز اندلس کے ساحل پر جلائے تھے۔ ان میں خود بخود آگ نہیں لگ گئی تھی۔ ہزار برس قبل جب محمد بن قاسم قبیری مسلمان عورتوں کی پکار کا جواب بن کر سندھ کے علاقہ میں داخل ہوا تھا تو بھارتی راجے، مہاراجے اس کا لشکر دیکھ کر ٹھٹھے لگا اٹھے لیکن مجنوں کی پہلی ہی ضرب

سے ان پر خوف و ہراس  
 طاری ہو گیا محمود سبکتگین  
 جب بحیرہ عرب کے  
 سواحل کی طرف بڑھا  
 تھا تو راجوں مہاراجوں  
 نے اس کا راستہ روکا اور  
 منہ کی کھائی محمود غزنوی  
 نے بھی اسی سومات  
 کے قریب کفر کو شکست  
 دی یہ شکست تو ہندو  
 مت کی تقدیر بن چکی  
 ہے تھی تو ماتحت باندھ  
 کر انکساری سے مٹا جانا  
 ہے۔

اس برسوں کی  
 تاریخ کو رن کچھ کے  
 معرکے میں دہرا یا گیا  
 اور جن فرانسسی اخبار  
 نویسوں نے اس علاقہ  
 کا دورہ کیا تھا انہوں  
 نے وہ تفصیل بتائیں



ہیں جن کو سن کر بھارتی جنگ بازوں کی ہمت و جرات پر نفرین بھیجنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس شکست میں جب بھارتی گدھاڑے ہیں تو ان کو یہ پتہ نہیں چلا کہ وہ اپنے پیچھے بہت کام کی چیزیں چھوڑے جا رہے ہیں۔ شاستری ہمارا راج کو صحرا کی یہ لڑائی پسند نہ آئی تو انہوں نے اعلان کر دیا کہ وہ اپنی پسند کا محاذ کھولیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اگست میں کشمیر میں جد متار کہ جنگ کو عبور کر کے اپنی پسند کا محاذ کھول دیا۔ جب یہاں پٹے تو پھر لاہور سیالکوٹ پر حملہ کر دیا۔ ادھر بھی درگت بنی تو فاصلہ کا وغیرہ میں چلے گئے۔ وہاں کچھ پیش نہ چلی تو راجستھان میں آگے پہاڑ، میدان اور صحرا کے علاوہ انہوں نے ہوا اور پانی میں بھی لڑ کر دیکھ لیا۔ دن کچھ کا معاملہ طے نہ ہو پایا تھا کہ بھارت نے یہ نئی حرکت کی۔

۲۲ دسمبر ۱۹۶۵ء کی خبروں کے مطابق دن کچھ کے ٹریبونل کے قیام کے لئے یو این اور سیکرٹری جنرل نے ٹریبونل کے سربراہ کا تقرر کر دیا ہے۔ کشمیر کے معاملہ میں تو بھارت نے ہمیشہ وعدہ خلافی کا معیار قائم رکھا ہے تازہ حالات کی روشنی میں دیکھئے بھارت کیا کرتا ہے۔ ہم تو مٹر مہاجن کی جو ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ چیف جسٹس ہیں کے ارشادات اور بھارتی حکمرانوں کے کردار کی روشنی میں یہ سمجھتے ہیں کہ دن کچھ کی جنگ بھی بھارت کے ۱۹۶۴ء کے بنائے ہوئے پروگراموں میں سے ایک تھی اور موجودہ بین الاقوامی سرحد پر حملہ بھی اپنی سجاویر کا ایک حصہ ہے مٹر مہاجن تو بھارت پر بڑے برسے ہیں کہ فوراً ہی پاکستان کو مزاحیوں نہ چکھا دیا گیا۔ لیکن اب جب بھارت کرٹوا کرٹوا اٹھو کر چکا ہے جانے مہاجن صاحب امرت کا پیالہ ان کے سامنے کب رکھیں گے جس ملک کے ججوں کی بے انصافی کا یہ عالم ہو ان کے عوام تو انشا اللہ چشم بد دور خوب خوب انصاف دوست ہوں گے۔

دن کچھ کا علاقہ سندھ کے جنوب میں واقع ہے۔ اس کا رقبہ آٹھ ہزار چار سو مربع میل ہے یہ علاقہ صحرا یا دلدلوں پر مشتمل ہے ان دلدلوں میں کسی کسی جگہ قدرے اونچے ٹیلے ہیں۔ جو مقامی زبان میں بھٹ کہلاتے ہیں۔ ان بھٹوں پر کہیں کہیں آبادی ہے۔ کسی زمانہ میں یہاں بہت بڑی جھیل ہوا کرتی تھی جس میں جہاز رانی ہوتی تھی۔ دریائے سندھ کا پانی اس جھیل میں گرتا تھا۔ مگر ۱۸۱۹ء میں زبردست زلزلہ آیا۔ جس کے نتیجے میں یہ جھیل دریائے سندھ سے کٹ گئی اور دلدلوں میں تبدیل ہو گئی۔ نشیبی علاقہ ہونے کی وجہ سے ہر سال بوسات کے موسم میں یعنی مئی سے اکتوبر تک اس میں سمندر اور دریاؤں کا پانی بھر جاتا ہے۔ اقتصادی اعتبار سے یہ علاقہ بے کار ہے تاہم یہاں تاریخی اہمیت کی کئی بستیاں ہیں۔ مثلاً جنوب میں مشہور قدیم قصبہ بھوج ہے۔ جنوب مغرب میں سومناٹھ کا تاریخی مندر اور قصبہ ہے اور ساحل پر بھارت کا مشہور قلعہ دوار کا ہے جس کی جنگ میں اینٹ سے اینٹ بجائی گئی تھی۔

دن کچھ کا متنازعہ علاقہ سابق صوبہ سندھ اور سابق ریاست کچھ کی سرحد پر واقع ہے اصل سرحد کے بارے میں تقسیم ہند کے پہلے بھی ریاست کچھ اور صوبہ سندھ کے درمیان اختلاف پایا جاتا تھا۔ مگر عرض بلد تیس اعشاریہ پانچ آٹھ درجے کا شمالی علاقہ صوبہ سندھ کے زیر انتظام تھا۔ اس علاقہ کا رقبہ ساڑھے تین ہزار مربع میل ہے۔ تقسیم ہند کے بعد ریاست کچھ بھارت میں شامل ہو گئی دس سال بعد بھارتی حکومت نے اس سارے علاقے پر ملکیت کا دعویٰ کر دیا اور دلیل یہ پیش کی کہ دن کچھ "جھیل" نہیں ہے کہ سرحد کی لکیر اس کے درمیان سے گزرتی ہے لہذا عرض بلد چوبیس کے شمال میں ساڑھے تین ہزار مربع میل کا علاقہ اس کا ہے کیونکہ پہلے یہ علاقہ ریاست کچھ کی ملکیت ہوا کرتا تھا۔ بھارت کا دستور ہے کہ پہلے کسی علاقہ پر اپنا حق جتانے سے پھر پاکستان پر

جارجیت کا الزام لگانا ہے۔ اور پھر اس علاقے پر زبردستی قبضہ کر لیتا ہے۔ ہم نے جید آباد کشمیر، جو ناگر ٹھہ اور گوا کے معاملہ میں بھارت کو اسی طریق کار پر کاہند پایا ہے بھارت نے رن کچھ کے معاملہ میں بھی یہی حکمت عملی اختیار کی۔

۱۹۵۴ء میں بھارت نے مغربی پاکستان کی سرحدوں پر اپنی فوجی نقل و حرکت تیز کر دی۔ سابق صوبہ پنجاب کی سرحد پر کئی جھڑپیں ہوئیں۔ ۱۹ فروری ۱۹۵۵ء کو ہمدی سرحدی پولیس چھڈ بیٹ میں گشت کر رہی تھی کہ بھارتی فوج نے ان پر حملہ کر دیا۔ پاکستانی نوجوان فوراً آڑ میں ہو گئے اور ان کی جوانی فائرنگ سے تین بھارتی سپاہی زخمی ہو گئے۔ بھارتی حکومت نے پاکستانی علاقہ میں ناجائز مداخلت سے باز آنے کی بجائے اس پر قبضہ جمانے کا فیصلہ کر لیا تھا اس نے ۲۵ فروری ۱۹۵۴ء کو اپنی فوج رن کچھ بھیج دی۔ پاکستانی پولیس چھڈ بیٹ سے سپاہیوں نے پر مجبور ہو گئی۔ پنڈت منرونے ۳ مارچ کو بھارتی پارلیمنٹ میں پاکستان پر اٹا جارجیت کا الزام لگایا اور کہا بھارت نے اس علاقے پر قبضہ کر لیا ہے سندھ اور پنجاب کی سرحدی جھڑپوں کے نتیجے میں بھارتی حکومت سرحد کی نشاندہی پر آمادہ ہو گئی۔ معاہدہ کے مطابق جن سرحدوں کی نشاندہی ہونی چھنی ان میں رن کچھ کا علاقہ بھی شامل تھا۔ مگر بھارت نے اسے کھٹائی میں ڈال دیا۔ ۱۹۶۰ء میں مغربی پاکستان اور بھارت کی سرحد بندی کے سلسلے میں مذاکرات شروع ہوئے۔ پہلا اجلاس جنوری ۱۹۶۰ء کو لاہور میں منعقد ہوا۔ پاکستان کی نمائندگی جنرل کے ایم شیخ نے کی جو اس وقت وزیر داخلہ تھے۔ اور بھارت کی نمائندگی سردار سورد سنگھ نے کی جو اس وقت معدنیات کے وزیر تھے۔ تین دن بعد، مذاکرات ملتوی ہو گئے اور ۸ جنوری کو دہلی میں دوبارہ شروع ہوئے اور جنوری کو دونوں حکومتوں کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا۔ اس موقع پر جو مشترکہ سرکاری اعلان

جاری ہوا اس میں کہا گیا تھا کہ مغربی پاکستان اور مشرقی پنجاب کے تمام سرحدی جھگڑوں کا تصفیہ ہو گیا ہے اور اب صرف مغربی پاکستان اور بمبئی کے درمیان دن کچھ کا تنازعہ باقی ہے۔ تاہم دونوں حکومتیں اس بات پر رضامند ہو گئی ہیں کہ دن کچھ کے تنازعہ کے بارے میں مزید معلومات جمع کی جائیں اور مذاکرات جاری رکھے جائیں۔

بھارت نے اس معاہدہ کی بھی خلاف ورزی کی اور کسی نہ کسی بہانے پانچ سال تک مذاکرات کو معرض التوا میں ڈالتا رہا۔ آخر کار ثابت ہو گیا کہ وہ اس علاقے پر نہ برہم دستہ قبضہ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔

جنوری ۱۹۶۵ء میں بھارت نے دن کچھ میں فوج بھیجنا شروع کر دی مارچ تک وہاں ایک بریگیڈ پیادہ اور دو ٹیالین توپخانہ فوج جمع کی جا چکی تھی مغربی پاکستان ریجنل کے انسپکٹر جنرل نے ۱۵ مارچ کو سرحدی صورت حال پر تبادلہ خیال کیلئے راجکوٹ ر بھارت کے ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس کو مراسلہ بھیجا جس کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔ پاکستان کے احتجاج پر بھارت مقامی حکام کی ملاقات پر رضامند ہو گیا۔ مگر اس کے انعقاد کی راہ میں روڑے اٹکاتے لگا۔

چار اوڈیا پانچ اپریل کی درمیانی رات کو بھارتی فوج پاکستانی علاقہ ڈنگ میں گھس آئی اور پاکستانی چوکی سے ایک ہزار گز کے فاصلہ پر سردار نامی بستی پر قبضہ کر کے مورچے بنائے۔ اسی طرح رگوکوٹ پر قبضہ کر لیا گیا اور چھڑ بیٹ میں اپنے مورچوں کو مزید مضبوط بنانا شروع کر دیا۔ انہی دنوں بھارتی وزیر داخلہ سندھ نے دن کچھ کا دورہ کیا اور دہلی واپس جا کر کابینہ کو رپورٹ پیش کی۔ کابینہ کے اس اجلاس میں بھارتی کمانڈر انچیف جنرل چوہدری نے بھی شرکت کی بعد ازاں خود جنرل چوہدری نے دن کچھ کا دورہ کر کے اپنے فوجی انتظامات کا جائزہ لیا۔

اسی اثنا میں بھارتی وزیر داخلہ نے دھمکی دی کہ پاکستان سے یہ علاقہ خالی کرنے کے لئے ضروری کارروائی کی جائے گی۔ بظاہر فوجی فیصلہ مسلط کرنے کے انتظامات مکمل کر لئے گئے تھے۔

۹ اپریل کو بھارتی فوج نے اچانک ڈنک اور کابجر کوٹ کی پاکستانی چوکیوں پر حملہ کر دیا۔ مگر سٹیج ریخرز کے جوانوں نے بڑی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا اور حملہ آوروں کو پسپا کر دیا۔ بھارت نے اپنی جارحانہ کارروائی شروع کر دی تھی سٹیج ریخرز کی جگہ فوج کے کچھ دستے سرحد پر بھیج دیئے گئے۔

پاکستانی فوج نے موقع پر پہنچتے ہی تمام دفاعی انتظامات مکمل کر لئے اب وہ بھارت کی ہر شرارت کا جواب دینے کو تیار تھی۔ اسی رات بھارتی فوج نے مشین گنوں اور توپوں کے ساتھ پاکستانی مورچوں پر حملہ کیا۔ پاکستانی جوانوں نے اس حملہ کا منہ توڑ جواب دیا۔ ۱۴ گھنٹہ کے معرکہ میں بھارتی فوج کو سرحد کے مورچوں سے پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کر دیا۔ اس کارروائی میں کسی بھارتی ہلاک ہوئے اور متعدد بھارتی قید کر لئے گئے۔

بھارتی فوج نے اس کا جواب یوں دیا کہ ۱۲ اپریل کو ٹینکوں اور توپخانہ کی مدد سے کابجر کوٹ پر وسیع پیمانہ پر حملہ کر دیا۔ پاکستانی فوج نے یہ زبردست حملہ پسپا کر کے بھارت کی فوجی قوت پر کاری ضرب لگائی۔ بھارت کے دو ٹینک تباہ کر دیئے گئے اور ہم کو نقصان پہنچا یا گیا۔ اسی دن بھارتی وزیر داخلہ نے پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ بھارت دن کچھ کا تنازعہ بات چیت سے حل کرنے پر آمادہ ہے۔ ۱۳ اپریل کو پاکستان نے جنگ بندی کی تجویز پیش کی جسے بھارت نے قبول کر لیا۔ مگر اس پر عمل کی صورت پیدا نہ ہونے دی تاہم پاکستانی فوج نے بھارت کو اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہونے دیا۔

دن کچھ میں جھڑپوں کی اطلاع پر دنیا بھر میں تشویش کا اظہار کیا جانے لگا تھا۔ پہلی چند گھنٹوں میں یہی ثابت ہو گیا تھا کہ بھارت امریکی اسلحہ کے بل بوتے پر کوئی نہ کوئی گل کھلانے پر تیار ہوا ہے۔ پاکستان نے مصالحت کی جتنی بھی کوششیں کی تھیں۔ بھارت نے انہیں ناکام بنا دیا تھا۔

اب ایک ایک کر کے پردے اٹھنے لگے۔ اپریل کے تیسرے ہفتے میں بھارتی سینا کے منتخب بریگیڈ پیئرے بدل بدل کر میدان میں آئے۔ انہیں تازہ دم کمک بھی پہنچانی گئی لیکن وہ کسی بھی معرکہ میں جم نہ سکے اور سپاہی ہوتے رہے۔ بیس دنوں میں پاکستانی افواج اور رینجز نے بھارت سے وہ تمام علاقہ چھین لیا جس پر وہ چپکے چپکے سے آکر ناجائز قبضہ کر بیٹھا تھا۔

ان بیس دنوں میں بھارت کا جانی اور مالی نقصان پاکستان کے مقابلہ میں بیس گنا ہوا پہلے ہی معرکہ میں بھارت کے بیس کے قریب فوجی قیدی کر لئے گئے تھے۔ ان میں بھارت کے پچاسویں چھاتہ بردار بریگیڈ کے جوان بھی تھے یہ بھارت کا بہترین لڑکا بریگیڈ مانا گیا تھا۔ اور اگر ہ سے اسے ہوائی جہاز کے ذریعہ کھاؤ و د میں اتارا گیا تھا ۱۹۶۲ء میں چین کے خلاف نیفل کے محاذ پر بھی اس کو لڑا یا گیا تھا۔ دیگر معرکوں میں سپاہیوں کے علاوہ ایک میجر اور ایک لیفٹیننٹ کرنل کو بھی گرفتار کیا گیا۔ میجر کرنل سنگھ چینوں کے خلاف لڑتا ہوا بھی گرفتار ہوا تھا۔ اسی میجر نے کہا تھا کہ میں بھارت کے نیتاؤں کو مشورہ دوں گا کہ وہ ہمسایہ ملکوں کے ساتھ دوستانہ مراسم بڑھائے کیونکہ اس کی فوج کسی بھی دوسرے ملک سے لڑنے کے قابل نہیں۔ غیر ملکی اخبار نویسوں کی رپورٹوں سے جنرل سنگھ کے بیان کا دوسرا پہلو بھی عیاں ہوتا ہے۔ اس کے ہی الفاظ یہ ہیں۔

”بیشک بھارتی ہر معرکہ میں دم دبا کر بھاگ نکلے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ بھارتی بزدل ہیں اور لڑنا جانتے ہی نہیں، لہذا انہیں بھاگنے پر مجبور کر دینا کوئی خاص



اس خیال کی تردید کرتے ہوئے ایک غیر ملکی اخبار نویس نے لکھا ہے: "میں جتنے افسروں سے ملا سب نے کہا ہے کہ بھارتی کمانڈر اور سپاہی لڑنا جانتے ہیں اور وہ لڑتے بھی ہیں اور تمام بے یگید جو بھارت دن کچھ میں لایا تھا۔ چین کے محاذ پر عملی تربیت بھی حاصل کر چکے تھے۔ وہ ہم سے زیادہ تجربہ کار تھے۔ وہ دن کچھ میں لڑے اور انہوں نے جم کر لڑنے کی انتہائی کوششیں کیں۔ لیکن پاکستانی فوج کے جوانوں میں کوئی ایسی طاقت اور جذبہ ہے جس کے مقابلہ میں بھارتی افواج کے جے قدم بھی اکھڑ جاتے ہیں۔ جب پاکستانی اللہ اکبر اور حیدری لغرہ لگاتے ہیں تو ان میں ایک زبردست قوت آجاتی ہے اور بھارتی لغرہ کی آواز سے ہی بوکھلا اٹھتے ہیں۔"

پاکستانی فوج کے اسی جذبہ حریت کو ایک اور غیر ملکی اخبار نویس خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے: "معلوم نہیں ہوتا کہ افسر کون ہے اور سپاہی کون؟"

دن کچھ کے معرکوں میں سب سے زیادہ خونریز معرکہ بیاڑ بھٹ کا تھا اس میں بھارتی سو ماڈل کا زیادہ خون بہا۔ اس معرکہ کی تفصیل ایک پاکستانی افسر کے الفاظ میں یوں ہے: "ہمیں افسوس ہے کہ میدان جنگ میں بھارتیوں سے ہماری پہلی ملاقات ہوئی تھی وہ ہمیں آٹھ سال سے دھمکیاں دیتے رہے تھے۔ اور دن کچھ میں بڑی شان سے اترے تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے سپاہیانہ جوہر نہ دکھائے اور نہ ہی ہمیں اپنے جوہر دکھانے کا موقع دیا۔ بھارتی سپاہی محفوظ مورچے سے فائرنگ کر سکتا ہے لیکن میدان میں آکر دم بھر کے لئے بھی نہیں کھڑتا اور مضحکہ خیز طریقے سے سپاہیوں سے یہ بھی کوئی لڑائی ہے؟"

ایک اور غیر ملکی یقین ہی نہیں کر لیا تھا کہ پاکستانی فوج نے بھارتیوں سے ٹرک چھین لئے ہیں اور بھارتی سینک اسلحہ بارود اور راشن وغیرہ اپنے مورچوں میں چھوڑ گئے ہیں۔ وہ تو بھارتی فوج کی نفری، اس کی یلغار، جنگی تربیت، ساز و سامان، ٹینکرز اور معتب سے توپوں کے فائر دیکھ کر حیران تھا۔ آخر اس نے پوچھا: "وہ ساتھ ساتھ آٹھ ٹرک کہاں

ہیں جو آپ لوگ کہتے ہیں کہ بھارتی سینا سے چھنے ہیں؟

ہمارے افسر نے جواب دیا۔ ”ان پر ہم بھارتیوں کا پیچھے چھوڑا ہوا اسلحہ اور بارود لاد لاد کر پیچھے لارہے ہیں۔“

پھر اسے وہ ٹرک اور ساز و سامان دکھایا گیا تو حیرت سے اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

بئیرٹلی اخبار نویسوں نے وہ اسلحہ بھی دیکھا جو بھارت نے امریکہ سے حاصل کیا تھا اور اب ہماری افواج کے قبضہ میں آچکا تھا۔ سنڈے ٹیلیگراف لندن نے لکھا۔ ”پاکستانی فوج کے پاس ٹرنسپورٹ کے لئے کچھ نہ تھا لیکن بھگورے بھارتی ان کے لئے کافی ٹرک دیگر ساز و سامان کے علاوہ چھوڑ گئے۔“

ابتدائی رینجز کی معمولی تعداد سے لڑنے کے لئے بھارت نے بیس ہزار سپاہی اکٹھے کئے۔ ٹام سیٹی نے سنڈے ٹائمز میں لکھا۔

”بھارتی بدحواس ہو کر بھاگے اور اپنے پیچھے پا جائے، جوتے، نیم خوردہ چپاتیاں، محبت نامے اور ٹوپیاں چھوڑ گئے۔“

رن کچھ کے میدان کے پہلے ہیردھن علی انسپکٹر پولیس رائڈس رینجز ہیں وہ گشت کے دوران دس بارہ سپاہیوں کے ساتھ بھارتی فوج میں گھر گئے لیکن رائفلوں اور مشین گنوں کے فائر وں سے بچ بچا کر وہ اپنے موچوں میں آگئے انہیں پتہ چلا کہ ان کی ایک رائفل ایسے مقام پر گر گئی ہے جہاں سے بھارتی اسے حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ اکیلے گئے اور گولیوں کی بوچھاڑ میں رائفل واپس لانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس جرات مندانہ اقدام پر انہیں ستارہ شجاعت عطا کیا گیا۔ پاکستانی فوج کا ایک سپاہی اللہ دتہ ایک نامور فرزند ہے جس نے اکیلے دشمن کی صفوں میں گھس جانے کی جرات کی۔ اسے پکڑ لیا گیا لیکن جب اسے کمانڈر کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے زور کا ایک لغزہ لگایا اور بھاگ نکلا۔ گولیاں برستی ہیں لیکن

وہ زندہ سلامت نکل آیا۔

اسی طرح چھڈ بیٹ کے علاقہ میں ایک گشتی دستہ کے ایک سپاہی نے اکیلے بھارتی مورچے کو تباہ کر دیا اور اسلحہ سے لدا ہوا جب واپس آیا تو اس نے اپنے کمانڈر کو سلام کرتے ہوئے کہا۔ "وہ اس سے زیادہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔" اسی معرکہ کے ہیروز میں بریگیڈیر جنرل اور لیفٹیننٹ نادر پورہ جیسے جانناز بھی شامل ہیں۔ چھ سو بھارتی سپاہیوں کی پوری ٹالین نے میجر آفریدی اور چار دوسرے سپاہیوں کو زخمی حالت میں گرفتار کیا۔

پاکستانی فوج دو بریگیڈوں کے درمیان ان کا رابطہ توڑنے کے لئے بڑھ رہی تھی۔ یہ دو بریگیڈ دو مختلف مقامات سے آگے بڑھ رہے تھے۔ بھارتی کمانڈر پاکستانی جنگی چال کو بھانپ گئے اور انہوں نے تازہ دم ڈویژن کو لا کر آگے بڑھا دیا۔ لیکن بھارتیوں کی یہ چال بھی ناکام ہو گئی اور ان کی ڈویژن کو ہمارے بریگیڈ نے گھیرے میں لے لیا۔ اب وقت تھا کہ پورے کے پورے ڈویژن کا صفایا کر دیا جاتا کہ بھارت نے عیارانہ چال چلتے ہوئے "فائر بندی" کرنے کا اعلان کر دیا۔ اور پاکستان نے ایک بار پھر امن کا ساتھ دیا۔

دن کچھ کا تنازعہ بھی چل رہا ہے۔

اگست ۱۹۶۵ء میں اس موضوع پر کشمیر میں بغاوت کے پیش نظر بھارت نے بات چیت کرنے سے انکار کر دیا پھر جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء کے بعد یو این او نے دن کچھ ٹریبونل کے صدر کے نام کا اعلان کیا نہ کہرات بھی ہوئے لیکن نتیجہ بھی کچھ بھی نہیں نکلا۔ لیکن ان ساری عیاریوں اور چالاکیوں کے باوجود بھارت کے چہرے سے نقاب الٹا جا چکا تھا اور پاکستان سب کچھ جانتے ہوئے اس کی چال بازیوں پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

# فاتر بندی کے بعد

۲۳ ستمبر ۱۹۶۵ء کو پاک بھارت جنگ عارضی طور پر بند ہو گئی۔ بھارتی افواج کی شکستوں، ملک کی اندرونی ریشہ دوانیوں، انصاف پسند ممالک کی مذمتوں اور ملک کی اقتصادی مشکلوں میں گھرے ہوئے بھارت درش کے اس وقت کے وزیر اعظم مہاترا ستری نے ۲۳ ستمبر کو کہا تھا کہ بھارت نے غیر مشروط طور پر سلامتی کونسل کی قرارداد منظور کی ہے اور اپنا یہ موقف کہ کشمیر بھارت کا الٹ حصہ ہے ترک دیا ہے۔ اس موقع پر بھارت نے قرارداد کے دونوں حصوں جن کی نشان دہی فرانس اور ہالینڈ نے کی تھی۔ اعتراض نہ کیا لیکن جنگ بند ہوتے ہی اپنے روایتی انداز میں بھارت کی سیاسی زبان مہاسبھائی انداز میں کہنے لگی: "کشمیر بھارت کا حصہ ہے"

بھارتی ذہنیت پر اس سے زیادہ تاسف کیا کیا جاسکتا ہے کہ لاندھی حکومت امریکی سامراج کی طرح اب امن کا علاج ایٹم بم کی تیاریوں سے کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ معاہدہ تاشقند سے قبل بھی بھارتی لوگ سبھاسی ایٹم بم کا مطالبہ کیا گیا تھا اور اب تو تیاریوں کے بعد بھارت ایٹم بم کا تجربہ بھی کرنے والا ہے۔ کیا ایٹم بم کے دھماکوں سے اہل اسلام کے آہنی ارادوں کو متزلزل کیا جاسکتا ہے؟ اس کا جواب اگر بھارت کو چھب، سیالکوٹ، واگہ، کھیم کرن اور اجھتان کے علاقوں میں نہیں مل سکا تو آئندہ وقت کے ماتھے پر اُبھرتی ہوئی مہیدوں

سے مل جائے گا۔

فاؤربندی کے فوراً بعد پاکستان میں بلیک آؤٹ ختم کر دیا گیا۔ لیکن بھارت نے اپنے شہروں میں بلیک آؤٹ جاری رکھا، اسے خواب میں بھی پاک فضائیہ کے شہبازوں کے پردوں کی گونج سناٹی دیتی رہی۔ بھارتی فضائیہ پر جو بجلی پاکستان نے گرائی تھی ابھی تک بھارت کی آنکھیں اس کی چمک سے خیرہ تھیں۔

ہم ایک خدا، ایک رسول اور ایک دین کے ماننے والے ہیں، ہماری افواج کی شجاعت و دلیری کی امین تو بھارتی ٹینکوں کی ٹوٹی پھوٹی آہنی دیواریں بھی ہیں، ہمارے عوام کے تعاون اور جلوس کی ساری دنیا مداح ہے، لیکن اس عزت کو ہم اللہ کی دین سمجھتے ہیں، اس میں تفرق و غرور نہیں بلکہ رضائے الہی اور تائید ایزدی شامل ہے اسی لئے اس جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد جو کسی رسمی جشن کے انعقاد کی بجائے پاکستانی قوم نے یومِ شکر منایا، چنانچہ ملک بھر کی مساحد میں قوم خدائے عزوجل کے آگے جھک گئی اور عظیم فتح کے لئے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا۔ شہیدانِ وطن کو خراج عقیدت پیشی کیا گیا اور موپوں پر ڈٹے رہنے والے غازیوں اور مجاہدین کشمیر کی کامیابیوں کے لئے دستِ دعا بلند کیا۔

بھارت اپنی مکاری اور چالاکی کا دامن وسیع کرتا رہا۔ فاؤربندی کے بعد بھی بھارت نے معاہدہ کی خلاف ورزی جاری رکھی۔ ہریکے بریکے روڈ پر ۲۴ ستمبر کو ہمارے مورچوں پر گولہ باری کی ۲۵ ستمبر کو فاضلکا اور اجتھان سیکٹر میں پیش قدمی کی کوششیں کی گئیں یہاں تک کہ بھارتی فضائیہ بھی حرکت میں لائی گئی، سپالکوٹ، کھیم کرن کے محاذوں پر بھی بھارت نے اس قسم کی حرکات کیں، اس پر اس وقت کے وزیر خارجہ مٹرز ڈوالفقار علی بھٹو

نے پاکستان کے ترجمان کی حیثیت سے نیویارک میں کہا تھا۔ بھارت فائزندی کی خلاف ورزیاں تصفیہ کشمیر کی عالمی کوششوں کو ناکام بنانے کے لئے کر رہا ہے۔ ان ساری خلاف ورزیوں کی رپورٹ اقوام متحدہ کے فوجی مبصرین کو کی گئیں کرنل کرنتھرنے واضح الفاظ میں اقوام متحدہ کو لکھا کہ بھارت نے درمیانہ درجہ کی توپوں، فیلڈ آرٹلری، ریفیلوں اور ٹینکوں سے پاکستانی افواج پر حملے کئے ہیں۔ سیکرٹری جنرل اوتھان نے سلامتی کونسل کے صدر کو ان واقعات کی اطلاع دی اور سلامتی کونسل نے بھارت کو فائر کے سمجھوتہ کی سنگین خلاف ورزیوں کا مجرم قرار دیا۔ لیکن بھارت پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ بلکہ معاہدہ تاشقند کے بعد بھی بھارت نے سیالکوٹ کے علاقوں کو خاصی لے دے کے بعد خالی کیا۔ فوجوں کے مکمل انخلا تک بھارت نے ہزاروں بار فائر بندی کی خلاف ورزی کی۔

صدر پاکستان نے شہیدوں اور غازیوں کو اعزازات سے نوازا۔ سب سے بڑا فوجی اعزاز "نشان حیدر" پنجاب رجمنٹ کے میجر راجہ عزیز بھٹی شہید کو دیا گیا۔ تفصیل پہلے آچکی ہے۔

ان اعزازات کے علاوہ اور بہت سے فوجی اور غیر فوجی نوجوانوں کو جنگ کے دوران نمایاں خدمات انجام دینے پر اعزازات دیئے گئے، لیکن کئی ایسے بھی گمنام سپاہی ہیں جنہوں نے اعزازات تو حاصل نہیں کئے، لیکن قوم کے دلوں میں ان کا احترام ہے۔ ایسے گمنام غازیوں اور شہیدوں کو قوم کا بچہ بچہ سلام کرتا رہے گا۔ اس کتاب کی اشاعت تک ایسے شہیدوں کی یادگاریں سرحدی علاقوں میں جا بجا تعمیر کر چکی ہوگی۔

فائر بندی کے بعد جبکہ ہمارے مجاہدین مورچوں پر ڈٹے ہوئے تھے۔

تو فوج کے اعلیٰ افسروں نے بذات خود ان کے پاس جا کر فتح و کامیابی پر مبارکبادیں پیش کیں۔ صدر پاکستان اور کمانڈر انچیف کے علاوہ قومی اسمبلی کے اراکین اور سپیکر بھی مورچوں پر گئے۔ اخبارات کے نمائندوں نے پاکستانی جوانوں کی سچی زندگی کی سچی تصاویر اور ان کے حالات پیش کئے۔ عوام کے ہدیہ خلوص کا یہ عالم تھا کہ وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ صرف فائر بندی ہوئی ہے۔ جنگ بند نہیں ہوئی یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ بھارتی فوج ہر وقت معاہدوں کی خلاف ورزی کرتی رہتی ہے اور کسی وقت بھی آگ برسا سکتی ہے۔ محاذ پر اگلے مورچوں پر جانے کے لئے بے تاب رہتے تھے۔ وہ اپنے دلی جذبات کا اظہار کرنے کے لئے غیرت مند اور جیالے جوانوں تک پہنچنا چاہتے تھے۔

فوجی افسر جب انہیں اگلے مورچوں پر نہ جانے دیتے تو پھر وہ کئی کئی طرح کے سہارے تلاش کرتے اور بالآخر ان کے خلوص کی فتح ہوتی۔

افواج کی نقل و حرکت تو امن کے زمانہ میں بھی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن فائر بندی کا وقت بھی تو جنگ کا وقت ہی تھا۔ لیکن افواج کو وقتی طور پر کچھ آرام کا موقع ملا تھا۔ آرام کرنے یا کسی اور کام کے لئے اگر فوجی جوان شہروں یا دیہاتوں میں آنکلتے تو ان کی راہوں میں عقیدت سے آنکھیں بچھانی جاتیں ان کو پکڑ پکڑ کر لوگ گھروں میں لے جاتے ان کی تواضع کرتے اور وہ انکسار سے دوہرے ہو جاتے۔ محبت اور خلوص کی فضا ہر طرف چھانی ہوئی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہم آج سے چودہ سو برس پہلے کے مسلمان ہیں۔

جوں جوں فائر بندی کو دیر ہوتی گئی امن کی راہیں استوار ہوتی گئیں۔ یہ ایک پلیٹ فارم پر اکٹھی کی ہوئی قوم بکھرنے لگی۔ اس خطرناک منحنی رجحان کو بدلنے کے لئے بڑی سعی کی ضرورت تھی۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج وہ سترہ دن والی اور

پھر فائر بندی کے بعد والی صورت حال قائم نہیں رہی۔  
 لیکن آج بھی جب جنگ کا نام لیا جاتا ہے تو پاکستان کا ہر فرد خواہ وہ  
 کسی عمر، کسی طبقہ کس خیال کسی مرتبہ کا ہے۔ ہندوستان کے مقابلہ میں ایک  
 ہی آواز نکالتا ہے کہ ہم دشمن کو کچل کر رکھ دیں گے۔  
 بظاہر چند داخلی مسائل ہیں انجھے ہونے کے باوجود کسی عظیم مقصد کے لئے  
 ہم سب اکٹھے ہیں۔ اکٹھے تھے اور رہیں گے، انشاء اللہ۔



# جنگ اور عوام

کسی بھی ملک پر جب جنگ مٹولنس دی جاتی ہے تو اس ملک کو دو محاذوں پر جنگ لڑنی پڑتی ہے۔ ایک جنگی محاذ اور دوسرے عوامی محاذ پر جنگی محاذ پر ملک کی تربیت یافتہ افواج لڑتی ہیں اور دوسرے محاذ پر عوام ایک تو اپنی افواج کی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔ انہیں پورا کرتے ہیں۔ دوسرے جنگ کے فوری اثرات سے روزمرہ زندگی میں جو تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ ان کے مطابق اپنے آپ کو ڈھلنے کی تگ و دو کرتے ہیں بچے عورتیں اور بوڑھے انسانی زندگی کا وہ سرمایہ ہوتے جن کی حفاظت جوانوں کے ذمہ ہوتی ہے۔ ان کے حوصلوں کو بھی بلند کرنے کی سعی کرنی پڑتی ہے۔ تمام سرکاری اور نجی صنعتیں بالواسطہ اور بلاواسطہ جنگ سے نہ صرف متاثر ہوتی ہیں۔ بلکہ ان کی مانگ بڑھ جاتی ہے۔ ایسے حالات میں دشمن افواہوں کا جال بھی پھیلاتا ہے۔ غرض عجیب کش مکش کا عالم ہوتا ہے الحمد للہ کہ پاکستان کے عوام نے ایسے کردار کا مظاہرہ کیا کہ دنیا حیرت زدہ رہ گئی ان ساری کوششوں کا محاسبہ تو بہت ہی مشکل ہے جو جنگ جیتنے کے لئے عوام نے کیں تاہم چند کا ذکر خالی از مقاصد نہیں ہوگا۔

۱۔ ادویات کے علاوہ زخمیوں کے لئے اکثر خون کی ضرورت ہوتی ہے۔ خون جمع کرنے کے لئے جب ملک کی انتقال خون کی تنظیموں نے اعلانات کئے تو زمرہ دلائل پاکستان نے اتنا خون دیا کہ نہ صرف تنظیموں کے مانگے ہوئے۔

ریفریجیٹر بھی بھر گئے بلکہ انہوں نے خون لینا بند کر دیا اور صرف نام پتہ لکھتے اور خون کا گروپ تشخیص کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے بتایا کہ ضرورت پڑنے پر آپ کو بلا لیا جائے گا۔

بچے خون دینے پر اصرار کرتے تو ان کی تسلی کی خاطر ان کے جسم میں سوئی چھو کر ان کو یقین دلا دیا جانا کہ ان کا خون لے لیا گیا ہے۔

۲۔ ریڈیو پاکستان کے فنکاروں نے عوام کے جذبات کی پوری پوری ترجمانی کی سچی خبروں سے اپنا وقار بلند کیا۔ دیہاتی پردگراں میں، خبروں میں تقریریں ہیں صداقت کا ایسا رنگ بھرا کہ قوم نے محسوس کیا کہ ریڈیو ان کے جذبات کا ترجمان ہے۔ اشفاق احمد نے تمشچلوں کے رنگ میں بھارتی ڈھول کا پول کھول کر رکھ دیا۔ اعجاز حسین بٹالوی نے دستاویزی ثبوتوں کے ساتھ بھارتی سامراجیت کی وہ خبر لی ہے کہ اب تک اسے اپنے کردار کی تصویر دیکھ کر چلو بھریانی میں ڈوب کر مرنا چاہیے تھا۔ لیکن بقول شخص بڑے غیرت والے ہیں، گلوکاروں نے قومی شعراء کے ترانے ایسے جذبہ سے گائے ہیں کہ میری اطلاع کے مطابق فلم پر دہنا کے پروڈیوسر انور کمال نے صرف دو نغمے ”ڈھول سپاہیا“ اور ”زندہ ہے سیالکوٹ“ بیس ہزار میں خریدے تھے۔

۳۔ ادباً نے پرانی ڈگر سے ہٹ کر ایک بریگیڈ قائم کیا اور اس بریگیڈ نے عوامی محاذ پر وہ کام کیا ہے جو سماجی ٹینکوں نے سیالکوٹ کے محاذ پر کیا ہے۔ ادباً نے عوام کو ۶ صلہ دیئے رکھا۔ عوام کو وقت کی نزاکت اور اہمیت کا احساس دلایا ہر طبقہ کے لوگوں کو ان کے فرض کا احساس دلایا ہے اور ان سے باقاعدہ قومی جنگ میں کام لیا ہے۔ ادباً کے ساتھ ساتھ شعرا نے وہ معرکتہ الآراء و تخلیقات کی ہیں جو گل و بلبل، لب و رخسار اور عشوہ و ناز کی داستانیں نہ ہوتے ہوئے بھی

لازوال ہیں۔ اگر ان تخلیقات کا ایک ایک شجر بھی لکھا جائے تو ایک دفتر درکار ہے۔ لہذا اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ جتنے نعمات، نظمیں اور ترانے ان چند دلوں میں لکھے گئے ہیں گزشتہ اٹھارہ سال میں نہیں لکھے گئے ہیں۔

ادیبوں اور شعراء نے چیدہ چیدہ واقعات امتیازی شخصیات اور مظلوم شہریوں کے علاوہ ٹوٹے پھوٹے درو دیوار کو وہ وصلہ اور رنگ روغن بختا ہے جن کی جلا ذہنوں میں ہمیشہ قائم رہے گی۔

۴۔ اے قلم کاروں واقعی تم نے ثابت کر دیا ہے کہ قلم تلوار کا لغم البدل بھی ہے اور ادا اور شعراء کی سف کے ساتھ ساتھ آرٹسٹ اور کارٹونسٹ بھی آتے ہیں اور آرٹسٹوں نے ایسی ایسی تصاویر بنائی ہیں کہ ان کو دیکھ کر مردہ جسموں میں روح دوڑ جاتی ہے۔ میں نے چند ایسے کیلنڈر دیکھے ہیں جن میں معصوم سپاہیوں کے جذبات کی عکاسی کی گئی ہے پیش منظر میں ایک ننھا مجاہد کھڑا ہے اور پس منظر میں ٹینک، ہوائی جہاز، توپیں، بکتر بند گاڑیاں اور افواج کے دستے ہیں ابھرتی ہوئی قوم کیلئے اس سے زیادہ ترغیب کیا ہو سکتی ہے کارٹونسٹوں نے اپنی تخلیقات سے بھارتی زندگی کے ڈھا پنچہ کے کسی پہلو بے نقاب کئے ہیں۔ بھارتی شکو کی سیاسی اُلٹ بازلیوں پر ان کے برس نے وہ کام کیا ہے جس سے صرف شکو ہمارا ج ہی نہیں بلکہ اس کی ساری قوم کا کہ دار ہر کس و ناکس پر عیاں ہو گیا ہے۔

۵۔ افسانہ نویسوں نے ان داستانوں کو اپنے تخلیقات کے متن میں سمو یا ہے جس سے بھارتی وحشیت اور بربیت کا جسم نکلا ہو جاتا ہے۔ اس کہانی میں کتنی جان ہے۔ جب ایک ماں اپنے تمام بچے شہید کر دیتی ہے لیکن اندر چھپے ہوئے پاکستانی سپاہی کی حفاظت کرتی ہے یہ حب الوطنی اور انسانیت دوستی اب افسانوں کا عنوان بن گئی ہے ان افسانوں میں حقیقت ہی حقیقت ہے صرف

انداز بیان کی خاطر انہیں افسانہ کہہ لیجئے۔ ورنہ ہڈی پارہ کا امام مسجد اور چوندہ کی کریم بی بی کوئی اساطیری شخصیات تو نہیں۔ ان ہی لاثانی روجوں کی کہانیاں صدیاں بیان کی جائیں گی اور ان سے آزاد زندگی بسر کرنے والے روشنی حاصل کیا کریں گے۔

۷۔ حکومت کے اہلکاروں نے بڑی خوشی اور بڑے جوش کے ساتھ اپنی ڈیوٹیوں کے علاوہ ہنگامی حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے دن رات کام کیا۔

۸۔ ہر طبقہ کے لوگوں نے رضا کارانہ طور پر شہری دفاع اے۔ آء۔ بی طبی امداد اور رائفل ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا اور اپنے سالاروں کی سرکردگی میں جملہ قوانین کی پابندیاں اپنے اوپر اس طرح عائد کر لیں جیسے انہوں نے کل ہی خدا کے حضور پیش ہو کر اپنا اعمال نامہ دکھانا ہو۔

۹۔ غنڈہ عناصر نے بھی محسوس کیا کہ جس پاکستان کے عوام کو وہ جاٹو فوجا جاٹو تنگ کرتے رہے ہوں اس پر وقت آگیا ہے تو انہوں نے بھی اپنی سرگرمیاں ختم کر دیں اور قوم کے دوش بدوش عوامی دفاعی لائن پر کام کیا۔

۱۰۔ طلباء اور طالبات نے ہر اس سخریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جس سے قوم کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ مثال کے طور پر ٹریفک کنٹرول، ریڈ کر اس کی خدمت وغیرہ۔ لڑکیوں نے لڑکوں کے دوش بدوش رائفل ٹریننگ حاصل کی اور ثابت کر دیا کہ وہ بھی پاکستانی سپاہیوں کی اولاد ہیں۔

۱۱۔ خواتین کے مرکز میں بے شمار سوئیٹر بنے گئے۔ بستر تیار ہوئے فوجیوں کی ضرورت کی اشیاء کے پیکیٹ بنا بنا کر ان کو سپاگیا اور پھر بحفاظت تمام ان کو ان کی منزل پر پہنچایا گیا۔

۱۲۔ چھوٹے چھوٹے بچوں نے بھی صدر مملکت کی اپیل پر اپنی بچتیں قومی دفاعی فنڈ میں دے دیں۔ عورتوں نے زیورات اتار دیئے اور ہر شخص نے بڑھ چڑھ کر قومی

دفاعی فنڈ کی رقم کو چند ہی دنوں میں بیس کر ڈر سے زائد کر دیا۔

۱۲۔ ملک بھر کی انجمنوں، سوسائٹیوں، کلبوں، اداروں نے اپنے اداروں کے نام سے اداروں کے بجٹوں سے چندہ دے کر ملک کی حفاظت کی۔

۱۳۔ اقلیتوں نے بھی وہ سب کیا جو مسلمان کرتے رہے۔ انہوں نے بھی پاکستان میں رہتے ہوئے پاکستانی ہونے کا ثبوت دیا۔

۱۴۔ مساجد، مندر اور کلیساؤں میں آئمہ، پجاری اور اپادری خدا کے حضور جھک گئے اور پاکستان کی امن و سلامتی اللہ سے مانگ لی۔

۱۵۔ دیہاتی، ہٹری، امیر غریب، ملازم آقا کا امتیاز ختم ہو گیا اور ہر شخص نے جو کچھ وہ کر سکتا تھا کیا اور ابھی تک کر رہا ہے۔

۱۶۔ ملک کی جملہ سیاسی پارٹیوں نے ایک جنگی کمیٹی کی تشکیل کی اور اس میں برابر جمع کر کے ان لوگوں کی مدد کی جو بھارتی شیخوں سے متاثر ہوئے تھے یا جنہوں نے پاکستانی زمین کی حفاظت کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا تھا۔

۱۷۔ عوام نے مل جل کر اپنی افواج کے کردار کو اتنا خراج تحسین پیش کیا کہ اس کی مثال دینی مشکل ہے۔ ہر موڑ پر ان کے لئے کنٹینین کھول دی گئیں۔ گذرتے ہوئے ان کی گاڑیوں کو روک کر دودھ پیش کرتے۔ پھل نذر کرتے۔ محاذ تک ان کے لئے وہ چیزیں لے کر جاتے جو امن کے زمانہ میں بھی نہ ملی ہوں گی۔ مورچوں کے اندر خوردنی اشیاء پھل اور سگریٹوں کے ڈھیر لگے رہتے۔

حرفِ آخر۔ پاکستانی فوج نے جہاں پاکستانیوں کو جنگ کے بادلوں میں بھی میٹھی نیندیں اور خوش گوار راتیں میسر کر رکھی تھیں وہاں عوام نے بھی بہادر افواجِ پاکستان کے لئے ہر وقت ہی نیک جذبات کا اظہار کیا۔ آخر پاکستان کی حفاظت ہم سب کا اولین فرض ہے۔ لیکن خوراک ہتھیاروں کے علاوہ بھی ایک چیز تھی جس

نے پاکستانی افواج سے وہ کارنامے کرائے کہ دنیا اب ان کی کہانیاں ہی کہتی رہے گی  
ایک فوجی افسر سے میں نے کہا: "آخر آپ بتائیں کہ آپ کو کس چیز کی  
ضرورت ہے۔"

اس مردِ مجاہد نے کہا: "سب کچھ ہے۔ کسی بھی چیز کی کمی نہیں۔ صرف آپ  
کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔" اور سچ ہے کہ کوئی پاکستانی بھی ایسا نہ ہوگا۔ جو خدا  
کے حضور ملک کی سلامتی اور افواجِ پاکستان کی کامیابی کی دُعا نہ مانگتا ہو۔ میں  
نے بہت سے لوگوں کو کہتے سنا کہ افسوس تو یہ ہے کہ ہم بھریہ اور فضائیہ  
کے جوانوں سے براہِ راست مل کر ان کے ہاتھ نہیں چوم سکتے۔ لیکن ہماری دعائیں  
تو ان کے ساتھ ہیں۔

# جنگ اور بیرونی دنیا

یوں تو بھارتی جارحیت پر انصاف پسند ملک نے تین حریف بھیجے ہیں لیکن کچھ ممالک ایسے بھی ہیں جنہوں نے نہ صرف بھارتی جارحیت کی مذمت کی ہے بلکہ پاکستان کی طرف اپنی دوستی اور تعاون کا لاٹھ بڑھا یا اور ثابت کر دیا کہ دوست وہی ہوتا ہے جو مشکل کے وقت کام آئے۔ اس جہادِ حریت میں سب سے پہلے پاکستان کی حمایت کا اعلان انڈونیشیا نے کیا اور بھارت میں ہزاروں عوام نے بھارتی جارحیت کے خلاف مظاہرہ کیا۔ صدر سوئیکارا نے ۲ ستمبر کو برملا کہا: ”ہم پاکستان کے ساتھ ہیں“

دوسرے نمبر پر چین نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ چین نے پاکستان دوستی کا سچی ادا کرنے میں ذرہ برابر تامل سے کام نہیں لیا حکومت ایران نے نہ صرف پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا بلکہ خود وزیر اعظم ایران ترکی گئے تاکہ وہ ترکی کے ساتھ مل کر باہم مشورہ سے پاکستان کی مدد کریں نتیجہ کے طور پر ترکی اور ایران نے بھی اسلامی رواداری کا مظاہرہ کرنے میں پاکستان کو ہمیشہ کے لیے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ الجزائر اور برازیل نے پاکستانی موقف کی حمایت کی اور یقین دلایا کہ وہ وقت آنے پر پاکستان کی مدد سے دریغ نہیں کریں گے۔ روس کے وزیر اعظم مٹر کو سین نے بھی اس جنگ کے تصفیہ کی خاطر اپنی خدمات پیش کیں۔ اقوام متحدہ کی ساری مشینری بھی حرکت میں آگئی اور انہیں احساس ہوا

کہ کشمیر کا مسئلہ دب نہیں سکتا اور یو۔ این۔ او کی سیاسی چالوں سے اس کی اہمیت میں کوئی فرق نہیں آیا سیکرٹری جنرل نے خود برصغیر کا رخ کیا اور دونوں ملک کے سربراہوں سے ملاقات کی۔ واپسی پر سلامتی کونسل کا اجلاس ہوا تو فرانس، مالدیو اور اردن نے کشمیر کے مستقل حل کا مطالبہ کیا۔ دیگر تمام اسلامی ممالک مثلاً سعودیہ عرب، مراکش، عراق وغیرہ نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ کچھ ممالک جو سیاسی مصلحتوں کے تحت کوئی اعلان نہ کر سکے، انہوں نے خاموشی اختیار کی اور ہندوستان یا پاکستان کسی کے جتن میں یا خلاف کوئی بات نہیں کہی۔ انصاف پسند اور پُر امن ممالک کی اس خاموشی سے بھارت نے بالکل یہ درست اندازہ لگایا کہ اقوام عالم میں ان کی عزت خاک برابر بھی نہیں رہی ہے اور وہ دنیا میں تنہا ہے۔ ہندوستان کے لیڈروں نے حمایت کے اعلان کی بھیک مانگنے کے لئے یوگوسلاویہ، فرانس اور دیگر ممالک کے سفر اختیار کئے لیکن ان کی جھولی میں کسی نے بھی خیرات نہ ڈالی۔ رادھاکشن پنڈت اور وجے لکشمی کے دورے ضائع گئے۔

ملائیشیا کے رویہ کے برعکس فلپائن نے پاکستان کے موقف کی حمایت کی اور روزانہ کسی نہ کسی ملک کی طرف سے پاکستان کی حمایت میں اعلان ہوتا رہا۔ پاکستان نے ملائیشیا سے سفارتی تعلقات توڑ لئے۔

حکومتوں کے علاوہ مختلف ممالک کی ادبی، سماجی اور مذہبی انجمنوں نے بھی فتح اسلام کی دعا مانگی۔ پاکستان کی اس سے زیادہ خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی نصرت کے لئے مسجد نبوی اور خانہ کعبہ میں دعائیں مانگی گئیں۔ ترکمنی نے ادویات بھیجیں اور ایران سے پاکستان میں شہید ہونے کی آرزو لے کر زخمیوں کی امداد کے لئے نرسیں بھیجیں۔ جنگ سے متاثرہ افراد کے لئے اسلامی ممالک نے نقد



اور جنس کی صورت میں ندد کی: علماء نے فتاویٰ دیئے کہ پاکستان پر ٹھونسے جانے والی جنگ ایک جہاد ہے اور جہاد بھی جہاد اکبر ہے۔

دنیا بھر کی پریس نے بھارت کے چھوٹے پروپیگنڈا کی شدید مذمت کی اور عساکر پاکستان کی شجاعت و مردانگی کی تعریف میں اپنے قلم توڑ ڈالے دنیا ششدر رہ گئی کہ پاکستان جیسے چھوٹے ملک نے نہ صرف حملہ آور بھارت کا حملہ روک کر اسے پسپا کیا ہے بلکہ اس کے سولہ سو مربع میل رقبہ پر قبضہ بھی کر لیا ہے۔

بی بی سی ریس نے دنیا بھر میں سب سے پہلے ہندوستان کی یہ چھوٹی خبر نشر کی کہ ہندوستانی افواج نے لاہور پر قبضہ کر لیا ہے، کے مشہور فوجی مبصر چارلس ڈگلز ہوم نے دس ستمبر کو جنگی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

”پاکستانی اور بھارتی سپاہی کا آپس میں موازنہ کیا جائے یا پاکستانی یونٹوں کا بھارتی یونٹوں سے بھی مقابلہ کیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ پاکستان کی فوج بھارت کی فوج سے تھوڑی سی لیکن اس کے سپاہیوں اور یونٹوں کی تربیت کہیں زیادہ اونچے معیار کی ہے۔ بھارتی فوج میں محض اسلحہ کی بیرونی امداد کے بل بوتے پر اصفافہ کیا گیا ہے لیکن اتنے اسلحہ اور ساز و سامان کے حاصل ہونے کے باوجود اس کی ٹریننگ بہت گھٹیا معیار پر ہوئی ہے۔ یہ بلاشک و شبہ ثابت ہو گیا ہے کہ پاکستان کی فوج نے لاہور پر بھارتی فوجی پورش کو کامیابی سے روک لیا ہے۔“

”بھارت کا مقصد یہ تھا کہ لاہور سیکٹر کے علاوہ سرحد پر اور کسی جگہ بھی محاذ کھول کر پاکستان کی چھوٹی سی فوج کو ادھر ادھر بکھیر دیا جائے۔ تاکہ حملے کے اصل زور والی جگہ یعنی لاہور کے محاذ پر دفاع نہ ہو سکے۔ اس کے ساتھ وسیع پیمانے پر بھارتی فضائیہ کی کارروائیوں نے فوج کو طیاروں کے ذریعے مختلف محاذوں

پر پہنچانے کا کام بھی مشکل بنا دیا تھا۔ لیکن بھارت کی اس چال کی کچھ پیش نہ چلی  
امریکہ اور برطانیہ نے بھارت اور پاکستان کو فوجی اسلحہ اور سامان کی مدد بھیجنا  
بند کر دی ہے۔ لیکن اس سے دونوں ملکوں کے لڑنے کی صلاحیت پر کوئی فوری  
اثر نہ پڑا۔

لندن کے ممتاز اخبار سنڈے ٹیلی گراف نے پاکستان اور بھارت کی جنگ  
کے متعلق لکھا: "اس میں شک نہیں کہ پاکستانی فوج کی تعداد بھارت کے  
مقابلے میں کم ہے۔ لیکن گذشتہ ایک سہفتے میں اس نے جس پامردی، شجاعت  
عزم و صمیمیت، جوصلے اور بہادری کا ثبوت دیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا  
ہے کہ اسے بھارت پر بڑی فوقیت حاصل ہے۔ سیالکوٹ اور لاہور کے  
محاذوں پر بھارتی فوج نے پوری طاقت سے حملے کئے تھے۔ تاکہ سیالکوٹ  
اور لاہور میں گھس جائیں۔ لیکن پاکستان کی بہادر فوج نے یہ ثابت کر دیا  
ہے کہ وہ دشمن کی عددی کثرت سے مرعوب نہیں ہوگی اور آخری فتح تک  
لڑے گی۔"

ڈاکٹر ایوننگ سٹار کے نامہ نگار رچرڈ کرشفینڈ نے اپنے ایک مراسلہ  
میں کشمیر کے مسئلہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے بھارت کے عوام کی ترجمانی کی اس  
نے لکھا کہ بھارت کے ۴۸ کروڑ باشندوں کی اکثریت کو کشمیر کے جھگڑے  
سے کوئی دلچسپی نہیں۔ کشمیر میں جنگ کی آگ بھڑکا کر اور اس پر جنگجو یا نہ مذہبی  
جذبات کا تیل چھڑک کر اسے حصول اقتدار کے لئے زیادہ ہولناک بنایا گیا ہے۔ ورنہ  
جہاں تک بھارت کے عوام کا تعلق ہے انہیں کشمیر کے جھگڑے سے دُور کا  
واسطہ بھی نہیں کیونکہ بھارت خود اتنا بڑا ملک ہے۔ جس کی آبادی پر ڈھائی  
ہیڈنوں کے بعد پورے کشمیر کی آبادی کے برابر بڑھ رہی ہے۔ ہر طرف سے

پہاڑوں میں گھرے ہوئے کشمیر کی حیثیت جو محض ۲۶ میل چوڑے اور ۶۰ میل لمبے علاقے پر مشتمل ہو۔ بھارت جیسے وسیع ملک میں کیا ہو سکتی ہے؟ اصل کشمیر تو وہ وادی ہے جسے سیاحوں کی جنت کہا جاتا ہے۔ اور اس کے کاروباری مزاج کے لوگوں کو دہلی، کلکتہ اور بمبئی کے ان متمول افراد کا خیر مقدم کرنے سے کوئی حکومت نہیں روک سکتی جو موسم گرما بسر کرنے کشمیر چلے جاتے ہیں۔ چوڑا کر شفیق لکھتا ہے: "بھارتی سیاستدان جس کشمیر کا بار بار نام لیتے ہیں۔ اسے انہوں نے حقیقتاً دلی ہیں حصول اقتدار کے کھیل کا فٹ بال بنا رکھا ہے اور انہیں جو مایوسی برصغیر کی تقسیم کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اس کا غصہ و کشمیر کا جھگڑا کھڑا کر کے نکالتے رہتے ہیں۔ بھارت کے ایک عام کاشت کار کو کشمیر کے جھگڑے سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔ وہ تو صرف یہ چاہتا ہے کہ اس کے بچوں کو پیٹ بھر کر روٹی ملے اور پر سکون زندگی میسر ہو۔ البتہ وہ لڑائی جھگڑے کے لئے صرف اسی حالت میں تیار ہو سکتا ہے کہ اس کے جذبات کو مذہب کے نام پر اُبھارا جائے۔"

امریکن براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کے نامہ نگار مٹھرا نے مسینی نے اپنی ایک ٹیپ ریکارڈ کی ہوئی رپورٹ میں بھارتی ڈھنڈو و چیروں کے جھوٹ کو چیلنج کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر بھارتی یہ کہیں کہ انہوں نے پاکستانی علاقے میں غیر فوجی ٹھکانوں پر ہرگز بمباری نہیں کی تو آپ میری عینی شہادت کی بنا پر انہیں جھوٹا قرار دے سکتے ہیں۔ بھارتی فضائیہ نے یقیناً غیر فوجی ٹھکانوں اور ہنسی آبادیوں کو بموں کا نشانہ بنایا ہے۔ یہ بزدلانہ حملے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں چند دن ہوئے بھارتی فضائیہ نے رات کے وقت سیالکوٹ شہر کی آبادی پر جو بھارتی کمرحد سے صرف ۵ میل کے فاصلے پر ہے اور جس سے کوئی فوجی بھی تین میل سے کم دور نہیں ہے۔ بمباری کی جس میں تقریباً بیس شہری شہید اور ستر مجروح ہوئے

بھارت کی جنگی کارروائیوں کے متعلق کیفیتاً کے ممتاز اخبار مانسٹر پال گزٹ نے اپنے ادارہ میں خیال ظاہر کیا کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان غیر مشروط جنگ بندی بھارت کی فتح کے مترادف ہوگی۔ اس کا یہ مطلب بھی ہوگا کہ مسئلہ کشمیر بھارت کی یکطرفہ شرائط تسلیم کئے بغیر کبھی حل نہیں ہو سکے گا۔

عکس کے روزنامہ "گھانا ٹائمز" نے پاکستان کے اس موقف کی حمایت کی کہ مسئلہ کشمیر سلامتی کونسل کی سترہ سال پرانی قراردادوں کی بنیاد پر حل کیا جائے اخبار نے پاکستان اور بھارت کے درمیان موجودہ جنگ پر اظہار تشویش کرتے ہوئے کہا کہ سلامتی کونسل نے ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء اور ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کو قراردادیں منظور کیں ان کی بنیاد پر پاکستان اور بھارت مسئلہ کشمیر حل کریں۔ گھانا ٹائمز کے ایک مضمون میں کہا گیا کہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل اور نھان کو دونوں ملکوں میں جھگڑے کی بنیاد کو ختم کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ گھانا ٹائمز نے اپنی ایک اشاعت میں مطالبہ کیا کہ کشمیر کے عوام کو اپنی خواہشات کے اظہار کا موقع دیا جائے شمالی افریقہ کے ایک ہفت روزہ "جیون افریقہ" نے کشمیر یوں کے حق خود ارادیت کی حمایت کرتے ہوئے کہا "کشمیری پرامن استصواب، اپنے لئے حق خود ارادیت اور شیخ محمد عبداللہ کی رہائی چاہتے ہیں۔" مذکورہ اخبار کے نامہ نگار نے مزید لکھا "بھارتی بمباروں نے شہر کے عین وسطی علاقے پر بم گرائے۔ ایک مسجد کی اینٹ سے اینٹ سجا دی اور میں سچ کہتا ہوں کہ جن کی جانیں بچ گئیں انہیں میں نے دل خراش آہ دلیکا کرتے دیکھا اور میں خود بھی ان کے ساتھ بے اختیار رویا اور میں اس لئے رویا کہ بھارت کی یہ جنگی کارروائی نہیں تھی۔ بلکہ دہشت پھیلانے کے لئے ایک نہایت بزدلانہ حرکت تھی میں نے اپنی بیس برس کی صحافی زندگی میں کئی جنگیں اور محاذ دیکھے ہیں۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں نے دنیا کے

کسی خطے کی فوج میں اتنی خود اعتمادی کا جذبہ اور دشمن پر فتح پانے کا عزم نہیں دیکھا جتنا کہ میں نے دشمن کا بہادرانہ مقابلہ کرتے والی پاکستانی فوج میں دیکھا ہے۔ بھارت نے دعویٰ کیا ہے کہ اسے ہر محاذ پر ہر طرح کی فتح حاصل ہو رہی ہے۔ مگر مجھے تو کسی محاذ پر بھی بھارت کی کسی طرح کی کامیابی نظر نہیں آئی۔ بمبئی آنکھوں نے تو یہی دیکھا ہے کہ محاذ پر پاکستان کی بہادر فوج۔ اس کے ٹینک اور دیگر سامان کے قافلے طوفان کی طرح دشمن کی سمت بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر بھارتی فضائیہ واقعی فاتح ہے اور اسے واقعی کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں تو پھر پاکستانی فوج کے ان ریلوں اور جوابی حملوں کو کیوں نہیں روک سکی اس سوال کا جواب بالکل آسان ہے اور وہ ہے جو اس بار سے کہ پاکستانی فضائیہ نے بھارتی فضائیہ کو فضائی بڑی کامیابی کے ساتھ صاف کر دیا ہے۔ یہ ریل تو یہ کہتا ہوں کہ پاکستانی مسلمان پیدائشی اور فطری طور پر سپاہی ہیں۔ وہ نہ یہ چاہتے ہیں کہ کوئی ان سے نرمی کرے اور نہ وہ دشمن کے ساتھ آپ کسی طرح کی اور رعایت کے روادار ہیں۔ یہ ٹھیک ہے۔ اس طرح کی جنگ میں جو اس وقت بھارت اور پاکستان کے مابین ہو رہی ہے۔ فریقین بڑے بڑے دعوے کر سکتے ہیں۔ لیکن مجھے اگر پاکستان کا دعویٰ ہے کہ اس کی فضائیہ نے بھارتی فضائیہ کا تقریباً ایک تہائی حصہ تباہ کر دیا ہے اور جو غیر ملکی مبصرین سارے معرکے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پاکستانی ہوا بازوں کا گناہ ہے کہ انہوں نے دشمن کا اس سے بھی زیادہ نقصان کیا ہے۔ جو کچھ بھی ہوا دشمن کا جو نقصان بھی بتایا ہے۔ انتہائی دیانتدارانہ انداز سے کے مطابق بتایا ہے۔ کیونکہ پاک فضائیہ نے یہ کھلی دعوت دی ہے کہ جس کا جی چاہے وہ بھارتی فضائیہ کے نقصانات کے متعلق پاکستان کے علاقوں کی چھان بین کر سکتا ہے۔“

فائر بندی کے بعد ہندوستان کے عزائم کی جو فہرست سامنے آئی ہے وہ  
 اگرچہ اللہ کے سپاہیوں نے شرمندہ تکمیل نہیں ہونے دی لیکن اس بات کا یقین  
 ہو گیا ہے کہ جنگ ہو یا امن بھارت پاکستان کا دوست نہیں ہو سکتا۔ دنیا بھر کے  
 سیاسی حلقوں اور مبصرین نے محسوس کیا کہ بس ستمبر تک بھارت نے انتہائی  
 ذلت آمیز طریقے پر یہ دہائی دینا شروع کر دی کہ جنگ فوری طور پر بند ہونی  
 چاہیے۔ حالانکہ اس نے بڑے طمطراق اور اکثر قول کے ساتھ پاکستان پر حملہ  
 کیا تھا جو بڑی طرح ناکام رہا، بھارتی وزیر تعلیم مٹر چھاگلہ نے سلامتی کونسل میں  
 فوری طور پر جنگ بندی کی بھیک مانگتے ہوئے کہا: "ہمیں اسی وقت اور ہمیں بغیر  
 مشروط طور پر جنگ بندی منظور ہے" جبکہ بھارتی وزیر دفاع نے ہاسٹننگس کو پارلیمان  
 میں پاکستان پر بھارت کے حملہ کا اعلان کیا تھا تو ارکان نے پرزور تالیوں سے  
 اس کا بغیر مقدم کیا تھا۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ بھارتی رویہ میں ایک لخت تبدیلی  
 کا سبب یہ ہے کہ بھارت کو میدان جنگ میں پے در پے ہزیمت اٹھانی پڑی  
 ہے۔ ابتداً فائدہ کے باوجود جو تمام جاہلین کو حاصل ہوتا ہے۔ بھارت کے  
 حملہ کو نہ صرف ناکام بنایا گیا۔ بلکہ بھارتی فوجوں کو پیچھے دھکیل دیا گیا تھا۔ پاکستان  
 کی افواج نے تا بڑ توڑ جوابی حملے کر کے دشمن کے قریباً دو سو مربع میل علاقہ پر  
 قبضہ کر کے جموں سے اوڑی پونچھ تک کے علاقہ کی اہم سپلائی لائن کو متاثر  
 کیا۔ جنوب میں پاکستانی فوج سرحد پار کر کے مشرقی پنجاب میں داخل ہو گئی اور  
 اس نے کھیم کرن کے قبضہ اور قریباً اسی مربع میل بھارتی علاقہ پر قبضہ کر لیا۔  
 راجستھان میں پاکستانی فوج بہت آگے بڑھ گئی تھی اور ان سے بھارت  
 کے قریباً دو سو مربع میل علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ بھارت کو اپنے عزائم میں  
 ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا بھارتی عزائم کی ناکامی کا ایک کھلا ثبوت لاہور سے

مبصروں نے کہا تھا کہ بھارت نے پاکستان پر اپنے عاقبت نااندیشانہ حملے سے نہ صرف اپنا علاقہ کھویا ہے۔ بلکہ اس کی فوجوں کو بھی سخت نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ نامکمل اعداد و شمار کے مطابق ۳۳ ستمبر تک بھارت کے ۴۹۴ ٹینک تباہ کئے جا چکے تھے۔ اس کے ایک سو دس طیارے تباہ ہو چکے تھے اور سترہ کو نقصان پہنچا تھا۔ تباہ کی جانے والی توپوں گاڑیوں اور دوسرے ساز و سامان کا تو کوئی شمار ہی نہیں صرف چھب سیکڑ میں بھارتی ایک پوری آرٹیلری رجمنٹ کا ساز و سامان چھوڑ بھاگے۔ لڑائی میں ہلاک ہونے والے بھارتی فوجیوں کی تعداد، ہزار سے زائد ہے۔ پاکستان کے فوجیوں نے لڑائی میں فوجیوں کی جو درگت بنائی ہے۔ اس سے بھارت کی فوجی طاقت کا بھرم کھل گیا ہے اور بھارت کے جنگی ناخداؤں کو یقین ہو گیا ہے کہ پاکستان ناقابلِ تسخیر ہے۔ ریڈیو ماسکو کے اعلان کے مطابق چودہ ہزار بھارتی فوجی کام آئے۔

ڈگلس براؤن نے "سنڈے ٹیلیگراف" میں لکھا کہ اب فتح پاکستان کے ہاتھ میں معلوم ہوتی ہے۔ نیویارک ٹائمز نے لکھا تھا کہ بھارت اور پاکستان کی جنگ سے یہ امر واضح ہو گیا ہے کہ بھارت سیاسی طور پر بالکل یکتا و تنہا ہے۔ فرانس کے سرکردہ روزنامے "موندے" نے لکھا تھا۔ پاکستان اور بھارت کی جنگ سے یہ بات منظر عام پر آگئی ہے کہ بھارت سفارتی میدان میں بالکل بے یار و مددگار ہے کسی ملک نے بھارت کا ساتھ نہیں دیا حالانکہ وہ کچھ عرصہ پہلے غیر جانبدار ممالک کا چوہدری بنا ہوا تھا۔ بھارتی روزنامہ ہندوستان ٹائمز نے داویلا کیا تھا کہ ابھی تک کسی ملک نے بھارت کی حمایت کا اعلان نہیں کیا اور ان ملکوں میں مصر اور یوگوسلاویہ جیسے دوست بھی شامل ہیں۔ ایبوسی ایڈ پریس آف امریکہ نے بھارتی وزیراعظم کے ایک بیان کا حوالہ دیا جس میں کہا گیا

تھا کہ عالمی رائے عامہ بھارت کے خلاف ہے۔ مبصرین نے آخر میں کہا کہ بھارت نے امن پسندی اور غیر جانبداری کا جو ڈھونگ رچا رکھا تھا۔ جنگ نے اسے بالکل ختم کر کے رکھ دیا ہے اور اس کی سامراجی جارحیت میدان جنگ میں ہزیمتوں، عالمی رائے عامہ کی حمایت سے محرومی اور اندرون ملک سیاسی و اقتصادی بحران نے بھارت کی نام نہاد عظمت خاک میں ملا دی ہے۔

جب سلامتی کونسل نے جنگ بندی کی قرارداد پاس کر دی تو پھر ہندوستان کی کارروائی، کارگزاری، ایفائے عہد اور شانِ استغناء کو غیر ملکی اخبارات نے زیب عنوان کیا۔

ایزننگ سٹیڈرڈ لندن نے اپنے ادارے میں لکھا کہ ایشیا میں موجودہ جنگ کی ذمہ داری بھارت پر عائد ہوتی ہے۔ پاکستان گذشتہ اٹھارہ سال سے مسئلہ کشمیر حل ہونے کا بڑے صبر سے انتظار کرتا چلا آ رہا ہے۔ بھارت نے مقبوضہ کشمیر میں آزادانہ رائے شماری کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیا۔ کیونکہ بھارتی رہنماؤں کو اس بات کا یقین تھا کہ کشمیر کی مسلم اکثریت پاکستان کے حق میں ووٹ دے گی۔ ممتاز برطانوی اخبار نویس ٹام سیٹی نے ایزنگ سٹیڈرڈ میں لکھا کہ جب کرشنا مینن بھارت کے وزیر دفاع تھے تو بھارتی حکومت نے مشرقی پنجاب کے سکھوں کے مطالبات طاقت کے بل پر منظور نہیں کئے تھے۔ حالانکہ بھارتی فوج کی اکثریت سکھوں پر مشتمل ہے یہی وجہ ہے کہ سکھ فوجیوں نے میدان جنگ میں کوئی نمایاں کارنامہ انجام نہیں دیا۔ برٹش ٹائم سیٹی نے مزید لکھا کہ اس کے علاوہ بھارتی فوجیں کشمیر کے سوال پر بھارت کے موقف کو غلط سمجھتی ہیں اور اس مسئلے پر جنگ کو خلاف عقل تصور کرتی ہے۔ مزید برآں فوجیوں کی اکثریت حکمران جماعت کانگریس کی مخالف سوتنتر پارٹی کی حامی



ہے۔ ایوننگ ٹینڈر ڈونکے نامہ نگار متعین نہی دہلی نے لکھا ہے کہ بھارت پاکستان کے نقصانات کے جو بلند بانگ دعوے کر رہا ہے وہ بڑے مضحکہ خیز ہیں۔ نہی دہلی میں مقیم امریکی بھارت کے اس دعوے پر بڑے حیران ہیں کہ پاکستان کے متعدد چین ٹینک تباہ کر دیئے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ ٹینک اس وقت تک تباہ نہیں ہو سکتے جب تک کہ اینٹی ٹینک میزائل استعمال نہ کی جائیں۔ نامہ نگار نے شکوہ بھی کیا کہ بھارتی حکومت غیر ملکی نامہ نگاروں کو محاذ پر جانے سے ابھی تک روک رہی ہے۔ ایک اور برطانوی اخبار "ٹائم اینڈ ٹائیڈ" نے لکھا کہ آنجنابانی بہرہ و تمام زندگی دوسری قوم کو امن اور شائستگی کی تلقین کرتے رہے، لیکن خود مقبوضہ کشمیر پر دہاں کے عوام کی خواہش کے خلاف طاقت کے بل پر قبضہ جمائے رکھا "ٹائمز" نے اپنے ادارے میں لکھا، ہمیں قوموں کے حق خود ارادیت کو پس پشت نہیں ڈالنا چاہیے۔ اسی اخبار نے ایک اور ادارے میں لکھا کہ یہ بات کتنی مضحکہ خیز ہے کہ بھارت کشمیر میں رائے شماری کا اس لئے مخالفت تھا کہ کہ اس طرح بھارت میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو جائیں گے۔ اقوام متحدہ کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے "گارڈین" نے لکھا کہ یہ ادارہ اس اٹھارہ سالہ پرانے مسئلے کو حل کرنے میں ناکام رہا ہے، بھارت نے بین الاقوامی سرحد عبور کر کے بڑا غلط قدم اٹھایا ہے۔ وہ دنیا کے کسی ملک کی بھی حمایت حاصل نہیں کر سکے گا۔ اس کے علاوہ "مرڈ" سکاٹس میں "ڈیلی میل"۔ "ڈیلی ٹیلیگراف" اور کئی اخبارات نے بھی بھارتی جارحیت کی مذمت کی۔

دولت مشترکہ افریشیائی برادری اور اقوام متحدہ سے بھارت کا جو سلوک رہا ہے اس کو بھی دنیا بھر کے دانشوروں نے محسوس کیا اور زمانہ حاضر کے عظیم اور حق پرست فلسفی بریڈرسل نے انگلستان کے امراء کے ایوان کو لکھا

کہ کہا کہ کوئی مصلحت مانع ہے جس کی بنا پر بھارت کو حملہ آور قرار نہیں دیا جا رہا۔  
 بھارتی لیڈروں کے بیانات اور کردار پر ۲۶ ستمبر کو لندن کے اخبارات  
 ”ڈیلی ایکسپریس“ نے مکاری کے عنوان سے ایک مضمون میں مسٹر چھاگلہ کے  
 بیان کو مضحکہ خیز قرار دیا۔ جنہوں نے یہ کہہ کر دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے  
 کی کوشش کی کہ بھارت ہمیشہ اقوام متحدہ کی تجاویز منظور کرتا رہا ہے۔ اور  
 پاکستان نے اقوام متحدہ کی کسی تجویز کو منظور نہیں کیا۔ اخبار مذکور نے بھارت  
 کے اس ڈھنڈورچی کو یاد دلایا کہ سولہ سال قبل سلامتی کونسل نے کشمیر میں رائے  
 شماری کرانے کی قرارداد منظور کی تھی جس پر بھارت نے صاف طور پر عمل  
 کرنے سے انکار کیا ہے اور اب تک انکار کر رہا ہے اور پاکستان اور بھارت  
 کی موجودہ جنگ کا موجب ہی بھارت کا یہ انکار ہے اخبار مذکور نے مسٹر چھاگلہ  
 کو یاد دلایا ہے کہ چار سال پیشتر جب بھارتی فوج نے گواہر حملہ کیا تھا تو اقوام متحدہ  
 نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ جارحانہ اقدام سے باز رہے لیکن بھارتی حکومت نے  
 اس حکم کی کوئی پروا نہیں کی تھی۔ اور گواہر حملہ کر کے اپنی ہوس ملک گیری پوری  
 کر لی تھی۔ اخبار مذکور نے اپنے اس تبصرے کے آخر میں مسٹر چھاگلہ کو بتایا کہ دنیا  
 بھارت کی عیاری سے اچھی طرح آگاہ ہو چکی ہے۔ اور اب یہ مکاری چھپانے  
 سے نہیں چھپ سکتی۔ لارڈ پول کے ڈیلی پوسٹ نے دولت مشترکہ اور بھارت  
 کے عنوان کے تحت لکھا کہ بھارتی لیڈران دنوں بدطمانہ پر برس رہے ہیں اور  
 انہوں نے کومن ویلتھ سے نکل جانے کی دھمکیاں دینی شروع کر دی ہیں ان دھمکیوں  
 کے ذریعے دولت مشترکہ کے ایک ملک کے خلاف اپنی بزدلانہ جارحانہ  
 کارروائیوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اخبار مذکور نے آگے چل کر لکھا  
 ہے کہ اس وقت سوال یہ نہیں کہ بھارت کو دولت مشترکہ میں رہنا چاہیے یا نہیں

بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا کسی ایسے ملک کو دولت مشترکہ میں رہنے کی اجازت دی جا سکتی ہے جس نے دولت مشترکہ کے کسی ملک پر حملہ کیا ہو۔ انڈونیشیا کے نیم سرکاری اخبار "انڈونیشیا ہیرلڈ" اس اطلاع کا ذمہ دار ہے کہ منقرہ افریشیائی ممالک جو ان دنوں دوسری افریشیائی کانفرنس کی تیاری میں مصروف ہیں اس سوال پر سوچ بچار کر رہے ہیں کہ کیوں نہ بھارت کو افریشیائی ملکوں کی برادری سے بیک بینی و درگوش نکال دیا جائے۔ کیونکہ بھارت جارح ملک ہے۔ اور اس نے ایک پڑامن افریشیائی ملک پر علاقائی توسیع کے لئے حملہ کر رکھا ہے۔ ان ملکوں کی طرف سے اس سلسلے میں صدر سوئیڈن کی طرف بھی رجوع کیا ہے۔ اخبار مذکور نے لکھا ہے کہ دوسری افریشیائی کانفرنس کی تیاری کمیٹی کے اجلاس منعقدہ جکارتہ میں اس حقیقت کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ بھارت افریشیائی ملکوں میں انتشار پیدا کر رہا ہے۔

بھارتی سامراج آئینہ دیکھ دیکھ کر بھی اپنے حسن کی خود ہی تعریف کرتا رہے۔ تو اسے کون کچھ کہہ سکتا ہے۔ دنیا نے اس کے کوڑھ تو دیکھ ہی لیا ہے۔ رہا اس کا سیاسی شعور تو اس کے اپنے بھی بیگانے ہو رہے ہیں مرد و لاسارا بانی جسے پرکاش نرائن اور اچاریہ ونو بھاوے کے بعد اب شاید کوئی اور بھی سچ یوں لے کہ بادشاہ ننگا ہے۔

افواجِ پاکستان

# بڑی فوج

پاکستان کی بڑی فوج بھی دوسری افواج پاکستان یعنی فضائیہ اور بحریہ کی طرح بہادر فرسٹ سناس اور جانثار جوانوں پر مشتمل ہے دراصل پاکستان کی افواج میں کسی ایک کا علیحدہ ذمہ لکھ عجیب سا معلوم ہوتا ہے۔ تینوں نے مل کر پاک بھارت جنگ میں وہ فضا پیدا کی ہے کہ ایک کا وجود دوسرے کے لئے پیام **بھارت** ہے تاہم ترتیب کی خاطر ہم نے علیحدہ علیحدہ ذکر کرنا ضروری سمجھا ہے۔

پاکستان کی بڑی فوج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد موسیٰ ہیں اور انہوں نے ایک موقع پر کہا تھا کہ بھارتی جارحیت کے مقابلہ میں پاکستان کی بقا پاکستان کی فوج کے جوان عزم مجاہدوں کی جانثاری اور جذبہ جہاد کی فراوانی سے ہی ہے۔ اور واقعی یہ کچھ غلط بھی نہیں۔ ایک غیر ملکی مبصر نے محاذوں کی سیر کے بعد کہا تھا میں گذشتہ بیس برس سے دشت صحافت کی سیاحت کر رہا ہوں مگر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں نے پاکستانی فوج سے زیادہ پورا اعتماد اور فتح مند فوج کوئی نہیں دیکھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کی بڑی فوج کی کارکردگی کا مختصر سا جائزہ دوج ذیل کیا جائے۔ تاکہ اندازہ ہو سکے کہ بھارتی جارحیت کے مقابلے میں سینہ سپر پاک فوج نے کس طرح دشمن کے ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔ ذیل کے اقتباسات لفٹیننٹ کرنل مسعود احمد کی ایک تقریر سے ہیں اور ظاہر ہے کہ ایک فوجی آدمی ہی ان کو بہتر طور پر سمجھ اور لکھ سکتا ہے۔ دشمن کی گیارہ ڈویژن فوج کا منہ توڑنا کوئی

آسان کام نہ تھا۔ مگر اللہ نے یہ سعادت پاک فوج کو بخشی۔ کرنل صاحب لکھتے ہیں  
 بھارتی حائل کی رات کو شمال میں اکھنور سے لیکر جنوب میں راجستھان تک بھارتی  
 فوج کے گیارہ سے زیادہ ڈویژن مغربی پاکستان کی سرحد پر تیار کھڑے تھے۔ اکھنور  
 میں دو ڈویژن پیادہ فوج ایک ٹینک رجمنٹ صفا آرا تھی یعنی دسواں پہاڑی  
 ڈویژن ۲۵ واں پیادہ ڈویژن اور ۲۰ ویں لائسنرز رجمنٹ۔ سیالکوٹ اور چوٹاہ  
 کے محاذ پر تین ڈویژن یعنی ۲۶ ویں پیادہ چھٹا پہاڑی اور ۴ واں پیادہ ڈویژن  
 متعین تھے۔ ایک بکتر بند ڈویژن اور ٹینکوں کی دو رجمنٹ تھیں ۲۲ ویں کیولری  
 اور دوسری لائسنرز اس کے علاوہ تھی۔ لاہور کے خلافت تین ڈویژن صفا بسنہ  
 تھے ان میں سے ۱۵ واں پیادہ اور ۱۵ واں پیادہ ڈویژن حرکت میں تھا اور  
 ۲۳ واں پہاڑی ڈویژن کمک کے طور پر محفوظ تھا۔

چوتھا پہاڑی ڈویژن ۴۱ واں پہاڑی بریگیڈ اور دوسرا انڈی پنڈنٹ بکتر بند  
 بریگیڈ جو بجائے خود ایک ڈویژن کے برابر تھا۔ حملہ کے لئے تھے۔ راجستھان میں  
 ۱۱ واں پہاڑی ڈویژن صفا آرا تھا۔ اور ایک پورا ڈویژن کمک کے لئے  
 تیار تھا۔

اس مرحلے کو طاقت کے باعث دشمن کو فوری تاج حاصل کرنے  
 کا یقین تھا۔ حملے کے دن یعنی ۵ ستمبر ۱۹۶۵ء کو انہیں لاہور فتح کرنا تھا  
 دوسرے دن یعنی ۶ ستمبر کو اس فوج نے قصور کی طرف پیش قدمی کرنے والی  
 فوج کے سامنے جی ٹی روڈ پر ٹل جانا تھا۔ بھارت کے جنگی رہنماؤں کو یقین  
 تھا کہ سقوط لاہور سے اہل پاکستان کے مکمل طور پر جوصلے پست ہو جائیں گے  
 اور پورے ملک میں افراتفری پھیل جائے گی اور عین اس موقع پر بھارت  
 کی مکمل فتح پر مہر تصدیق ثابت کرنے کے لئے سیالکوٹ کی سرحد پر متعین فوج

آگے بڑھے گی۔ اور شہر سیالکوٹ کو ایک طرف چھوڑ کر وزیر آباد اور گوجرانوالہ کے مقامات پر جی ٹی روڈ اور ریلوے لائن کو کاٹ دے گی اور یوں پاکستان کا قرضہ پانک ہو جائے گا۔ اس کے بعد ضرورت صرف مال روڈ لاہور پر فتح کے مارچ کی رہ جائے گی۔ (تغویذ باللہ)

بھارتی منصوبے کے مطابق ۱۵ ستمبر کو رات کے ساڑھے تین بجے لاہور پر دو اطراف سے پیش قدمی شروع ہوئی ۱۵ واں پیادہ ڈویژن ایک ٹینک رجمنٹ کے ساتھ اٹاری واپس لاہور روڈ پر بڑھا۔ بعد ازاں اسے بھارت کے مایہ ناز ۵ ویں چھانہ بردار بریگیڈ کی کمک بھی پہنچادی گئی۔ دوسری طرف یعنی برکی لاہور روڈ، ۱۵ واں پیادہ ڈویژن ایک ٹینک رجمنٹ کے ساتھ حرکت میں آیا۔ ۱۵ بجے صبح تک بھارتی فوج تین میل آگے بڑھ آئی۔ اب انہیں بیدیاں راوی بمبارا نہ تک نہر جسے وہ ایچو گل والی نہر کہتے ہیں کا کنارہ صاف نظر آ رہا تھا۔ کھوڑی ہی دیر میں وہ راوی کے کنارے پر قبضہ کر لیں گے اور کھوڑی ہی دیر میں نہر پار کر کے آجائیں گے اور پھر کھوڑی ہی دیر میں.....

مگر یہاں پاکستان نے بھارتی فوج کو ورطہ بھرت میں ڈال دینے کا اہتمام کر رکھا تھا۔ اچانک ان پر جہنم کے دروازے کھول دیئے گئے اور بھارتی فوج خشک فصل کی طرح کاٹی جانے لگی ٹینکوں، توپوں اور گاڑیوں کے پرچے اڑائے جانے لگے۔ بھارتی فوج جھک کر پیچھے ہٹی، صف بندی کر کے دوبارہ آگے بڑھی مگر پھر منہ کی کھائی۔

اگلے سترہ دنوں میں پوری دنیا نے تحیر و استعجاب کے ساتھ پاکستانی نوجوانوں کی جرات دلاوری اور ناقابلِ تسخیر عزم کا مشاہدہ کیا۔ لڑائی کی شدت کا اندازہ اسی بات سے لگایے کہ سیالکوٹ سکیٹر میں دشمن نے، ۱۵ دنوں میں ۱۵

بڑے حملے کئے ہر حملہ میں ایک بریگیڈ سے زیادہ فوج جھونکی گئی۔ دشمن کے لئے لاہور  
 عز و نثار کا سوال تھا۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ پاکستان کے جوان ایک قدم بھی  
 آگے نہیں بڑھانے دیتے تو غصے سے پاگل ہو گیا اور ۱۳ مارچ کو بریگیڈ اور بریگیڈ  
 سے بھی زیادہ فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا مگر سیالکوٹ کی طرح لاہور میں بھی شکست  
 کا منہ دیکھنا پڑا۔ جدید حربی تارخ میں کوئی بھی فوج پاکستانی فوج کی طرح  
 بہادری اور بے جگری سے نہیں لڑی۔ تارخ میں کبھی بھی مٹھی بھر فوج نے  
 کسی گناہ بڑی اور طاقتور فوج کے پے درپے حملوں کا یوں مقابلہ نہ کیا ہوگا  
 بلاشبہ بھارتی فوج بھی خوب لڑی اور اس نے پاکستانیوں کا دفاعی حصار  
 توڑ کر لاہور تک پہنچنے کے لئے ایٹری چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ مگر پاکستانی افسروں  
 اور جوانوں نے جو جذبہ جہاد سے سرشار تھے۔ اپنی بے مثال جرات و شجاعت  
 سے بھارتی فوج کی ہر کوشش ناکام بنا دی۔ ایک اندازے کے مطابق صرف  
 لاہور کے محاذ پر ۲ ہزار بھارتی ہلاک اور ۵ ہزار کے قریب زخمی ہوئے اس  
 قدر بھاری نقصان صرف وہی فوج اٹھا سکتی ہے جو لڑنے کا عزم لیکر  
 میدان میں آئی ہو مگر پاکستانی افسر اور جوان ایک سپر پلانی ہوئی دیوار بن کر  
 کھڑے ہو گئے جس سے دشمن سر بھوڑنے کے سوا اور کچھ حاصل نہ کر سکا۔  
 بڑی چھپے حملے کے بعد بھارتی فوج تین میل آگے بڑھ آئی تھی مگر جب  
 وہ ہمارے جوانوں کے مقابل آئی تو پورے ۱۴ دنوں میں ایک اپنچ بھی آگے نہ  
 بڑھ سکی حالانکہ بعض مقامات پر اس کی فوج چار پانچ گنا بلکہ اس سے بھی  
 زیادہ تھی۔

وہاں سے تیس میل بائیں ہاتھ فصور کے محاذ پر حملہ آوروں کو اس سے بھی  
 زیادہ ذلت اٹھانی پڑی۔



بھئی دند بھیم کرن کے علاقے میں بھارتی فوج کا پورا ہٹا ہٹا ڈوٹرن دوسرا  
بکتر بند بریگیڈ اور ایک ٹینک رجمنٹ تصور پر سامنے سے حملہ کرنے کو جمع تھی۔ اس  
نے پاکستان کے دفاعی انتظامات کو درہم برہم کر کے لاہور کی طرف بڑھنا تھا۔  
اور واہگہ کی طرف سے داخل ہونے والی فوج کے ساتھ جی ائی آر ڈی پر مل جانا  
تھا۔ مگر یہ سارا منصوبہ دھوا ہ گیا اور جو تصور فتح کرنے آئے تھے بھیم کرن  
گنوا بیٹھے۔ اس شکست نے بھارتی نیاؤں کی نیند حرام کر دی اور انہوں نے اپنی  
فوج کو حکم دیا کہ ہر قیمت پر بھیم کرن واپس لیا جائے۔ بھارتی فوج نے قیمت  
تو بہت ادا کی مگر نام ادی کے سوا کچھ حاصل نہ کر سکی۔

پاکستانی فوج نے سلیمانکی کے علاقہ میں بھی تھوڑی سی پیش قدمی کی مگر اس  
کا مقصد بھارتی علاقہ کو فتح کرنے کی بجائے سلیمانکی ہیڈ ورکس کو بھارت سے  
محفوظ رکھنا تھا۔ اس علاقہ میں ۳۰ مربع میل بھارتی علاقہ ہمارے قبضہ میں رہا  
راجستھان میں بھارت کا ۱۲ مربع میل رقبہ ہمارے قبضہ میں رہا بھارتی  
فوج نے یہ علاقہ واپس لینے کے بہتیرے جتن کئے مگر ہر مرتبہ اسے منہ کی کھانی  
پڑی۔

کشمیر کے تنازعہ علاقہ چمب میں پاکستانی فوج نے بھارتی فوج کی  
جارجانہ قوت کو پاش پاش کرنے کے لئے جو کارروائی کی اس کی منصوبہ بندی  
اور تکمیل اس قدر ماہرانہ تھی کہ دشمن کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ اپنے مضبوط  
مورد چوں سے نکل کر یوں بھاگا کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھا واپس اتنی تو ہیں ہمارے ہاتھ  
لگیں کہ ان سے پوری دو فیڈر جمینٹیں مسلح کی جائیں تو پھر بھی چند تو ہیں پک جائیں  
اس علاقہ میں ۲۵۸ مربع میل اور کوٹلی سیکٹر میں ۱۶ مربع میل علاقہ ہمارے قبضہ  
میں رہ چکا ہے۔

تری فوج کا ذکر اور صورہ رہ جائے گا۔ اگر خصوصی طور پر بنگالی ٹائیگرز کا ذکر نہ کیا جائے۔ مشرقی پاکستان کی اس رجمنٹ کی روند میجر اے۔ آر۔ صدیقی نے فلم بند کی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں۔

”دو سال گزرے اکتوبر ۶۳ میں مشرقی بنگال رجمنٹ کے جوان المعروف ”ٹائیگرز“ پاکستان کے تاریخی سفر پر آئے خوش قسمتی سے میں ان چند لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے ان کا کراچی ویسٹ و ہارٹ پر استقبال کیا۔ بلوچ رجمنٹ کے ایک بنیڈ نے موسیقی کی دھنوں میں انہیں بندرگاہ میں خوش آمدید کہا۔ جب وہ اپنے جچے تلے قدموں کے ساتھ ”سفینہ عرب“ سے اتر رہے تھے۔ تو فخر اور ازاوے کے جذبات ان کے چہروں پہ بے حد نمایاں تھے۔ دنیا ان کے قدموں تلے معلوم ہوتی تھی۔ ٹیشن کمانڈر سے ہاتھ ملانے کے لئے وہ بندرگاہ پر کھڑے ہو گئے۔

وہ قابل فخر سپوت تھے جن کے چہروں سے فتح ٹپکتی تھی اور جن کے کانوں میں پرشکوہ نغموں کی لہریں بھتی تھیں۔ قدرت نے ان کے حصے میں مادر وطن کی حفاظت کا اعزاز لکھا تھا جو لاہور کی سرزمین میں لڑتے ہوئے انہیں نصیب ہوا۔ اپنی بے پناہ بہادری اور احساس فرض سے انہوں نے ثابت کر دیا کہ جسمانی طور پر ایک دوسرے سے دُور ہوتے ہوئے بھی ملک کے دونوں حصوں میں عظیم اتحاد و یگانگت ہے۔ اور وہ پاکستان کی حفاظت کے لئے ناقابل تسخیر چٹانیں ہیں۔

مشرق بنگال رجمنٹ خالصاً پاکستانی رجمنٹ ہے کیونکہ اس کا قیام پاکستان بننے کے بعد ہی عمل میں آیا تھا۔ یہ واحد رجمنٹ ہے جسے کبھی کسی غیر ملکی نشان یا جھنڈے کا احترام نہیں کرنا پڑا۔

۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ میں اس رجمنٹ کی ایک تقریب میں قائد اعظم بھی شامل ہوئے۔ قائد اعظم اس رجمنٹ سے اتنے متاثر ہوئے کہ نہ صرف انہوں

نے اس رجمنٹ کی فنی بہارتوں کی تعریف کی بلکہ جوانوں اور افسروں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا۔

”تھوڑے سے عرصہ میں آپ نے جو کامیابی حاصل کی ہے میں اس سے بڑا متاثر ہوا ہوں۔ اگر آپ اتنے ہی جوش و خروش سے کام کرتے رہے تو آنے والے دنوں میں آپ کا ثانی کوئی نہیں ہوگا۔ غیر ملکی حکومت کے عہد میں آپ کو غیر فوجی تصور کیا جاتا تھا۔ یہ آپ کا اپنا ملک ہے کہ آپ اپنے جوہر دکھائیں۔“

مشرقی بنگال رجمنٹ نہ صرف قائد اعظم کی توجیح پر پوری اتری ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ گئی ہے۔ مغربی پاکستان کے میدانوں میں آگ اور خون سے جو عہد و وفا انہوں نے باندھا ہے اس سے نہ صرف قائد اعظم کی روح خوش ہوئی ہوگی۔ بلکہ ان آئینہ کاری تہذیب اور فنی خوبیوں کا لولا دشمن بھی مان گیا ہے۔ سترہ روز کی جنگ میں سب سے زیادہ بہادری کے اعزازات بنگال ٹائیگرز کو ملے ہیں۔ وہ فخر سے بتا سکتے ہیں کہ وہ ستارہ جرات اور چھ متمنہ جرات کے اعزازات ان کے حصے میں آئے ہیں۔“

”جیسا کہ بٹالین کے کمانڈر نے بتایا کہ دشمن ہر دفعہ صرف نقصان اٹھانے اور پریشان ہونے کے لئے ہی آگے بڑھا۔ جہاں کہیں اور جب کبھی بھی دشمن نے آگے بڑھنے کی کوشش کی اس نے ہمیں اپنا منتظر پایا۔ ہم نے اسے پاک زمین پر ایک ایسے بھی اس مقام سے اسے آگے نہیں بڑھنے دیا جہاں تک وہ چالاکی اور مکاری سے رات کے اندھیرے میں آگیا تھا۔ ہمیں ان کی تعداد اور آگ بوسانے والی توپوں کی طاقت بھی مرعوب نہ کر سکی اپنے ارادوں سے باز رکھنے کے لئے اس نے بے پناہ آگ بوسانی گولوں کے پھٹنے سے

گرد کے بادل تو اٹھتے تھے۔ لیکن ہمارے کسی فوجی پوزیشن کو کوئی نقصان نہ پہنچا اور نہ ہی ہمارا کوئی خاص جانی نقصان ہوا۔ بٹالین کے مضبوط جسم والے صوبیدار میجر کا خیال ہے۔ دشمن کو نہ تو فائر کرنے کی مہارت تھی اور نہ ہی کوئی نشانہ ہے۔ وہ وصول تو اڑا سکتے ہیں۔ لیکن انہیں توپوں سے نشست نیسی بالکل نہیں آئی بلاشبہ یہ ایک اسلحہ کا ضیاع تھا۔ لیکن ان کے پاس صنایع کرنے کے لئے کافی اسلحہ تھا۔ ایک نوجوان انسرنے بتایا کہ جس قدر گولہ باری دشمن نے کی ہے۔ اس کی مثال صرف عالمین کی فوجی تاریخ میں ہی ملتی ہے۔ لیکن اتنے معمولی سے مقصد کے لئے شاید وہاں بھی اتنی گولہ باری نہ کی گئی ہو۔ اس نوجوان انسرنے کی اس بات کی تصدیق کے لئے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ گھبرائے ہوئے بھارتی توپچیوں کی کارگزاری کو دیہاتی آبادی کا چہرہ چہرہ تھا۔ ہر کتاب سے حملہ آوروں کی اندھا دھند گولہ باری کی ایک مثال بیدیاں کی مسجد کے مینار آج بھی پیغام توجید دینے کے لئے کھڑے ہیں۔ گاؤں کا دروازہ گولہ باری اور گولیوں سے چھلنتی ہو گیا ہے۔ لیکن سینہ تانے و سعتوں میں کھڑے درختوں اور جھاڑیوں کی ایسی حالت ہے۔ جیسے جنگل میں آگ لگ جانے سے بڑتی ہے یا شہری آبادی پر بھارتی حملوں کو پاگل پن کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے اور ان کے پاگل پن کی مثال یہ علاقہ بھی ہے۔ جہاں بنگالی شہروں کی دھاڑ سے گیدڑ آخر بھاگ نکلے شاید ایسی کارستانیوں سے ان کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ عوام کو پریشان کر دیں گے۔ اور ان کے احساسِ فرض کو ختم کر دیں گے۔ لیکن ان کو اپنے دوسرے پروگراموں کی طرح اس میں بھی مایوسی ہوئی۔ سرحدی علاقہ کے بہت سے لوگ اپنے روزمرہ کے مطابق کام کرتے رہے اور بھارتی توپوں کی گن گرج ان کو ڈرانہ سکی۔

ٹالین کے کمانڈنگ افسر کے بیان کے مطابق ہزار ہزار پونڈ کے بم گرنے کے بعد بھارتی افواج نے آسمان اور زمین سے آگ برسانی شروع کر دی بھارتی طیارے بم پھینکتے اور گولیاں برساتے آتے اور گزر جاتے ایک ہی دن میں کئی کئی جگہ لگاتے اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے تو شاید ہزار ہزار پونڈ کے بم پھینکنے سے باز آ جاتے۔ لیکن ایسا نہیں ہو رہا تھا۔

اپنے ارادوں میں ناکامی دیکھ کر وہ پوری طاقت سے حملے کرتے رہے۔ ۶ ستمبر سے لیکر فائر بندی تک پے در پے سامنے سے اور بازوؤں سے حملے کئے جس قدر انسانی جانوں اور اسلحہ وغیرہ کو انہوں نے صنایع کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان کی ایک فٹ زمین پر قبضہ کرنے کے لئے وہ بڑی سے بڑی قیمت دینے کے لئے تیار تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہمارے جوانوں نے نہ صرف ان کی تمام سکیمیں برباد کر دیں۔ بلکہ انہیں سرحد کے اس پار دھکیل دیا۔ اس پسپائی سے بھارتی فوج کے افسروں اور سپاہیوں میں اتنی بددلی پھیل گئی کہ انہیں ہمارا سامنا کرنے کی جرات اور ہمت ہی نہ رہی ان کی ہر حرکت توپوں کی پناہ میں ہوتی اگرچہ ان کی تعداد اور طاقت ہم سے کئی گنا تھی۔ ہماری اگلی صفوں والے جوانوں کا کہنا ہے کہ بھارتی فوج میں نظم و ضبط ختم ہو چکا تھا اور سفاقت کشی نے ان کا بالکل ستیاناس کر دیا تھا۔

ٹالین کا ہیڈ کوارٹر درختوں کے چھنڈوں میں تھا مشرقی بنگال رجمنٹ کے جوان اور افسر بڑے اعتماد اور حوصلہ سے بہادر سپاہیوں کی طرح اپنے کام میں مشغول رہے یہ جنگ اگرچہ صرف سترہ روز رہی لیکن بہر حال جنگ تھی اور اس میں ہر جوان نے ذاتی دلچسپی اور شوق کے ساتھ حصہ لیا جس کی توقع ایک پیشہ ور سپاہی سے کم ہوتی ہے۔ ہر جوان حب الوطنی کے جذبے سے لڑا اور رضا کارانہ

طود پر اپنے آپ کو ہر قربانی کے لئے پیش کیا۔ مشرقی بنگال رجمنٹ کے جوانوں نے  
 کندھے سے کندھا ملا کر اپنے عمل و جرات کی ایسی مثال پیش کی ہے جس کا ذکر فوجی  
 تاریخ میں عزت کے ساتھ ہوا کرے گا۔  
 ”مبجرا لے آر صدیقی لکھتے ہیں“

جب میں رجمنٹ کے ہیڈ کوارٹر میں کھڑا ہٹے فخر کے ساتھ مضبوط جوانوں کو  
 مود چوں اور خدقوں میں ڈٹا دیکھ رہا تھا۔ تو بڑی پارہی ہوا چل رہی تھی سوائے  
 میٹھی میٹھی سر سر ہٹ کے باقی خاموشی طاری تھی۔ بہر کے کنارے اُگے ہوئے  
 ڈوب کے لمبے لمبے پتوں سے سرگوشیاں کرتی ہوا خاموش فضا کو اور زیادہ پر اسرار  
 بنا رہی تھی۔ دور کھیتوں کے پار ایک لکڑی کا پل نظر آ رہا تھا۔ اس پل پر بنگالی شیروں  
 کو ایک انتہائی خوفناک لڑائی لڑنی پڑی تھی۔ لیکن اب اس خاموش فضا میں کھڑا  
 یہ پل ایک معصوم خوشی کا پیغام دے رہا تھا۔ سارا منظر ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے سیاحت  
 کے لئے ایک دعوت ہو انسان اس سہانے منظر میں کھوسا جاتا ہے۔ لیکن دور  
 چلتی ہوئی توپوں کی آواز سے یہ طلسم فوراً ٹوٹ گیا۔

یہ دشمن کی توپوں کی آواز تھی۔ جو فائر بندی کی مسلسل خلافت و درزیوں کو شاید  
 اپنی عزت بنائے ہوئے تھا۔ کمانڈنگ آفیسر نے اپنے کان کھڑے کئے، لیکن  
 جلد ہی اپنے چہرے پر ایک مسکراہٹ لاتے ہوئے کہنے لگا: ”آپ نے دیکھا  
 کہ سکون کتنا دھوکا دیتا ہے اور یہ تھا بھی سچ بھارتی کبھی بھی مکاری اور فریب سے  
 کوئی لمحہ ضائع کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔ ہر حملہ وہ اپنے توپ خانہ کی مدد سے کرتے  
 تھے۔ لیکن ہمارے یہ نوجوان ایسے ڈٹے تھے اور ہمارا اسلحہ اتنا مستعدی سے کام  
 کرتا تھا کہ اچانک حملہ کی کوئی بھی بھارتی کوشش کاہل نہ ہو سکتی تھی (اور نہ ہو سکی)  
 سوائے اس چھ ستمبر کی پہلی رات کے۔“

اس رجنٹ کا مالٹہ ہے وجہ است، قوت اور رفتار اور یہ واقعی وہ خوبیاں ہیں جو ایک شیر میں ہوتی ہیں اور بنگال ٹائیگرز جیسا کہ اس رجنٹ کو کہا جاتا ہے کہ ایک ایک جوان شیر کی مانند دشمن کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکنے اور ٹکڑے کرنے کے لئے تیار بیٹھا ہے۔ ہفتوں جنگ لڑنے اور مورچوں میں ڈٹے رہنے کے باعث ان کے جسم سخت اور چہرے کھلے ہوئے معلوم ہوتے تھے وہ دشمن کے خلاف اپنی پوزیشن سنبھالے ہوئے خود داری، جی داری اور بہادری کے پیکر نظر آتے تھے۔

اللہ ان کا حامی و ناصر ہے اور ساری قوم ان کے لئے دعا گو ہے۔ لیکن مہجر اے آردھنی نے یہ تحریر اس وقت لکھی جب اکتوبر میں انہوں نے بنگالی شیروں کو مورچوں پر ڈٹے ہوئے دیکھا۔ اب یہ شیر واپس کچھاروں میں آ گئے ہیں۔ لیکن وقت پڑنے پر وہ بلا کی تندی اور تیزی سے اپنے شکار پر چھپ سکتے ہیں۔ ایسے شیروں کی ہی پاکستان کو ضرورت ہے۔

# پاک بحریہ

جنگ کے سترہ دنوں میں جہاں بڑی اور فضائی افواج نے اپنے حوصلے اور استقلال کے جھنڈے گاڑے وہاں پاک بحریہ بھی کسی سے پیچھے نہیں رہی، دراصل ہماری افواج کی کامیابیوں میں باہم ربط کی وجہ سے ہی تھی۔ ہماری مختصر سی بحریہ کے نڈر اور حوصلہ مند افسروں نے پاک سمندروں اور بندرگاہوں کے علاوہ ہمارے سواحل کی رکھوالی اس طرح سے کی کہ بھارت کی طاقتور اور لائق اور بحریہ کو ہمارے سواحل پر اُگے ہوئے ناریل دیکھنے کی بھی جرأت نہ ہو سکی۔ بحریہ کی جنگی تیاری اور دشمن پر ٹوٹ پڑنے کی خواہش نے بحریہ کی تاریخ میں بھی ایک سنہری باب کا اضافہ کیا ہے۔ جنگ کے دنوں میں ہمارے بحری جہاز اور ابدوزیں سمندر کے اندر چٹانوں کی مانند کھڑے تھے بے حد پیچیدہ مشینوں کے انبار، شہد کی نکھی کے چھتے کی طرح بجلی کے بٹن، بجلی کے تاروں کے گچھے اور اس کے علاوہ مشکل سے سمجھ آنے والے اوزار وغیرہ ایک بحریہ کے حصہ ہوتے ہیں۔ خاص طور پر ان سگنوں کو سمجھنے کے لئے بے پناہ مہارت کی ضرورت ہے جن کے بل پر ایک جہاز کا پیچیدہ نظام کام کرتا ہے۔ ایک جنگی جہاز میں تو یہ کام اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر بٹن کے ساتھ کسی جنگی ہتھیار کی کوئی حرکت وابستہ ہوتی ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود ہر ہتھیار ۱۹۶۵ء بھارتی حملہ کے چند گھنٹوں کے بعد ہی ہماری بحریہ کھلے سمندروں میں لڑنے



کے لئے تیار کھڑی تھی :

حکم ملنے پر جلد ہی جہاز سمندر کی بڑی بڑی لہروں سے کھیلنے آگے بڑھنے لگے ان کے ذمہ کئی کام تھے، انہوں نے ساحلوں کی حفاظت کرنی تھی اور تجارتی جہازوں کے راستوں کو دشمن سے محفوظ رکھنا تھا، انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری سنجیدگی اور لیاقت سے نبھائی۔ سمندروں پہ ان کا خوف ایسا مسلط تھا کہ پانچ گنا بڑی بھارتی بحریہ اپنی حفاظتی لائن سے آگے بڑھ کر کوئی اقدام نہ کر سکی کچھ بھارتی رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ حملہ کے دوران بھارت کے بہت سے جہاز بندرگاہوں اور مرمت گاہوں میں جا کر کسی نہ کسی بہانہ سے کھڑے ہو گئے۔ ان کی اس کڑوت پر تو لوگ سمجھا میں بھی ایک ممبر نے سوال کیا تھا کہ جب پاکستانی بحریہ نے دوار کا پر بمباری کی اس وقت بھارتی بحریہ کیا کر رہی تھی ؟

پاکستانی بحریہ سمندر میں چکر لگاتی اور حفاظت کے فرائض سرانجام دیتی رہی۔ دشمن ان کی زد میں آیا ہی نہیں، آخر ہمارے جیالے بحری جوالوں نے ایک جرأت مندانہ قدم اٹھایا اور دوار کا کے قلعہ کو ختم کر کے سلطان محمود غزنوی کی یاد تازہ کر دی، دوار کا کراچی سے دو سو دس میل کے فاصلہ پر خلیج کچھ کے ساحل پر واقع ہے اس کی فوجی اہمیت کے پیش نظر اس کو کافی محفوظ بنایا گیا ہے اور ایک بڑی طاقت کا رادار ٹیشن بھی وہاں قائم کیا گیا تھا، یہ ٹیشن ہوائی جہازوں اور بحری جہازوں کی نقل و حرکت میں مدد دینے کے علاوہ جام نگر اور بمبئی کو ہوائی اور بحری حملوں سے بچانے کے لئے بھی کام میں لایا جاتا تھا بھارتی فضائیہ نے جنگ کے پہلے چند دنوں میں یہ کوشش کی کہ وہ کراچی پر ہوائی حملہ کرے، وہ جام نگر کے ہوائی اڈہ سے اڑتے تھے اور دوار کا رادار سسٹم ان کی مدد کرتا تھا لہذا پاکستانی بحریہ نے یہ فیصلہ کیا کہ بھارت کے اس اڈہ کو ہی

ختم کیا جائے جہاں سے بھارتی طیارے اڑ کر آتے تھے۔

سات اور آٹھ ستمبر کی درمیانی رات کو پاک بحریہ کے کچھ جہاز دوار کا کی سمت بڑھے اس وقت ہر بحری جوان کے دل میں خوشی اور مسرت کے طوفان اٹھ رہے تھے جب انہوں نے اپنے آپ کو دشمن کی اس منحوس بندرگاہ کے قریب پایا دشمن کو سمندر کے پانی میں ہی مار دینی ان کے لئے زیادہ اچھا کھیل تھا۔ قریب کے جام نگر ہوائی اڈہ سے ان پر ہوائی حملہ ہو سکتا تھا۔ ساحل سے دشمن کی توپیں ان پر گولے برس سکتی تھیں لیکن وہ انجام سے بے خوف طاقت کی یاد تازہ کرنے آگے بڑھے جا رہے تھے۔ آدھی رات سے کچھ اور جہاز اس پوزیشن میں آگے دکھ وہ دوار کا پر جہازی توپوں سے گولے برسوانے لگے۔ فضا میں ایک پر شور دھماکا ہوا۔ سمندر کا کلیجہ بھی دہل گیا ہوگا۔ لگاتار آگ برسنے لگی۔ دشمن کی ساحلی توپیں بھی حرکت میں آگئیں۔ لیکن ایک ایک کر کے سب خاموش کر دی گئیں اور رادار کا سارا انتظام زیر و زبر کر دیا گیا۔ جب ہمارے جہاز واپس آ رہے تھے۔ تو بھارتی طیاروں نے ان پر حملہ کیا اور بحریہ کی توپوں نے ان میں سے بھی تین مار گرائے۔ جب دوار کا مٹی کا ڈھیر ہو گیا تو یہ اندازہ کر لیا گیا کہ دشمن زخم خوردہ ہے۔ اور اپنے کھوکھلے وقار کو مجروح سمجھتا ہے۔ اس لئے وہ غاروں سے ضرور نکل کر کوئی نہ کوئی حرکت کرے گا۔ اس نے پاکستان کی بحریہ پہلے سے زیادہ تن دہی اور ہوشیاری سے پاسبانی کرنے لگی۔

پاک بحریہ کے جوان لگاتار ملک کی رکھوالی اپنے ایکشن ٹیشنیوں پر کھڑے کرتے رہے۔ دن رات وہ اپنے اپنے مقام پر چوکس رہتے جب سمندر سے زبرد زد سورج برآمد ہوتا تو بھی وہ اپنی ڈیوٹی پر مستعد ہوتے۔ یہاں تک کہ سورج گرتی برسوانے لگتا۔ دوپہر کی سخت اور جھلسا دینے والی گرمی میں بھی وہ اپنے

فرانس کو تندی سے انجام دیتے نظر آتے۔ جب ٹھنڈی اور بھگی ہوئی ہوائیں ان کو لوریاں دیتی تب بھی وہ تھکے ہونے کے باوجود ڈھیلے نہ پڑتے جب آسمان بادلوں کی اوٹ میں چھپ جاتا اور کوئی ستارہ بھی آسمان پر ان کے لئے نہ چمکتا تب بھی وہ سرچ لائٹوں سے سمندر کی لہروں میں دشمن کو تلاش کرتے رہتے آخر کار دشمن آیا لیکن اپنی روایتی مکاری اور چالاکی کے ساتھ۔

یہ ۲۲ ستمبر کا دن تھا۔ ہندوستان نے "یکورٹی کونسل" سے فائر بندی کے لئے پندرہ گنتوں کی مہلت مانگی تھی اور اب ۲۲ ستمبر کی دوپہر کی بجائے ۲۳ ستمبر کی صبح سبکے سے فائر بندی ہوئی تھی۔ اپنی پندرہ گنتوں میں شاید دشمن اپنی شکست کے داغ دھونا چاہتا تھا۔ پاکستانی بحریہ کے ایک یونٹ پر کھلے سمندر میں دشمن کے جنگی جہاز نے حملہ کر دیا۔ پاکستان نے جوابی حملہ کیا اور پاک بحریہ کی آبدوز غازی نے ایک ایساراکٹ چھوڑا کہ دشمن کا ہر ڈروپے کا مالیتی جہاز سمندر کی لہروں کی نذر ہو گیا یہ بہادری اور جرأت کا دوسرا باب تھا جو پاک بحریہ کی تاریخ میں لکھا گیا۔

پاک بحریہ کو ایک ایسی بحری طاقت سے واسطہ تھا جس کے پاس پانچ گنا سامان حرب و ضرب۔ جدید جنگی جہاز تھے اور ان کو ایک طاقت ور طیارہ بردار جہاز کی مدد بھی حاصل تھی۔ لیکن پاکستان بحریہ کے جوائن اور افسروں کو یہ طاقتیں ڈرانہ سکیں اور انہوں نے رونگٹے کھڑے کر دینے والے حملوں میں بھی اپنی شجاعت و مردانگی کا ایسا ثبوت دیا کہ قوم کو ان پر فخر ہے انہوں نے اپنی زندگیوں کو فرض کی بجائے اور سی کے لئے وقف کر رکھا ہے اور پاکستانی ساحلی علاقوں اور سمندروں کی حفاظت کے لئے وہ ہر وقت مستعد ہیں۔

جنگ کے دوران ہماری بندرگاہیں کھلی رہیں۔ ہمارے سنجار تی جہاز پوری آزادی کے ساتھ آتے جلتے رہے معمول کے مطابق کام ہوتا رہا دشمن نے جہاں کہیں بھی معمولات میں فرق ڈالنے کی کوشش کی اس کی کوشش کو ناکام بنا دیا گیا۔ ۶ ستمبر سے لیکر ۲۳ ستمبر تک پاک بھر یہ نے ۲۱۰ میل دور دوار کا قلعہ کوتاہ کیا تین ہوائی جہاز گرائے ایک بحری جہاز ڈبو یا تین سنجار تی جہاز پکڑے اور اس کے علاوہ بہت سا ممنوعہ سامان پکڑا۔ خدا کی مدد اور دس کروڑ عوام کی دعائیں بھر یہ کے ساتھ تھیں اور اسی وجہ سے بھر یہ کے کسی جوان کو کوئی خراش تک نہ آئی اور نہ ہی کسی جہاز کا روغن تک اکھڑا۔ اب ہماری بحری طاقت پہلے کی نسبت زیادہ یقین اور اعتماد کے ساتھ اپنے جوہر دکھانے کیلئے تیار کھڑی ہے بڑی اور ہوائی فوج سے رابطہ قائم ہے اور اگر دشمن نے دوبارہ جنگ شروع کی تو اللہ پاک بھر یہ اپنی برتری اور فوقیت ثابت کر دے گی۔

بحری لڑائی کا ایک روشن پہلو یہ ہے کہ بھارتی ریڈیو اور پریس جو جھوٹ بولنے میں اُدھار کھائے بیٹھے ہیں، ہمیشہ پاکستان کی بڑی اور ہوائی افواج کے نقصانات کی تفصیلیں پیش کرتے رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے پاکستانی بھر یہ کے کسی نقصان کی کوئی خبر نشر نہیں کی۔ ہاں البتہ اپنے ڈھٹائی پن کے باعث اپنے کسی نقصان کو بھی انہوں نے تسلیم نہیں کیا۔ اس سے ان کے سامنے لڑائی کا کوئی مضمر نہ ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے۔

صدر پاکستان نے بھر یہ کی کارکردگی کی تعریف کی اور کہا کہ دشمن کی لمبی چوڑی بحری طاقت کو دھتکار سے دکھنا ایک بہت بڑا کام تھا جسے پاک بھر یہ نے بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔

انہوں نے کہا کہ دوسری دونوں افواج کی طرح پاک بھر یہ بھی قوم کی طرف سے شکر یہ کی مستحق ہے اور صدر نے پاک بھر یہ کا شکر یہ ادا کیا۔ صدر کی طرف سے یہ شکر یہ ساری قوم کی طرف سے شکر یہ تھا۔

---

# پاک فضائیہ

نشاہیں کا جہاں اور ہے . . . . .

ذیل کی جملہ سطور میں جتنا مواد دیا گیا ہے اس کے لئے ہم نوری ایچ ماسٹی کے شکر گزار ہیں۔

دنیا کے کروڑوں انسانوں کو پاکستانی فضائیہ کی شاندار کارکردگی پر حیرانی ہے اور اس حیرانی میں تحین و آفرین کے جذبات تلے ہوئے ہیں۔ پاکستانی عوام تو اپنے شاہینوں کو دیکھ کر عقیدت سے کچھل جاتے ہیں لیکن دنیا تو دنیا پاکستانی عوام کو بھی شاید یہ علم نہیں کہ فضائی معرکوں میں ایک نئے دور کا آغاز کرنے والی پاک فضائیہ اور فضائیہ کے ٹریننگ سکول رسالپور کوکن نامساعد حالات سے گذر کر عظیم کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں۔ پاک فضائیہ کی مختصر سی تاریخ حسب ذیل ہے۔

اٹھارہ سال قبل تقسیم ملک کے وقت پاکستان کی رائل انڈین ایئر فورس سے جو کچھ ملا وہ چند شکستہ پر جہاز تھے اور ان کو دیکھ کر قائد اعظم نے کہا تھا کہ پاک فضائیہ کے پاس سوائے عزم اور یقین کے شاندار فضائیہ کی بنیاد رکھنے کے لئے اور کوئی سرمایہ نہیں۔ جو کچھ پاک فضائیہ کو دیا گیا وہ کبھی ایک شاندار ساز و سامان تھا۔ لیکن بھارتی گراوٹ کا یہ پہلا ثبوت

تھا کہ انہوں نے رسالہ پور کو چھوڑنے وقت بعض اور کینہ کی بنا پر جہازوں کو کسی نہ کسی طرح ناکارہ بنا دیا تھا۔ کچھ جہازوں کے انجن خراب تھے تو کچھ کے پروپیلر کے ڈھانچے زخمی تھے۔ رسالہ پور میں ورکشاپ کا بتنا ساز و سامان تھا اس کو بھی نقصان پہنچایا گیا تھا۔

تقسیم کے وقت رسالہ پور کا ہوائی میدان ایک جنگل تھا وہاں T شکل کا نشان بھی نہ تھا جس سے جہازوں کے اترنے کی سمت ظاہر ہو سکتی۔ دفاتر اور ورکشاپ میں بجلی کی تاریں غائب تھیں کوئی فری نیچر نہ تھا۔ ہتھیار اور پٹرول سب کچھ غائب تھا اور صرف ایک شخص یہ بتا سکتا تھا کہ جہاز اڑانے کے قابل ہے یا نہیں۔ اعلیٰ تقسیم کونسل نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ فضائی تربیت کے لئے کم از کم ایک سال تک جداگانہ انتظام ہونا مشکل ہے۔ اور نہ ہی فضائی تربیت سے وابستہ سامان اور ہتھیاروں کی تقسیم جلد ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے ایک سال تک پاکستان اور بھارت کے فضائیہ کے افراد اکٹھے ہی تربیت حاصل کریں گے۔ لیکن بھارت نے اس فیصلہ کو تسلیم نہ کیا۔ پاکستان نے بھارت کے اس چیلنج کو منظور کر لیا اور فی الفور بنگلور، انبالہ اور جودھپور میں مقیم مسلمان انسٹرکٹروں، ٹیکنیشنوں، پائیلٹوں اور کیڈٹوں کو حکم دیا کہ وہ جلد از جلد اپنی حاضری کی رپورٹ رسالہ پور کریں۔

یہ سب لوگ ستمبر، ۱۹۴۷ء کے پہلے ہفتے میں رسالہ پور پہنچنا شروع ہو گئے۔ انسٹرکٹروں کے ذمہ یہ کام سونپا گیا کہ وہ سکول کو اس طریق پر درست کریں کہ کیڈٹ اپنی تربیت جاری رکھ سکیں۔ لیکن ٹریننگ دینے کے لئے کوئی ایئر کرافٹ ہی نہ تھا۔ خوش قسمتی سے پاکستان کو یہ خبر دی گئی کہ اعلیٰ تقسیم کونسل نے پاکستان کو آٹھ ٹائیگر ماتھر تربیتی جہاز، الاٹ کئے ہیں لیکن وہ جودھپور

میں تھے اور ان کو وہاں سے رسالہ پورا لانا تھا۔ لیکن ان کو وہاں سے کون لاتا؟ یہ بڑا اہم سوال تھا۔ اس وقت تک صرف تین تربیت یافتہ پائلٹ رسالہ پور پہنچے تھے۔ باقی کیڈٹ اور ایئر مین تھے۔ ایئر کورڈور یوسف جو اس وقت سکوئیڈرن لیڈر تھے اور رسالہ پور میں چیف فلائنگ انسٹرکٹر مقرر ہونے والے تھے۔ ان تینوں پائلٹ افسروں میں سینئر تھے۔ انہوں نے ایک جرأت مندانہ قدم اٹھایا اور چھ کیڈٹ افسروں کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ جو دھ پور چلنے کو تیار ہو جائیں۔

۸۔ ستمبر کی صبح کو پشاور سے ایک ڈکویٹا ان کو جو دھ پور لے جانے کے لئے آیا۔ چھ کیڈٹ دو ایئر مین اور دو فلائنگ افسر اور سکوئیڈرن لیڈر یوسف اس میں سوار ہوئے اور اسی صبح پالم کے ہوائی اڈہ پر اترے اور بعد دوپہر دہلی پہنچ گئے وہاں انہوں نے اجنبیوں کی طرح رات گزاری۔ اگلی صبح وہ جو دھ پور پہنچ گئے جہاں انہیں یہ بتایا گیا کہ وہ آٹھ بیس سے صرف سات ٹائیگر ماٹھے لے جا سکیں گے۔ سات جہاز ہی غنیمت سمجھ کر ۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پاک فضائیہ کے ان افسروں نے رسالہ پور کا رخ کیا۔ بشری یا فوجی فضائی کورس کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ چار جہازوں کو ایسے پائلٹ چلا رہے تھے۔ جن کو ابھی کچھ تجربہ نہ تھا اور ان کے پیش نظر ایک طویل سفر بھی تھا۔ سکوئیڈرن لیڈر یوسف ان کی رہنمائی کر رہے تھے۔ سات جہازوں میں سے چھ جہازوں کو درست حالت میں رسالہ پور اترے۔

ساتویں جہاز کو اترنے وقت حادثہ پیش آگیا کیونکہ جہازوں نے اس کی پٹرول کی ٹینکی میں ریت بھر دی تھی۔ پاکستان سے نفرت کا یہ دوسرا ثبوت تھا۔ اپنے اس سفر پر یہ جہاز راجپوتانہ کے صحراؤں میں پرا باندھے اڑتے رہے اور چار نا تجربہ کار پائلٹ ان کو ماہر پائلٹوں کی طرح چلانے اور تیل وغیرہ دینے رہے۔ آندھبھول اور خراب موسم نے ان کے پائے استقلال میں ذرا جنبش نہ



آنے دی۔ انہیں مجبوراً نواب شاہ اجیب آباد و خانپور ملتان اور میانوالی کا راستہ اختیار کرنا پڑا کیونکہ دہلی اور مشرقی پنجاب کی راہ آنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ وہاں ان دنوں فسادات کا بازار گرم تھا۔

ان چھ جہازوں سے رسال پور کے تربیتی سکول نے کام شروع کیا اور وہ ہمت اور استقلال سے ہی اس سکول کو ایک بہترین تربیت گاہ میں تبدیل کیا جاسکتا تھا۔ ایئر مارشل اصغر خان اس وقت ونگ کمانڈر تھے۔ جب پاکستانی عوام جشن آزادی منا رہے تھے۔ اس وقت ونگ کمانڈر اصغر خان بہادر اور باہمت انسروں اور ایئر مینوں کی معیت میں بڑی جانفشانی، محنت اور عزم سے آج کی پاک فضائیہ کی بنیاد رکھ رہے تھے۔

انسٹرکٹروں اور کیڈٹوں میں بے حد جوش اور جذبہ تھا۔ آپ اس پر یقین کریں یا نہ کریں کہ پہلی تربیتی پرواز جہازوں کے آنے کے تیسرے دن بعد کی گئی اور رسال پور سکول کی پہلی پانگ آؤٹ پروڈو جنوری ۱۹۴۸ء کو ہوئی۔

انگلی صبح جو کیڈٹ سکول کے احاطہ میں داخل ہوئے وہ سارے کے سارے پاکستان کی طاقت تھے یہ سکول کے لئے بڑا اہم دن تھا۔ یہ جوان سلٹ اور کراچی سے رسال پور آئے تھے تاکہ وہ تربیت یافتہ پروازوں کے لئے اپنے بال و پر (wings) حاصل کریں۔ سکول کے عملہ میں ان افراد کے آجانے سے جو دوسرے ممالک میں تربیت کے لئے گئے ہوئے تھے اصفافہ ہو گیا۔ اپریل ۱۹۴۸ء میں قائد اعظم نے اس سکول کا معائنہ فرمایا۔ انسروں اور کیڈٹوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "میں اس سکول کی ترقی کی رفتار سے بڑا مطمئن ہوا ہوں آپ کی اور آپ کے کمانڈر کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے میں اس سکول کو آج سے "وی رائل پاکستان ایئر فورس کالج" کا نام دیتا ہوں۔"

پاکستان کی فضائیہ بہترین انسانوں کا ایک مجموعہ ہے جن کی قسمت میں امن اور جنگ دونوں میں شاندار روایات کو جنم دینا لکھا تھا۔ کشمیر کی جنگ اکتوبر ۱۹۴۷ء سے شروع ہوئی اور جنوری ۱۹۴۹ء تک جاری رہی اگرچہ بھارتی فضائیہ نے کشمیر پر کافی حملے کئے۔ لیکن پاک فضائیہ کو کشمیر پر کوئی کارروائی کرنے کے لئے کوئی حکم صادر نہ کئے گئے۔ لیکن انہوں نے بہت سی امدادی پروازیں سرحد و اور گلگت تک کیں۔ قزاقرام کے اوپر سے وہ ضروری اشیاء لے کر جاتے رہے یہ دنیا کا مشکل ترین راستہ ہے جہاں صرف بار برداری کے جہاز ہی کام دے سکتے ہیں ایسی ہی امدادی پرواز پر جاتے ہوئے ایک ڈکھڑا کو دو لڑاکا بھارتی طیاروں نے مشین گولوں کا نشانہ بنایا۔ یہ بالکل ایسی بات تھی جیسے دو تیز رفتار بکتر بند گاڑیاں ایک سست رفتار چھکڑے پر حملہ کر دیں۔ لیکن پاکستانی ہوا باز نے اتنی مہارت دکھائی کہ ہندوستانی لڑاکوں کی گولیاں صرف پہاڑیوں سے ہی ٹکراسکیں۔ واقعی اگر انسانی طاقت بہتر نہ ہو تو بہترین سامان حرب بھی ناکارہ ہو جاتا ہے۔

پاکستان کو سیرجیٹ ۱۹۵۶ء کے آخر میں ملے۔ پاکستانی فضائیہ نے اس کے بعد سی بری، بحری اور ہوائی افواج کی ۲۷ کھنٹوں کی ایک مشق کا انتظام کیا تاکہ کراچی کے اوپر ہوائی حملہ کی صورت میں دفاع کا جائزہ لیا جاسکے پاکستان کی مختصر تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ پاکستان کی فضائیہ مصنوعی سپر سائیک ہوائی جنگیں ہوئیں۔

دو سال بعد یعنی ۱۹۵۸ء میں پاکستان ایئر فورس نے امن کے زمانہ میں کارکردگی کا ایک مظاہرہ کیا۔ جب سولہ سیرجیٹ کراچی کی فضا میں ہر میسٹی شہنشاہ ظاہر شاہ والے افغانستان کے اعزاز میں بہت قریب قریب ہو کر ایک پٹنگ کی شکل میں اڑے۔ اس پرواز کی قیادت سکویڈرن لیڈر مسو

ظفر نے کی۔ دنیا بھر کے ہوائی اتاشی حیران رہ گئے اور دولت مشترکہ کے مشہور فضائی  
سائل مثلاً فلائٹ اور ایم ویلین وغیرہ نے اس پر واز پر حیرت کا اظہار کیا۔ ان  
رسائل کے مدیر بھی خود بہترین اور تجربہ کار پائلٹ ہیں، انہوں نے پچھم خود بڑی  
حیرت سے یہ مظاہرہ دیکھا۔ اس وقت تک دنیا کے کسی ملک نے امریکہ پر طابہ  
اور روس سمیت ایسی پرواز کے متعلق سوچا بھی نہ تھا بے شک ان ممالک کے  
پائلٹ ایسی پروازیں کرتے تھے، لیکن اتنی تعداد میں ایسی شاندار پروازوں  
کے لئے چیلنج تھی۔ اس پرواز کے لیڈر کو گروپ کیپٹن کی حیثیت سے ورس  
بعد سرگودھا کے ہوائی منسفر کے دفاع کا کام کرنا پڑا۔ وہ اسم باسٹی ہیں ان  
کا نام ہی فتح ظفر ہے۔

پاکستان ایئر فورس کے معماروں یعنی اصغر خاں، نور خاں، اختر، اسے آرخان  
رحمان داس، تاور، پراچہ، یوسف، خیر خاں، مسرور حسن، ظفر جہداری، ایم آئی  
ملک، ایف۔ ایس حسین۔ ربانی ڈوگر اور ان کے بے شمار ساتھیوں نے نو ہستمبر  
کی صبح کو خوش آمدید کہا ہو گا جس نے ان کو بہترین اور عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ  
کرنے کا موقع بہم پہنچایا۔

دن کچھ میں بھی پاک فضائیہ نے کوئی دخل نہیں دیا، لیکن چھب کے  
محاذ پر جب بھارتی فضائیہ کے جیٹ پٹی ہوئی برسی فوج کی مدد کو آئے  
تو پہلی ہی جھڑپ میں چار بھارتی جیٹ شکار کر لئے گئے۔ دو دن بعد جب  
بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو پھر پاک فضائیہ ایسی حرکت میں آئی کہ دنیا  
پر ثابت ہو گیا کہ مسلمان فضائیہ پر بھی قادر ہو سکتا ہے اور دنیا بھر نے پاک فضائیہ  
کی کارکردگی پر تحسین و آفرین کے نعرے بلند کئے۔ کفر و اسلام کی جنگ پر اور  
سمندروں پر تو صدیوں پہلے ہو چکی تھی، لیکن فضائیہ کفر کے ساتھ جنگ کی

سعادت پاکستان کو نصیب ہوئی

حملہ کے بعد چند ہی منٹوں میں پاک فضائیہ اپنے سے پانچ گنا بڑی فضائی طاقت سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار تھی۔ سو راج اکھی پہنائیوں سے ابھرا سی تھا کہ پاکستان کے سیرجیٹ پھانکوٹ کے ہوائی اڈہ پر تھے۔ روسی ساخت کے ایم۔ آئی۔ جی طیاروں کی ساری طاقت کو ایک پاکستانی شاہین یونس نے اس طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ جیسے مکھن کو چھری کاٹتی ہے۔ اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے کے مصداق ایک ہی حملہ میں سارے مگ ختم ہو گئے۔ اس کے بعد لگاتار حملوں سے ہواڑہ، آدم پور، انبالہ اور جام نگر کے ہوائی اڈوں کو ناکارہ بنا دیا گیا۔ حملوں کے ساتھ ساتھ پاکستانی شاہین دشمن کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لئے اپنی فوجوں کی امداد کے لئے چونڈہ، اہل پور اور کھیم کرن کے محاذوں پر بھی جاتے رہے ان کی آمد کے بعد دشمن کے ٹینکوں، ٹرکوں توپوں اور مشین گانوں کا لوہا پگھل جاتا۔ پاکستان کی حدود میں داخل ہونے والے شکاری ناٹ، میٹرز اور کینبرا ہمارے ہوا باز ایسے پکڑتے اور مارتے رہے جیسے سکول کے بچے غلیل سے پرندوں کو شکار کرتے ہیں۔ جلد ہی ہندوستانی ہوا باز پاکستانی ہوا بازوں سے پناہ مانگنے لگے۔

ایم، ایم عالم تو ایک افسانوی کردار بن گئے۔ دشمن کے طیارے گرانے میں دنیا بھر میں ان کا ریکارڈ قائم ہو گیا ہے، انہوں نے دن کی روشنی میں سرگودھا کے ہوائی اڈہ پر تیس سیکنڈ کے اندر پانچ سپر سائیکل گرائے، کل گیارہ طیارے ان کے حصہ میں آئے اور پھر کبھی دشمن نے دن کے وقت سرگودھا کا رخ نہ کیا۔ اس ہیکٹال میں اور بہت سارے بھی قابل ذکر ہیں، امیر، یونس، علاؤ الدین، مجید، اعظم، یوسف، سعد، ماشی، سہیل چودھری اور ایسے ہی بہت سے جوان جو ہیکٹال

کو چمکائے ہوئے ہیں۔

ایئر مارشل نور خان کمانڈر انچیف پاکستان ایئر فورس ایئر مارشل اصغر خان کے جانشین بنائے گئے ہیں۔ ستمبر ۱۹۴۸ء میں بھی اسی طرح وہ پاکستان ایئر فورس کالج کے کمانڈنگ کی حیثیت سے اصغر خان کے جانشین ہوئے تھے۔

ایئر مارشل نور خان نے دشمن کو فضائی ماروے کر ثابت کر دیا ہے کہ مسلمان اس قابل ہیں کہ وہ ہوائی لڑائیوں میں بھی خالد، طارق، قاسم صلاح الدین اور ابوالی پیدا کر سکتے ہیں۔ نور خان نے پاک فضائیہ کے کمانڈر کی حیثیت سے انتہائی خلوص لگاؤ اور عزم و استقلال سے فضائیہ کی ترقی کے لئے کوششیں کیں۔ فضائیہ کے افسروں میں دو لڑن فلائنگ خاں مشہور ہیں۔

دشمن کو اس کمینگی اور دیدہ دلیری کا مزہ چکھانے کے لئے بہت سے نوجوان رسال پور میں تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ بہت سے جوان اس انتظار میں ہیں کہ انہیں کب ہوا باز بننے کا موقع ملتا ہے۔ ہر جوان شاہین کے بال و پر حاصل کرنے میں کوشاں ہے تاکہ کوئی دشمن جارحیت کی جرات نہ کر سکے۔

..... کرگس کا جہاں اور

فضا میں دو بھارتی طیارے محو پرواز تھے۔ ایک کے پائلٹ نے دوسرے سے کہا۔

”باہر دیکھو — وہ ایک پرجیٹ آرٹا ہے۔ اب ہم پاکستان پر پرواز کر رہے ہیں۔ اپنے سارے بم گرا دو۔“

انہوں نے شہری آبادی پر بم گرائے اور شاید واپس جا کر یہ رپورٹ دی کہ وہ پاکستانی فضائیہ کے ٹھکانوں کو نشانہ بنائے ہیں۔

ایسی جرات جنگ کے سترہ دنوں میں بھارتی فضائیہ کے پائلٹ بار بار

کرتے رہے۔ ۱۹۶۰ء کی خنزالی میں نیفا کی جنگ کے دوران جو کالک انہوں نے اپنے منہ پر ملی تھی موجودہ صورت میں اس کی سیاہی زیادہ اُبھر آئی تھی اپنے ہوا بازوں کے گرے ہوئے اخلاق کو سنبھالنے کے لئے بھارتی حکومت کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اپنے ہوا بازوں کو شہری آبادیوں پر بم گرانے کے "بہادرانہ کارنامہ" میں "چکر" عطا کرے۔ بھارت نے اپنی اس بزدلی کو چھپانے کی خاطر پاکستان پر یہ الزام تراشی شروع کر دی کہ پاکستان بھارت کی شہری آبادیوں پر "نیلیم" یعنی آگ لگانے والے بم پھینک رہا ہے۔ بھارت کے اس جھوٹ کو بھارت بھارت کے حلیف امریکہ کے براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کے نمائندہ مسٹر میونی نے بے نقاب کرتے ہوئے ۵ اکتوبر کو لکھا۔

"بھارت فتح کے شادیاں بجا رہا ہے۔ لیکن مجھے کہیں فتح کے آثار نظر نہیں آئے۔ میں نے تو فوجی دستوں، ٹینکوں اور دوسرے جنگی سامان کو محاذ کی طرف جاتے دیکھا ہے۔ اگر بھارتی فضائیہ اتنی ہی فتح مند ہے تو پھر وہ اس سیلاب کو کیوں نہیں روکتی؟ جو اب یہ ہے کہ یہ سب کچھ پاک فضائیہ تباہ کر دیتی ہے۔ ثابت ہوا کہ پاکستان کی فضائیہ نے صرف فوجی ٹھکانوں کو نشانہ بنایا، میونی نے مزید لکھا۔ اگر بھارتی کبھی یہ بتانے کی کوشش کریں کہ انہوں نے پاکستانی علاقہ میں کسی شہر کی آبادی کو نشانہ نہیں بنایا تو آپ انہیں جلدی سے کہہ دیں کہ تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہو کیونکہ میں نے انہیں ایسا کرتے دیکھا ہے اور میں رویا ہوں۔"

قارئین شاید جاننا چاہیں کہ فضائیہ کس طرح حملہ کرتی ہے لہذا اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

فضائیہ میں تین قسم کے طیارے ہوتے ہیں۔ لڑاکا۔ بمبار اور موصلاتی

طیارے لڑاکا طیارے بمبار بھی ہوتے ہیں لیکن وزنی بموں کو گرنے کے لئے صرف بمبار ہی استعمال ہوتے ہیں۔ اور ان کی حفاظت کے لئے ان میں مشین گنیں لگی ہوتی ہیں چند لڑاکا طیارے بھی ساتھ بھیجے جاتے ہیں۔

لڑاکا طیارے دشمن کے حملہ آور طیاروں کو مار بھگانے کا کام کرتے ہیں پاکہ فضائیہ کے پاس اس وقت دو قسم کے لڑاکا طیارے ہیں ایف ۸۶ اور ایف ۱۰۴ یعنی سیبرا اور سٹاریہ دونوں بمباری کرتے ہیں۔ ایف ۱۰۴ اسی ہزار فٹ کی بلندی تک آواز کی رفتار سے دگنی تیز پرواز کر سکتا ہے یعنی اس کی رفتار کوئی ڈیڑھ ہزار میل فی گھنٹہ کے قریب ہے۔

جنگ کے دوران لڑاکا طیارے راکٹوں اور مشین گنوں سے لیس ہر لمحہ پرواز کے لئے تیار رکھے جاتے ہیں۔ ان کے ہوا باز اپنی سیٹ رکاک پٹ، میں بیٹھے رہتے ہیں تاکہ ایک لمحہ کے نوٹس پر پرواز کر سکیں۔ مختلف رادار ٹیشن دشمن کے طیاروں کی نقل و حرکت دیکھنے میں مصروف رہتے ہیں جو ہنی رادار پر دشمن کے حملہ آور طیاروں کا اشاروں ہے، رادار لے اپنے طیاروں کو فوراً اڑان کی ہدایت دیتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ دشمن کے طیارے کتنی تعداد میں اور کس سمت سے آ رہے ہیں۔ رادار کا نوٹس ملتے ہی جیٹ طیارے غراتے ہیں اور دوسرے ہی لمحے دشمن کی راہ روکنے فضا میں بلند ہو جاتے ہیں۔ اور زندگی و موت کی بازی جیتنے کیلئے نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ لڑاکا ہوا باز دراصل سامنے آکر حملہ آوروں پر حملہ نہیں کرتے بلکہ وہ اپنی پوزیشن ایسی رکھتے ہیں کہ دشمن کے طیارے کو پیچھے سے جا لیں۔ اس کوشش کے ساتھ ساتھ یہ خیال بھی رکھا جاتا ہے کہ دشمن کے طیارے نشانے پر پہنچ کر راکٹ اور بمباری شروع نہ کر دیں۔ لہذا یہ حرکت تیزی سے کی جاتی ہے۔ سوچنے کا وقت بہت کم ہوتا ہے۔

بعض لڑاکا طیاروں میں اپنے راڈر لگے ہوتے ہیں جن کی مدد سے وہ دشمن کے ان طیاروں کو بھی آسانی سے دیکھ سکتے ہیں جو ویسے نظر نہیں آتے جو نہی ہو اباز دشمن کے طیاروں کے پیچھے پہنچ جاتے ہیں۔ طیارہ میں لگی ہوئی ایک آنکھ کی مدد سے نشانہ باندھتے ہیں اور ٹرین دبا دیتے ہیں، اس سے گنیں چلنے لگتی ہیں جب لڑاکا طیارے آمنے سامنے آکر ایک دوسرے پر پھٹتے ہیں اور پیٹرن سے بدلتے ہیں۔ اسے ڈاگ فائٹ کہا جاتا ہے۔ ہر ہوا باز اپنے حریف کے پیچھے ہو کر، اڑ کر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ فضا میں قلابازیاں لگا لگا کر پیٹرن سے بدلتا اور فائر کرتا رہتا ہے یہ جھڑپ چند منٹوں کی ہوتی ہے۔ اور اس قدر تیز کہ دماغ بغیر حاضر ہوا یا ذرا آنکھ کا زاویہ بدلا کر ہوا باز پٹ گیا۔

سکو اڈرن لیڈر عالم نے جو داؤ کھیل کر تیس سیکنڈ میں پانچ طیارے مار گرائے تھے وہ کھیل نہیں۔ اکثر ہوا باز بھی داؤ کھیلنا چاہتے ہیں، لیکن ہر کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس میں پٹ جانے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ عالم نے چھ بھارتی طیاروں کو اپنے پیچھے لگا لیا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ چھ کے چھ طیارے اسے نشانہ میں لے چکے ہیں۔ اور گنیں چلانے والے ہیں تو اس نے پلک جھپکتے ایک ایسی قلابازی لگائی کہ دشمن کے طیارے اوپر سے گزر گئے۔ عالم نے سیدھے ہو کر چند لمحوں میں سب کو اپنی مشین گنوں کی زد میں لے کر پانچ کو مار گرایا اسے "لیڈ" دنیا کہتے ہیں۔

اکثر ہوا باز سورج کی سمت سے حریف پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ دشمن سورج کی طرف نہیں دیکھ سکتا اور نہ ہی اسے سورج کی چمک میں کچھ نظر آتا ہے۔

سمندری اور بری فوجی ٹھکانوں پر بم بوسانے کے لئے بمبار طیارے استعمال ہوتے ہیں، ان میں بھی راکٹ اور مشین گنوں کا استعمال ہوتا ہے۔ پاک فضا بیہوش



پاس اس وقت بی، ۵ قسم کے بمبار طیارے ہیں۔ بمبار طیارے خاصی بلندی تک محفوظ راستے سے پرواز کرتے ہیں۔ ایک ہی ٹھکانے پر ایک سے زیادہ حملوں کی صورت میں ہر بار راستہ بدل کر حملے کے لئے پرواز کی جاتی ہے۔

کچھ طیارے صرف پار برداری اور مسافر برداری کے لئے استعمال ہوتے ہیں ان کے انجن دو سے چار تک ہوتے ہیں۔ فوجوں کی کسی محاذ پر جلد از جلد پہنچانے کے لئے چھاتہ برداروں کو دشمن کے علاقے میں اتارنے کے لئے گھری ہوئی فوجوں کو یاد شوار گزار علاقے میں لڑنے والی فوجوں کو راشن دوائیاں اور گولہ بارود وغیرہ پہنچانے یا پیرا شوٹوں کے ذریعے پھینکنے کے لئے ان طیاروں کو استعمال کیا جاتا ہے ان کو موصلاتی طیارے بھی کہا جاتا ہے۔

پاک فضائیہ کے پاس سیلی کا پٹر بھی ہیں جو ٹرانسپورٹ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کو موصلاتی طیارے بھی کہا جاتا ہے۔

پاک فضائیہ کے پاس سیلی کا پٹر بھی ہیں جو ٹرانسپورٹ کے طور پر اور سمندر میں گھرے ہوئے آدمیوں کو بچانے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ چونکہ ان کے اترنے اور پرواز کے لئے لمبے چوڑے میدان کی ضرورت نہیں ہوتی اس لئے انہیں محاذ سے زخمیوں کو اٹھا کر فوراً ہسپتال پہنچانے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

موصلاتی طیاروں میں ایسے طیارے بھی ہیں جو زمین پر بھی اور سمندر میں پانی پر بھی اتر سکتے ہیں۔

ان کے علاوہ چھوٹے اور ہلکے پھلکے قسم کے طیارے بھی ہیں جو توپ خانے کی مدد کے لئے استعمال ہوتے ہیں انہیں توپ خانے کے اپنے اسٹراٹا تے ہیں اور دشمن کی پوزیشن دیکھ کر واٹر لیس کے ذریعے اپنے توپ خانے کو نشانہ دہايات دیتے ہیں۔ ان کا کام بڑا ہی خطرناک ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ہر لمحہ دشمن

کی توپوں کی زد میں رہتے ہیں۔ انہیں اسے آر۔ پی کہتے ہیں۔

ایک طیارے کو اڑانے کے لئے یا ایک فضائی جھڑپ یا بمباری کے ایک حملے کے پیچھے ایک پیچیدہ اور وسیع مشینی اور انسانی نظام سرگرم عمل ہوتا ہے جو عام لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ راڈر، مواصدات کنٹرولر، دیکھ بھال اور مرمت کرنے والا عملہ، مشین گن، راکٹ اور بم طیارے میں لگانے والا عملہ، تمام اسلحہ اور گولہ بارود کو تیار رکھنے والا عملہ، پیچ در پیچ سائنسی آلات، دقیق مشینری اور اس کی دیکھ بھال کا عملہ وغیرہ۔ لیکن ہوا بازی میں جو شہ اپمان بے باکی اور بازوؤں میں قوت حیدری نہ ہو تو ساری کی ساری سائنس اور مشینری دھری رہ جاتی ہے۔ ہوا بازوں کی جرات، دلیری اور مہارتیں اس وقت تک کسی کام کی نہیں جب تک کہ فضائیہ کا ذمینی عملہ اپنے فرائض میں چوکس نہ ہو، ہوا بازوں کی شاہ بازی کسی کام نہیں آتی، طیارہ ایسی چیز ہے جس میں ہلکا سا بھی نقص ہو تو اسے اڑایا نہیں جاتا بعض نقائص ٹھیک کرتے کسی دن صرف ہو جاتے ہیں۔ لیکن جنگ کے دوران ایک ایک لمحہ قیمتی ہوتا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ طیاروں کو فضا میں بھیجا لازمی ہوتا ہے۔ لہذا مرمت اور معائنے کا کام نہایت پھرتی سے کرنا پڑتا ہے ہمارے گراؤنڈ سٹاف رائیٹین، اکو غیر ملکی نامہ نگاروں نے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پاک فضائیہ کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ زمین پر کام کرنے والے ہوا بازوں نے چھپاسی فیصد طیاروں کو ہر لمحہ تیار رکھا ہے۔ چھپاسی فیصد کا مطلب دراصل سو فیصد ہوتا ہے۔ عام حالات میں طیاروں کی تیاری پچاس فیصد تک ہو تو اسے گراؤنڈ سٹاف کا کمال سمجھا جاتا ہے لیکن جنگی حالات میں جب بعض طیارے ونگوں اور دیگر حصوں میں دشمن کی گولیوں کے سوراخ لے کے آئیں تو انہیں چند منٹوں میں اڑنے کے قابل بنا دینا ایسا کمال ہے۔

جو صرف پاک فضائیہ کے زمینی عملہ نے کر دکھایا ہے۔ واقعات شاید ہیں کہ دوسری عالمی جنگ میں جب برطانوی طیارے گویوں سے مجروح ہو کر آتے تھے۔ یا جن کا دائرہ لیس سسٹم بگڑ جاتا تھا یا جن میں کوئی خرابی پیدا ہو جاتی تھی تو برطانوی ایئر مین ایسے طیاروں کی مرمت پر کئی کئی روز صرف کر دیا کرتے تھے۔

حملے کے بعد طیارے میں از سر نو راکٹ لگانے پڑتے ہیں، مشین گنوں میں گویوں کے نئے پٹے ڈالنے پڑتے ہیں۔ بعض مشین گنیں فائر کرتے رکھتی ہیں، انہیں ہوا باز کی رپورٹ کے مطابق ٹھیک کرنا ہوتا ہے، پٹرول ٹینکیوں کو از سر نو بھرا جاتا ہے اور اس کے سارے ہی سسٹم کا از سر نو معائنہ کرنا ہوتا ہے، ان تمام کاموں میں خاصا وقت صرف ہوتا ہے۔ لیکن پاک فضائیہ کے گراؤنڈ سٹاف یہ کام منٹوں میں کر کے طیاروں کو پھر سے فضا میں بھیج دیتے رہے زمین کام کرتے والوں کو جس قدر خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔

مسلم ممالک میں صرف ترکی ہے جس نے دوسری عالمی جنگ کے بعد اننگلو امریکی امداد سے باقاعدہ ہوائی بیڑہ بنایا۔ مصر نے بھی فضائیہ بنالی۔ لیکن پاکستان پہلی مسلمان مملکت ہے جس نے نہ صرف یہ کہ انتہائی نامساعد حالات میں ایک بڑا ہوائی بیڑہ بنایا بلکہ ترقی یافتہ ممالک سے یہ حقیقت تسلیم کرائی کہ پاکستانی فضائیہ شاہبازوں کا غول ہے جو مادر وطن کے دفاع میں موت پر جھپٹے مارنے مارنے سے نہیں ڈرتے۔

پاکستانی ہوا بازوں نے اسلامی تاریخ میں فضائی جنگ پہلی دفعہ کفر کے خلاف لڑنے کی سعادت کی۔ انشاء اللہ یہی سعادت ہمارے شاہبازوں کے مقابلے میں آنے والی کفر کی ہریلیغ کی عبرت تاک شکست کی این ہوگی۔

دہلی کی حالتِ زار



رات کی تاریکیوں میں اپنی قومی روایات پہ عمل کرتے ہوئے سیوا جی مرہٹہ کی طرح جب بھارتی افواج نے پاکستان پہ شبِ خون مارا تو وہ ہاتھوں میں سوئے ہوئے شہزادے کی طرح رہ گئے انہیں یہ سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ ٹینکوں کی یلغارِ آخر کدھر جا رہی ہے جب انہیں احساس ہوا کہ پاک وطن پر بھارت نے حملہ کر دیا ہے تو وہ سکتے ہیں آگے وہ براہِ راست ایک کمینے دشمن کی زد میں تھے، انہیں اپنا اثاثہ اپنے گھر اپنے ڈھور ڈنگر سب کچھ چھوڑ کر یا تو پاکستان کے اندرونی حصوں میں جانا پڑا یا انہیں قیدی بنا کر بھارت لے جایا گیا۔ کئی نوجوان شہید ہوئے کئی زخمی۔ کئی عزیز ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ بہر صورت ایک کھٹن مرحلہ آگیا تھا۔ حوصلہ اور استقلال کے علاوہ ایمان کی طاقت سے اس آزمائش میں اہل پاکستان پورے اترے۔

جارجیت کرنے والا ابتدا میں کچھ کامیاب بھی ہوتا ہے لیکن پاکستان پر ہی کھٹن گھڑیاں نہیں گزریں خود بھارت کے اندر بھی بے اطمینانی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ انہیں جلد ہی خود اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ ان کی غلطی کی جڑیں بہت گہری تھیں۔ دن کچھ کے معاہدہ جنگ بندی کے بعد جب پاکستان یہ توقع کر رہا تھا کہ حالات بہت جلد معمول پر آجائیں گے۔ اس وقت بھارت کی سیاسی فضا کچھ ایسی تھی کہ مرہٹہ بھارت جیسے انصاف کے داعی بھی پاکستان

کو مزہ چکھانے کے موقع کو کھودینے پر بھارت پر برس رہے تھے۔ رن کچھ کے معاہدہ کو اپنے طریق سے زیر بحث لایا جا رہا تھا۔ جیسے پاکستان کے خلاف نصرت پھیلانے کا مقصد پورا کیا جا رہا ہو جن سنگھ کے علاوہ حکمران کانگریس پارٹی بھی اسی طور پر حالات کو زیادہ سے زیادہ خطرناک بنانے میں کوشاں تھی، گویا اخلاقی پستی کا ایک دور شروع ہو چکا تھا۔

جن سنگھ کے پیش نظر برصغیر کی تقسیم کو بھی ختم کرنے کا پروگرام تھا، وہ تو بھارتی فوج کی کارکردگی پر بھی خائف تھی۔ جو رن کچھ میں کاروائی نمایاں نہیں کر سکی تھی مگر شاستری جو اس وقت وزیراعظم تھے، ان کے خلاف اگست ۱۹۴۵ء میں شاستری جی ڈیپائی کی سرکردگی میں مظاہرے بھی کئے گئے اور رن کچھ کے معاہدہ کو ختم کر دینے کے لئے مطالبات کئے گئے، اگست میں ہی جب مقبوضہ کشمیر میں بھارتی سامراج کے خلاف بغاوت ہو گئی تو پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کے لئے بھارت میں لغو بازی ہونے لگی، جسے پرکاش نرائن اور اسی قسم کے دوسرے لوگوں نے بھی دبی زبان سے اور کبھی کبھی فلسفیانہ انداز سے بھارتی حکومت کو پاکستان کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے اکسانا شروع کر دیا۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۵ء کو بھارتی پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا۔ تو جن سنگھ کے ہزاروں کارکنوں نے رن کچھ کے معاہدہ کے سلسلے میں براہ کجیختہ کرنے والے لغو بازیوں اور جلوس نکالے۔ فرقدارانہ عصبیت پھیلنے دیکھنے کے باوجود بھارتی حکومت نے جن سنگھ پر کوئی پابندی نہ لگائی اور اپنی کمزوری کا اعتراف کر لیا۔ آنجناب شاستری نے اسی صورتحال سے پہلے آزاد کشمیر پر اور پھر پاکستان پر جارحانہ کارروائی کرنے کے لئے ہاتھ مضبوط کیے۔ حالات تیزی سے بدلتے رہے اور شاستری نے خود رن کچھ سمجھوتے کے متعلق اوٹ ٹانگ بیان دینے شروع کر دیے۔ کشمیر میں رونما ہونے والے

واقعات کے ڈانڈے رن کچھ کے سمجھوتے سے ملائے گئے اور ۲۵ اگست ۱۹۴۵ کو وزیر اعلیٰ خاوجہ کے ہونے والے جلسہ کو التوا میں ڈال دیا، اسی موقع پر بھارت نے آزاد کشمیر میں کرگل کی چوٹی پر حملہ کر کے حد متارکہ جنگ کو عبور کیا اور پھر اوڑی پونچھ کے علاقہ میں اودھم مچایا۔ ان کارگزاریوں کو بھارتی فوج کے کارنامے قرار دے کر بھارتی حکومت نے فتح کے شادیاں بجاے اور اخبارات نے سرخیاں جما کر خبریں شائع کیں۔

ذمہ دار بھارتی اخبار نویسوں نے بیرونی ممالک کے اخبار نویسوں سے تبادلہ خیالات کرتے ہوئے بتایا کہ یکم ستمبر ۱۹۴۵ تک تو بھارتی کارروائیوں کا کوئی جواب نہ دیا گیا لیکن بھارتی اپنی جارحانہ کارروائیوں کی بنا پر سمجھتے تھے کہ بالآخر پاکستان کو اپنے تحفظ کے لئے ماتھے پاؤں مارنے ہی ہوں گے، اس لئے بھارت بے پناہ تیاریوں میں مصروف تھا۔ چھب جوڑیاں کے علاقہ میں جب پاکستانی افواج نے پیش قدمی کی تو بھارتی ہوائی فوج بھی حرکت میں آگئی۔ لیکن ان کو پاکستانی افواج کی طاقت کا اندازہ نہ ہو سکا تھا۔ تاہم ۲ ستمبر کو لاہور کے ساتھ سارے موصلاتی نظام کو بھارت نے درہم برہم کر دیا اور مغربی پاکستان پر جارحانہ اقدام کی تیاریاں ہونے لگیں۔ دہلی میں دو تاریخ سے یہ افواہیں گرم تھیں کہ آج کل میں پاکستان پر حملہ ہونے والا ہے۔ بھارت نے پرائیویٹ بس کمپنیوں سے بسیں اور ٹرک حاصل کر لئے اور دہلی کے گرد و نواح میں بھارتی افواج کی حرکات تیز کر دیں۔

جب یہ ساری تیاریاں ہو رہی تھیں، مشرقی پنجاب میں پنجابی صوبہ کے قیام کے لئے مظاہرے زوروں پر تھے اور سنت فتح سنگھ اپنی دلوں مرن برت رکھنے کی تیاریاں کر رہے تھے، پنجابی صوبہ کی تحریک کے باعث علین ممکن ہے کہ پاکستان پر جارحانہ حملہ سے بھارت کا مقصد سول وار کو روکنا بھی ہو۔

۴ ستمبر کو بھارتی وزیر دفاع نے پاکستان پر حملہ کا اعلان کیا اور اس کے کہیں بعد جا کر سکھ لیڈروں نے اپنی تحریک کی سرگرمی کو ختم کیا۔

۴ ستمبر ۱۹۴۷ء کا دن دہلی میں ایک حین مسرت تھا۔ ایک غیر ملکی اخبار نویس کے بیان کے مطابق بھارتی پارلیمنٹ میں ۴ ستمبر کو مسٹر چون کے بیان دینے سے پہلے نمبر اور بھارتی اخبار کی نمائندے سنس، سنس، سنس کی حالت پر تبصرہ کر رہے تھے۔ ان خیالات کے مطابق مرحوم وزیر اعظم شاستری نے مغربی پاکستان پر سہ طرفہ حملہ کر کے اپنے آپ کو پنڈت ہنر سے بھی زیادہ بڑا لیڈر ثابت کر دکھایا تھا۔

جس سعادت کا مظاہرہ بھارتی لیڈروں نے مغربی پاکستان پر بھارتی ہوائی حملہ کی خبر سن کر کیا اس سے انسانیت شرماتی ہے انہوں نے پارلیمنٹ کے ایوان میں ہی ناچنا اور نعرے لگانا شروع کر دیا کسی غیر ملکی اخباروں نے ان کے اس رویہ پر تنقید کرتے ہوئے لکھا۔

”اتنے بڑے ملک کے لیڈروں کے لئے یہ سب کچھ شرمناک تھا ۴ ستمبر کی شام کو ہی رات کے سناٹوں میں پکڑے ہوئے مسلمان بچوں اور بوڑھوں کا جلوس امرتسر کے بازاروں میں نکالا گیا۔ مضحکہ خیز تو بہن آمیز نعروں اور طنزیہ جملوں سے بے یار و مددگار قیدیوں کے دلوں پر چھریاں چلائی گئیں، خوشی میں دیوانے جن سنگھ کے کارکن لوگوں میں مٹھائی بانٹتے پھرتے تھے۔ خوش خوش، لوگوں کی ٹولیاں دہلی کے بازاروں میں لاہور پر قبضہ کی من گھڑت خبریں لوگوں کو سنا کر خوش ہو رہی تھیں۔ یہ خبر بھی گرم تھی کہ پنچات پولیس کے ایک سینئر افسر مسٹر اشونبی کمار کو لاہور کا ناظم بھی مقرر کر دیا گیا ہے۔“

۴ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پارلیمنٹ کا اجلاس شروع ہونے سے پہلے یہ توقعات کی جا رہی تھیں کہ بھارتی وزیر دفاع لاہور پر حملہ کے متعلق کوئی فیصلہ کن بیان



دیں گے۔ لیکن بہت سوں کو یہ جان کر مایوسی ہوئی کہ وزیر دفاع تو ایوان میں موجود ہی نہیں، تاہم، بھارتی اخبار نویس یہ خوشخبری سنا رہے تھے کہ وزیر دفاع لاہور ڈیپو سے ہی اعلان کریں گے یہاں تک کہ ایک مشہور بھارتی اخبار نویس نے بمبئی کے ایک ہفت روزہ اخبار میں لکھا "جس وقت یہ سطور شائع ہوں گی، ہمارے وہ افسران جو اپنے ڈنر سوٹ ساٹھ لے گئے ہیں لاہور کے فلیٹی ہوٹل میں ناچ رہے ہوں گے۔" وزیر دفاع نے تو لاہور کے جم خانہ کلب کے لئے دعوت نامے بھی جاری کر دیئے تھے۔ اور اخبارات نے خاص نمبر شائع کرنے کے اہتمام کر رکھے تھے اللہ جل شانہ! اپنے ناچیز بندوں کے عزو ز تکبر کو خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔

۸ ستمبر ۱۹۶۵ء کو دہلی میں خوش گپیوں اور ٹھٹھوں کا طوفان عظیم گیا جن سنگھ کے جو غنڈے لاہور لوٹنے کے لئے پیدل، ٹانگوں، ساکیوں، سکوتروں، کاروں اور ٹرکوں پر سوار لاہور کی سمت بڑھ رہے تھے۔ پاک فضائیہ کے شہبازوں کو دیکھتے ہی واپس لوٹے، افراتفری میں پورس کے ہاتھیوں کی طرح اپنے ہی ساتھیوں کو کچلنے لگے، ساماں سے بھر پے ہوئے ٹرکوں کو دیکھنے کی بجائے جب بھارتی دیویوں نے لاشوں کے ٹرک دیکھے تو پھر "ہائے ہائے شیرا" شروع ہو گیا اور امرتسر سے چلتی ہوئی "ہائے شیرا" اور "سینہ کو بی" کی آواز دہلی میں بھی سنی گئی۔ عام بھارتی بھی لیڈروں کے جھوٹ کو سمجھ گئے۔ اگرچہ وہ لوگ لاہور سے دور تھے۔ لیکن ان کو یہ احساس ہو گیا کہ بھارتی جارحیت کے ساتھ کچھ غیر معمولی حادثہ ہوا ہے دہلی کی گلیوں میں افراتفری کا عالم پیدا ہو گیا اور بھری ہوئی گاڑیاں موٹریں دہلی کی طرف دوڑنے لگیں۔

جن سنگھ رضا کاروں اور اسی قسم کے دیگر تمام جماعتوں نے اعلانات شروع کر دیئے کہ پاکستان نے دہلی اور اس کے گرد و نواح میں چھاتہ بردار اتارنے

ہیں ایسے اعلانات کے نتیجے کے طور پر بھارت نے مسلمان باشندوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا، انہیں نامعلوم مقامات پر لے جایا جانا اور طرح طرح کی ایذاؤں سے کران سے یہ کہلوانے کی کوششیں کی جاتیں کہ وہ پاکستانی چھاتہ بردار ہیں جب بھارتی سوداؤں کو کچھ ہاتھ نہ آتا تو مایوسی کے عالم میں وہ ظلم کی رسی کو اور کس دیتے، ایسی خبریں پھیلتی رہیں کہ فلاں جگہ ایک بار برداری کا جہاز گرایا سے لیکن بعد میں پتہ چلا کہ بھارتی فوج نے پریشانی کے عالم میں اپنے ہی جہاز کو مار گرایا تھا ہر شخص پر چھاتہ برداری یا جاسوسی کا الزام لگانے کا مقصد صرف اس قدر تھا کہ بھارتی مسلمانوں کو جتنا پریشان کیا جا سکتا ہے کیا جائے۔ ایک پاکستانی نامہ نگار نے اپنی روداد اس طرح لکھی ہے۔

"جب میں اس صبح ۸ ستمبر، دہلی میں چکر لگانے کی خاطر گیا تو مجھ پر صاف ظاہر ہو گیا کہ آزادی کے ساتھ گھومنے کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ ایک ذیل قسم کی پکڑ دھکڑ کا بازار گرم تھا۔ سب سے زیادہ مجھے جس بات کا خوف تھا وہ یہ تھا کہ پاکستانی نامہ نگاروں کو بھی کہیں دہلی سے نکلنے کے احکامات جاری نہ ہو جائیں اور ان کو پاکستان نہ بھیج دیا جائے۔ تاہم خطرے کا احساس کر کے میں ایک اور پاکستانی اخبار "جنگ" کے نامہ نگار کو بعد میں گرفتار کر لیا گیا تھا، کے گھر گیا تاکہ اس سے مل کر بدلے ہوئے حالات میں کام کرنے کے متعلق بات چیت کی جاسکے ہم دونوں نے فیصلہ کیا کہ ہم پہلے کمیشن کے پاس جائیں اور وہاں سرکردہ آفیسروں سے بات کریں۔ لیکن آفیسر بھی اس وقت تک کچھ بتانے کی پوزیشن میں نہ تھے۔ تاہم انہوں نے یہ ضرور کہا کہ اگر ہمیں خطرہ کا احساس ہو تو ہم کمیشن کی عمارت میں منتقل ہو جائیں، ہمیں پتہ چلا کہ پہلے ہی میں پاکستانی نامہ نگار وہاں جا چکے تھے چنانچہ ہم نے بھی وہاں جانے کا فیصلہ کر لیا۔

جنگ کے نامہ نگار کے ہمراہ میں اس کے گھر گیا اور اُسے چند ضروری چیزوں کے  
 سنبھالنے میں مدد کی تقریباً چار بجے ہوں گے۔ جب میں اپنے گھر اس خیال سے پہنچا  
 کہ میں بھی اپنی ضروری اشیاء سنبھال لوں، لیکن گھر جا کر معلوم ہوا کہ میرا نوکر غائب  
 ہے۔ میں نے اس کا انتظار کرنا مناسب سمجھا، لیکن اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی بجی تو  
 ہائی کمیشن کے دفتر سے ایک پاکستانی نامہ نگار نے کہا کہ میں فی الفور اپنا مکان  
 چھوڑ دوں اور میں نے ایسا ہی کیا۔ ایک اچھی کھیس کے سوا میرے پاس اور کوئی سامان  
 نہ تھا۔ میں نے ٹیکسی والے کو بھی اپنی منزل کا پتہ نہیں بتایا۔ تاہم ٹیکسی والا حالات پر  
 تبصرہ کرتا رہا۔ اور وہ اس بات پر بڑا خوش تھا کہ اس نے کئی پاکستانیوں کو گرفتار  
 کر لیا ہے۔ مجھے راستہ سینکڑوں میل لمبا محسوس ہو رہا تھا۔

”اچانک اس نے ٹیکسی کو سڑک کے ایک طرف روکا مجھے احساس ہوا کہ بس  
 اب یہ مجھے یا تو پولیس کے حوالے کر دے گا یا جن سنگھیوں کے۔ لیکن وہ صرف پانی پی  
 کر واپس آگیا آخر ہم مشن کی بلڈنگ کے قریب پہنچے تو میں نے اسے عمارت کی طرف  
 اشارہ کرتے ہوئے ٹھوٹے کو کہا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے میرے سر سے سینکڑوں  
 من بوجھ اتر گیا ہے۔ اس وقت ٹیکسی والے کی مایوسی دیکھنے کے قابل تھی۔ شاید اسے  
 افسوس ہو رہا تھا کہ پانی چھانہ برداروں کے پکڑنے کے سلسلے میں بھارتی سرکار  
 کی طرف سے ملنے والا پانچ صد روپیہ اس نے کھو دیا ہے!“

ہائی کمیشن کے دفتر پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ جنگ کے نامہ نگار کو عین اس وقت  
 گرفتار کیا گیا جبکہ میں اس کے گھر سے نکلا ہی تھا۔ میں نے اپنے فلیٹ پر ٹیلیفون  
 کیا تو ایک نسوانی آواز نے ”ہیلو کیا۔ یہ میری مالک مکان تھی اور وہ اس بات  
 پر خوش تھی کہ میں صرف پانچ منٹ کے فرق سے بھارتی پولیس کے ہاتھوں  
 بچ نکلا ہوں لیکن اسے میرے گھر کی تلاشی اور لوٹ کے علاوہ میرے ملازم کے

گرفتار ہونے پر افسوس بھی تھا۔

اگرچہ ان واقعات سے اور اس کے بعد پاکستانی سفارت خانے میں پیش آنے والے حالات سے پاکستانی لوگوں کی بے بسی کی تصویر بھی سامنے آتی ہے کس طرح انہیں کھانے کو کچھ نہ دیا جاتا رہا اور معصوم بچے دودھ کی چند بوتلوں کو ترستے رہے۔ لیکن اس سے بھارت کی ان پریشانیوں کا اندازہ بھی ضرور ہوتا ہے جس کے باعث وہ حتیٰ و باطل اور نیک و بد میں تمیز کرنے کے قابل بھی نہ رہا تھا۔

سترہ روزہ جنگ کے خاتمہ کے ساتھ دہلی کے مصائب ختم نہیں ہو جانے دہلی کی حالت زار کا اندازہ تو ہر وقت ہو سکتا ہے۔ اپنوں سے بیرونی مہمساہوں سے ناراضگی اور عیا پر عدم اعتماد اور اسی قسم کی کسی بیماریاں دہلی سرکار کو لاحق ہیں۔ ان کا مختصر ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

## قحط

بھارت نے بے شک کشمیر کے دریاؤں کے رخ موڑے، کشمیر پہ جا رہا ہے قبضہ کر کے کئی جھیلوں اور چشموں کا روپ چھینا۔ بھا کر طہ ننگل ڈیم جیسا بند تعمیر کیا لیکن اس کے باوجود بھارت کے اکثر اضلاع میں قحط کی صورت ہمیشہ پائی جاتی ہے۔ گذشتہ کئی برس سے تو بہار، اوڑیسہ اور بنگال کے علاوہ شمالی دکن میں بھوک سے مرنے والوں نے حکومت سے ٹکر بھی لی ہے۔ لیکن اس کے باوجود خوراک کا مسئلہ سنگین ہے۔ سنگین تر ہوتا جا رہا ہے یہاں تک کہ لوگوں نے اپنے بچے بیچنے بھی شروع کر دیئے ہیں تاکہ وہ ان کو بھوک سے بلکتا نہ دیکھیں اور خود پیٹ بھر کر کھا سکیں۔

## آبادی

فقط میں دیگر وجوہات کے علاوہ وہاں کی بڑھتی آبادی کا ہاتھ بھی ہے اگرچہ پاکستان کو بھی آبادی کا مسئلہ درپیش ہے۔ لیکن بھارت میں آبادی کا اضافہ آبادی کے لحاظ سے ہی ہوگا۔ گرم مرطوب آب و ہوا کے علاقوں میں ویسے بھی شرح پیدائش زیادہ ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کے محکمہ کے باوجود آبادی کا بڑھتا ہوا رجحان حکومت کے لئے ایک لائیکل مسئلہ ہو گیا ہے۔ بعض علاقوں میں کم سنی کی شادی کا رواج ہے۔ اور اکثر ایسی خبریں ملتی رہتی ہیں کہ تیس برس کی عورت دادی بن گئی ہے اور تیرہ برس کی لڑکی نے دو جڑواں بچوں کو جنم دیا ہے۔

## زر مبادلہ

بھارت میں کافی کارخانے اور فیکٹریاں موجود ہیں ان کا مال اگرچہ باہر بھی بھیجا جاتا ہے۔ لیکن کوالٹی کے پیش نظر ان کی مانگ زیادہ نہیں اس کے برعکس بھارت کے ترقیاتی منصوبوں اور دفاع کے ساز و سامان کے لئے بھارت کو کثیر زر مبادلہ کی ضرورت ہے۔ بیرونی تجارتی منڈیاں بھارت کا اتنا مال نہیں خریدیں جس سے بھارت کو زر مبادلہ کی کمی محسوس نہ ہو۔ چنانچہ اپنی مجبوری کے پیش نظر ہی بھارت کو اپنے روپے کی قیمت ایک تہائی کم کرنی پڑی ہے اب ایک پونڈ میں کھلی مارکیٹ میں اکیس بھارتی روپے ملا کریں گے۔ ظاہر ہے کہ زر مبادلہ حاصل کرنے کے لئے اب بھارت کو زیادہ نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ اور اس کا اعتراف بھارتی لیڈر کرتے ہیں۔

## مذہبی خلفشار

بھارت میں بے شمار اقوام اور بے شمار مذاہب رائج ہیں۔ ہر سہرا اقتدار پارٹی یعنی کانگریس اگرچہ لاندہ بیت کا دم بھرتی ہے۔ لیکن مہاسجھانی ذہنیت بار بار آشکار ہو کر رہتی ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ ہندو ازم دوسرے مذاہب کو برداشت کرنے کی وسعت نہیں رکھتا۔ اس لئے ہر طبقہ خواہ وہ مسلم ہے بدھ ہے۔ جین ہے یا عیسائی۔ اندرونی طور پر بھارت کی سرکار سے شاکی ہے اور بھارتی حکومت اچھی طرح جانتی ہے کہ شدھی کی تحریک کے باوجود وہ لوگوں کو ان کے آبائی مذاہب سے گمراہ نہیں کر سکی اور ہر شخص کے دل میں بھارتی سامراج کے خلاف عزم و غصہ ہے۔ اس کا آل کیا ہوگا یہ تاریخ ہی بتا سکے گی۔

## غیر جانبداری

بھارتی حکومت جہاں داخلی امور میں لاندہی حکومت کا پرچار کرتی ہے وہاں خارجی سیاست میں غیر جانبداری کا دعویٰ بھی کرتی ہے۔ اس غیر جانبداری کا پول بھی سترہ روزہ جنگ میں کافی کھلا جبکہ بھارتی وزراء کشکول ہاتھ میں لیکر تعاون کی بھیک مانگنے مختلف ممالک کو گئے۔ اس سے قبل بھی خفیہ معاہدوں کے انکشاف سے غیر جانبداری کا بھانڈ پھوٹ گیا تھا۔ یہ دعویٰ بہر حال آج بھی قائم ہے اور بھارت امریکہ اور روس جیسی حکومتوں میں کسی ایک کو اپنانے کے لئے دونوں سے امداد طلب کر رہا ہے دیکھئے وہ کس کسوتی پر بھارت کو پرکھتے ہیں۔ دہلی سرکار اس کشمکش میں بھی مبتلا ہے کہ وہ لاندہ بیت کا جامہ کیسے اتارے اور غیر جانبداری کے لیبل کو اتار کر کس ملک کی شراب سے اپنی ذہنی

## دفاع

بھارت کو ہر اس ملک سے خطرہ ہے جو حق و انصاف کی آواز کی حمایت کرتا ہے اور بھارت کو اپنے دست استبداد روکنے کے لئے کہتا ہے ایسے ممالک میں سے سر فہرست ممالک پاکستان اور چین ہیں امریکی اور روسی اسلحہ دونوں ممالک کے خلاف بھارت استعمال کر چکا ہے۔ اور اب پھر نئے سرے سے اکٹھا کرنے کی تگ و دو میں مشغول ہے۔ اس سلسلہ میں ایک تو بھارت اپنا نصف سے زائد بجٹ خرچ کر رہا ہے۔ دوسرے در دہ پر لاکھ پھیلائے "ادارہ" "ادارہ" پکا رہا ہے۔ حالانکہ اسے کسی سے بھی کوئی خطرہ نہیں سوائے اپنے جاہلانہ اندازہ فکر کے سوائے اپنے ذہنی ہیولوں کے اور سوائے اپنی شامت اعمال کے۔

## اندرونی بغاوتیں

اپنے ارد گرد دفاع کے جو حصار بھارت تعمیر کرنے میں مشغول ہے اس سے ان کی اندرونی سیاست پہ خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔ ملک کے ہر گوشہ میں بے اطمینانی کی لہر رواں دواں ذہنوں میں انقلاب لاد رہی ہے کیرالا جاگ اٹھا ہے مدھیہ پردیش میں نسلی زندگی حرکت کر رہی ہے۔ ناگاہ قبائل کے آزادانہ اقدامات نے بھارت کے مہا سبھائی ذہن کو جھنجھلا کے رکھ دیا ہے۔ تیز و قبائل بھی آوازِ حق بلند کرنے پر اتر آئے ہیں۔ کشمیری حریت پسندوں نے تو تاریخ کے لب و رخسار پہ شہیدوں کے خون کی سرخی اور لالی سجاد دی ہے۔ حق کہنے والی سرواد منگل سنگھ کی آواز اگر سنت فتح سنگھ کے حلق میں اٹک گئی تھی تو اب پھر سے پنجابی صوبہ

کے وعدہ پر تو بلند ہوئی ہے۔ قدم قدم پر فریب دینے والی مہاشہ سرکار سکھوں سے بھی بہرہ و آزما ہے۔ اس کھینچا تانی میں وقار کی رسی کے دھاگے ایک ایک کر کے ٹوٹ رہے ہیں۔

## کشمیر!

ان ساری دباؤں میں اگر اخلاقی طور پر کہا جائے تو کشمیری خواتین کی آہوں کا دھواں، کشمیری مظلوم بچوں کی چیخ و پکار اور کشمیری بوڑھوں کی گھٹی گھٹی سانسیں شامل ہیں اور کشمیر کا بچہ بچہ ایک تیغ برہمنہ بنا بھارت کے سر پر لٹک رہا ہے برف پوش وادیوں میں سرگوشیاں کرنے والی ہوا میں جہاں بڑی صاف اور سرد ہوتی ہیں۔ وہاں بھارت کے میدانوں کی طرف بڑھتے ہوئے ان میں ظلم و ستم کی آندھیاں بھی مل جاتی ہیں۔ اور پھر وہ ہر بھارتی جارح کے حلق میں ایک بھانس بن جاتی ہیں۔ ان سارے تنازعات کی جڑوں میں کشمیر کے چناروں کی آگ بھری ہے۔ کبھی یہ دبی رہتی ہے۔ کبھی سلگنے لگتی ہے۔ اس الاؤ کو ٹھنڈا کرنے کا واحد حل کشمیری عوام کو حتیٰ خود ارا دیت دینا ہی ہے۔ اگر بھارت اپنی میں نہ مالوں کی رٹ چھوڑ کر کشمیر کا مسئلہ حل کرے تو پھر بھارت کے اور کئی مسائل بھی خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔

پاکستان نے ہر ممکن وقت میں بھارت کے نیک جذبات کو اپیل کی ہے لیکن بھارت نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ پاکستان بھارت کے مسئلہ خوراک کو حل کرنے میں اس کی مدد کر سکتا ہے۔ دفاع کے سلسلہ میں اس کا معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ تجارتی مراسم بڑھا کر بھارت کے کام آ سکتا ہے۔ اپنے کردار و عمل سے دیگر ممالک سے بھارت کی اٹھی ہوئی تاروں کو سلجھا



سکتا ہے اور دہلی کے در و دیوار پر چھائی ہوئی تاریکیوں میں کئی دسیے جلا سکتا۔  
 ہے۔ جب تک بھارت یہ نہ سوچے گا۔ تب تک دہلی کی تو کیا بھارت کی حالت  
 زار میں بھی کوئی فرق نہیں آئے گا۔

---

مہارت کا شکر



سوئے ہوئے شیر کو جگانے والی مثل اگرچہ مکمل طور پر ہم پر صادق نہیں آتی کیونکہ ہم یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ ہم خراب خرگوش کے مزے لے رہے تھے اور دشمن اپنی من مانی کارروائیوں میں مصروف تھا۔ اس کے برعکس ہم بھارت کی جارحیت کا بہ نظر غائر مطالعہ کر رہے تھے۔ اور اقوام عالم میں بھارت کے جارحانہ عزائم کا بھانڈا پھوڑ چکے تھے۔ لیکن اس لحاظ سے ہم پر یہ مثل درست آتی ہے کہ رات کے اندھیروں میں بین الاقوامی سرحدوں کو توڑ کر دوسرے ملک میں گھس آنے کی خواہش کی ہمیں بھارت کی لاندھی حکومت سے بالکل توقع نہ تھی۔ دن کچھ کے معاہدہ کے بعد ہماری افواج اپنی اپنی چھاؤنیوں میں واپس چلی گئیں تھیں۔ یہ خیال ہرگز نہیں تھا کہ امریکہ جیسا صلیف ہمیں دھوکہ دے کر بھارت کو آلہ کار بنا کر پاکستان کی سرزمین پر ایک بھرپور حملہ کرادے گا۔

سامراجی طاقتوں نے ہمیشہ ہی اسلام سے ٹکر لینے کی کوشش میں منہ کی کھائی ہے یہ جنگ جس کا آغاز بھارت نے کیا دراصل سامراج گٹھ جوڑ کا ایک روپ تھا لیکن اس جارحیت سے بھی ہمیشہ کی طرح بھارت نے گھائے کا سودا کیا ہے اور اس سودے میں پاکستان کو جو نفع ہوا ہے اور آئندہ ہوتا رہے گا۔ اس کیلئے ہم بھارت کے شکرگزار ہیں۔ اقوام عالم میں اپنے منہ میاں مٹھونے والے بھارت نے جو کالک اپنی پیشانی پر ملی ہے اس کی موجودگی میں ہمارے اسلوب اور

کردار کی چاندنی اور نکھر آئی ہے۔ اگر بھارت ایسی حماقت نہ کرتا تو ممکن ہے ہم دھوکے میں رہتے اور بھارت چین کا نام لے لے کر امریکہ اور روس سے سامان جنگ خریدتا جاتا یا امداد کے طور پر قبول کرتا رہتا اور ستمبر ۶۵ء کی بجائے کسی اور وقت پر اسی اسٹح اور سامراجی تعاون کے سہارے ہماری سرحدوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا آخر ہم اس نیک ہمسائے کا شکر یہ کیوں ادا نہ کریں کہ اس نے ہمیں یہ سبق سکھا دیا ہے بلکہ ذہن نشین کرادیا ہے کہ جنگ ہو یا امن بھارت پاکستان کا دوست نہیں ہو سکتا۔ ہندو لیڈروں نے گاندھی جی اور ٹیل سمیت ایسے ایسے بیانات دیئے تھے جس سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ پاکستان کا قیام دو قوں کی ذہنی تفریق کا نتیجہ ہے اور وہ وقت آئے گا جب بھارت اور پاکستان پھر ایک ہو جائیں گے۔ ماضی قریب میں مشترکہ دفاع کا ایک شوشہ بھی چھوڑا گیا تھا۔ جانے یہ خیال کس ذہن کی پیداوار تھا۔ لیکن ستمبر ۶۵ء کی بھارتی جارحیت نے ایسے تمام امکانات کو یکسر ختم کر کے ہمیں اپنے وسائل پر بھروسہ کرنے، اپنی چنگاریوں سے الاؤ دہکانے اور اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہونے کا جو سبق دیا ہے اس کیلئے بھی ہم بھارت کے شکر گزار ہیں۔

موجودہ مادہ پرست دور میں جبکہ کئی اسلامی ممالک بھی مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگے جا چکے ہیں پاکستان میں مغربی تہذیب نے اپنے بہت سے اثرات چھوڑے ہیں۔ نشست و برخاست سے لے کر لباس تک ہمارے کئی روپ مغربی انداز فکر کے تابع ہیں۔ ہمارے ہاں کے علمائے دین اس حالت سے سخت خائف تھے۔ محرابوں کے نیچے اور ممبروں کے اوپر کھڑے ہو کر وہ ہر وقت موجودہ نسل کی بے راہ روی اور لادینیت پر فتوے صادر کرتے تھے۔

بادی النظر میں ان کے نزدیک روحانیت دم توڑ چکی تھی اور ان کے اقوال کے مطابق اسلام چند لوگوں تک ہی محدود رہ گیا تھا۔ مغربی تعلیم سے آراستہ لوگوں اور آئمہ دین کے درمیان ایک گہری خلیج پیدا ہوتی جا رہی تھی لیکن آناً فاناً ٹھونسنی جانے والی جنگ نے نہ صرف اس خلیج کو پر کیا ہے بلکہ ذہنوں میں پھیلے ہوئے جالوں کو بھی اتار کر رکھ دیا ہے۔ دونوں طبقوں سے تعلق رکھنے والوں کو سمجھ آگئی ہے کہ ان کا مسلمان ہونا ہی بھارت کے لئے اور بھارت کے حواریوں کے لئے ایک تکلیف دہ امر ہے اور ان کی سالمیت کا راز ایک ہی دینِ فطرت پر اعتقاد رکھنے میں پوشیدہ ہے۔ ان کے جداگانہ انداز کے باوجود ان کی اولین اور اعلیٰ قدر مشترک سے جہاں واٹر صی منڈھے اور انگریزی لباس پہننے والے طبقہ نے سرفروشی کی نئی مثالیں قائم کی ہیں وہاں مذہبی بزرگوں نے بھی وطن کی خاطر، قوم کی خاطر اور مذہب کی خاطر پورے سینے تان کر گولیاں کھائی ہیں۔ کیا ہم بھارت کے مشکور نہیں کہ اس نے ہمارے باہم تفرقات کو مٹانے کا ایک موقعہ باہم پہنچایا ہے۔

قرونِ اولیٰ کی وہ داستانیں جن میں مجاہدینِ اسلام لڑی ٹھپوٹی زدہ ہیں اور تلواریں لے کر لڑتے تھے۔ تیل نعدا میں ہونے کے باوجود کفار کے عظیم لشکروں سے ٹکر اجاتے تھے۔ مسجدوں میں سر کٹوانے تھے اور بارگاہِ ایزدی سے ان پر رجموں کا نزول ہوتا تھا۔ اس دور میں قصہ لائے پارینہ بن چکی تھیں اور اکثر مادہ پرست لوگ اور غیر مذاہب سے تعلق رکھنے والے ان پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ مسلمان صرف شہادت پانے کی خاطر اللہ اور اس کے رسول کی خاطر، حتیٰ کی خاطر اور مظلوموں کی حمایت میں کس طرح چمکتے ہوئے کے سلابوں سے ٹکر اجاتا تھا کیسے ایک بکاوتنہا مسلمان کو یقین ہوتا تھا

کہ حور و غلمان اسے جنت کے اندر لے جانے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ ایسے تمام لوگوں کے منہ پڑنا لے لگ گئے جب اپنے سے چھگنا بڑی طاقت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو پاکستان کے نوجوانوں نے روک دیا بلکہ سپا کر دیا وہ قرآنی آیات کے مطابق سپہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے اور کشمیر کی برف پوش چوٹیوں سے لے کر راجستھان کے پتتے ہوئے صحراؤں میں ایسی لازوال کہانیوں کو جنم دیا کہ مادہ پرست ملکوں کے دہریے بھی کہہ اٹھے کہ پاکستان کیا ہے؟ اس کے

نوجوان کیسے ہیں۔؟ اس کی افواج کیسی ہے؟ کئی سال سے مصروف کار ہمارے وزارتِ خارجہ کے اراکین جو مشہرت اور مقبولیت پاکستان کو نہیں بخش سکتے تھے۔ وہ بھارت کی چھڑی ہوئی اس جنگ نے بخش دی اور دنیا پاکستانی افواج کے کارنامے پڑھ پڑھ کر انگشت بندان رہ گئی کیا ہمیں بھارت کا شکر گزار نہیں ہونا چاہیے کہ اس کی جارحیت نے جہاں پاکستان کو دنیا کے کونے کونے میں روشناس کرایا وہاں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی بہادری کی داستانوں پر مہر تصدیق بھی ثبت کی۔

ہمارے لیڈر کئی دفعہ اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ ستمبر ۶۵ء کی جنگِ پاکستانی افواج کے علم و یقین کے ساتھ ساتھ عوام کی دعاؤں سے بھی جیتی گئی ہے اس میں شک کی قطعی گنجائش نہیں۔ بوڑھے بزرگوں نے مسجدوں میں دعائیں مانگیں کہ ان کا پاکستان سالم رہے اور پاکستان کے نوجوان دشمن کا قلع قمع کر کے رکھ دیں جو ان مردوں نے دن رات بھاگ دوڑ کر افواجِ پاکستان کی سپلائی لائن برقرار رکھنے کی سعی کی۔ نوجوان بہنوں نے دن رات کپڑے سیٹے سو بیٹربنے فوجی بھائیوں کے لئے تحفے اکٹھے کیے بچوں نے اپنی بچپنیں قوم کے دفاع میں لگا دیں۔ غرض ساری قوم نے

ایک ایسے اخلاق اور کردار کا مظاہرہ کیا جس کے مناظر سے آنکھوں میں فرط عقیدت سے آنسو آجاتے ہیں۔ ایشیا و محبت کی ان داستانوں کو اکٹھا کیا جائے تو ایک دفتر درکار ہے ہر شخص کے بس میں جو کچھ تھا اس نے وہ کیا جان و مال اور اولاد تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا تاہم عظیم مرحوم نے تو قوم مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا تھا لیکن تب بھی کچھ جماعتیں اپنے جداگانہ منشور کے تحت اپنے مفاد کے لئے کام کرتی رہیں لیکن اس جنگی محاذ پر کوئی سیاسی جماعت نہ تھی یہاں پاکستانی قوم تھی اور اس کا پاکستان تھا۔ یہ یک جہتی، یہ اتحاد، یہ اخوت، یہ ایشیا، یہ عزم و یقین اور یہ لازوال جذبہ جہاد جنگ نے پیدا کیا۔ جنگ بھارت نے چھڑی تھی اور اس لحاظ سے بھارت نے ہمیں یہ محسوس کرنے کا۔ بلکہ یہ دیکھنے کا موقع دیا کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں اور وقت پڑنے پر تمام مسلمان من حیث القوم اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ان زندہ معجزوں سے اسلام کی عظمتوں پر ہر ایک کو یقین آگیا ہے۔

اس بھارتی چار حیت کے عزائم کبھی بھی نیک نہیں تھے اور نہ ہی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس نے پاکستان کو جو بصیرت بخشی ہے اس لحاظ سے ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ ایک نعمت ثابت ہوئی ہے۔ دوست اور دشمن کی پہچان آڑے وقتوں میں ہی ہوتی ہے ہمیں اس جنگ کے دوران ہی پتہ چلا ہے کہ عالمی سیاست کی بساط پر کس قسم کا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ کون ہمارا دوست ہے اور کون دشمن اور کون منافق۔ دشمن سے منافق زیادہ ضرر رساں ہوتا ہے اور ہمیں ان کو پہچان کر خاصی کامیابی ہوئی ہے اور اس بات سے تو ہمارا سر فخر سے اوسنچا ہو گیا ہے کہ پورے عالم اسلام کے دل ہمارے ساتھ ساتھ دھڑکتے ہیں اور ہمارے دوستوں نے ہر ملا ہمارا کی اعانت

کے لئے ماتھے بڑھا ہے۔ بھارت کو تسلیم کرنا پڑا ہے کہ اس کے دستوں نے اس کی جارحیت کی حمایت نہیں کی جس سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ سیاسی اغراض کے تحت جھکے ہوئے سر کبھی کبھی انسانیت پر ظلم ہوتا دیکھ کر تن بھی جلتے ہیں اور ابھی دنیا میں روحانیت موجود ہے۔

بھارت تیرا شکر یہ کہ تیری تیرگی سے ہمیں اُجھالے کا واضح شعور ہوا۔ اجتماعی قربانیوں کے علاوہ انفرادی طور پر ایتار کے ایسے نظارے ان گناہ گار آنکھوں نے دیکھے ہیں۔ کہ ایمان تازہ ہو جاتا ہے ماؤں نے اپنے شہید جگر گوشوں کی لاشوں پر آنسو بہانے کی بجائے دست دعا دراز کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بچوں کو شہادت کا رتبہ دیا بچوں نے اپنے باپ کی لاش پر کھڑے ہو کر خود شہادت پانے کا عہد کیا ہے اور ان کے ننھے ننھے دل باپ سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ جانے کے باوجود طمانیت سے لبریز ہیں۔ بہنوں نے سر میں راکھ ڈالنے کی بجائے شہید بھائیوں کی میتوں پر برستے ہوئے لوزر کو دیکھا اور سر ڈھانپ لئے۔ باپ مسکرائے ہیں و لوافل پڑھے ہیں۔ اور اللہ سے عہد کیا کہ اگر ضرورت پڑی تو وہ دوسرے بچوں کو بھی اسی طرح قربان کر دیں گے۔ اور خود شہیدوں نے فرض اور ایمان کے جلو میں جام شہادت ایسے ایسے حالات میں نوش کیا ہے کہ ان کے عظمت کے سکے دشمن کے دلوں پر بھی بیٹھ گئے ہیں۔

بھارت نے ہمیں موقع بہم پہنچایا کہ ہم اپنے آپ کو پہچانیں۔ اپنے آپ کو پہچان لینے والا احادیث نبوی کے مطابق خدا کو پہچان لیتا ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ۔ ہم نے اپنے آپ کو پہچانا ہے اپنے آپ کو پالیا ہے۔ گناہی بولنی اقداروں پر روشنی اور لوزر پھیل گیا



ہے۔ ہمدی اسی شناخت کی بنا پر دنیا نے بھی ہمیں پہچان لیا ہے۔ ہمارے کشمیری بھائیوں کو یقین آگیا ہے کہ ہم ان کے لئے اپنا خون بھی بہا سکتے ہیں۔ وطن کی مقدس سرزمین یہ جان گئی ہے کہ اس کے سپوت اس کا دفاع کر سکتے ہیں۔ اے بھارت تیرا شکر یہ کہ تو نے جارحیت کا ارتکاب کر کے ہمیں بال و پر بختے ہیں۔ ہمیں خود اعتمادی کی دولت لوٹاٹی ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ تو پھر ایسی ہی جارحیت کا ارتکاب کرے اور فرزند ان اسلام تیرے قلب میں سنبھلائی پرچم گاڑیں اور واہگہ سے لے کر ہلوآڑہ تک اور سما لیبہ کی چوٹیوں سے لے کر اس کمار کی تک پاکستان ہی پاکستان بن جائے۔ اور اے بھارت تیری ریشہ دوانیوں کا خاتمہ ہو۔ تیری لادینیت جو دراصل ٹیلریت اور فسٹاٹیٹ ہے ختم ہو۔ اور انسانیت سراٹھا کے چل سکے برصغیر میں انسان سر بلند ہو۔ اسلام کا بول بالا ہو۔ محبت کی روشنی ہو۔

تاشقند کا اعلان

اعلانِ تاشقند کو حزبِ اقتدار نے رغوذ باللہ صلحِ حدیبیہ سے مماثل کرنے کی کوشش کی اور حزبِ اختلاف نے اسے قطعی طور پر ملک و ملت کے مفادات کے منافی قرار دیا۔ دونوں فریق انتہا تک پہنچ گئے حالانکہ اعلانِ تاشقند عالمی رائے عامہ کے احترام کے پیش نظر پاکستان کی ایک ایسی ہی کوشش تھی۔ جیسی اس نے اقوامِ متحدہ کی ہر قرارداد کا احترام کرتے ہوئے پرامن حل کے لئے کی تھیں یہ جارحیت کے سامنے جھک جانا نہیں تھا بلکہ ہزاروں بیگناہ پاکستانیوں کو جو رات کے اندھیروں میں بھارتی نرغہ میں آگئے تھے کے لئے دستِ شفقت دراز کرنا تھا۔ سنگدل دشمن کے پنجوں میں چھننے ہوئے نرم اور کدلی بچوں کی خوشیاں لوٹانا تھا۔ ہلاکت ہے اس کے اندر پر جوش اور جذباتی اسالوں کے لئے کچھ پشیمانی کا عنصر بھی ہو لیکن ٹھنڈے اور ٹھٹھے ہوئے جذبات زندگی کی صحیح اقدار کو پہچانتے ہیں اور اس اعلان کو سمجھنے کے لئے بھی گہرے اور سچتہ جذبات کی ضرورت ہے۔

ذیل کے ضمیموں کے مطالعہ سے اعلانِ تاشقند کے متعلق آپ کو کچھ اندازہ ہو سکے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ وزیر خارجہ مرٹھ بھٹو کے اعلان کے

مطابق کہ بھارت آٹھ دفعہ اس معاہدہ کی خلاف ورزیاں کر چکا ہے۔ اب  
خلاف ورزیاں کرنا اس کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔

## ضمیمہ (ا)

۱۰ جنوری ۱۹۶۶ء کے اعلان تاشقند کا متن

ہرگاہ، بھارت کے وزیر اعظم اور صدر پاکستان تاشقند میں باہمی ملاقات  
اور بھارت کے درمیان موجودہ تعلقات پر گفتگو کرنے کے بعد اپنے اس  
عزم صمیم کا اعلان کرتے ہیں کہ دونوں ملکوں کے درمیان پُر امن تعلقات  
قائم کئے جائیں اور دونوں ملکوں کے عوام کے مابین باہمی مفاہمت اور دوستانہ  
تعلقات کو فروغ دیا جائے۔ دونوں ملکوں کے سربراہان مقاصد کے حصول  
کو بھارت اور پاکستان کے ساتھ کر ڈر عوام کی فلاح بہبود کے لئے  
بے حد اہم سمجھتے ہیں۔

۱

بھارت کے وزیر اعظم اور صدر پاکستان اس امر پر متفق ہیں کہ دونوں  
فریق اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق بھارت اور پاکستان کے مابین اچھے  
اور دوستانہ تعلقات کے قیام کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے وہ منشور  
کے تحت اپنی اس ذمہ داری کی توثیق کرتے ہیں کہ طاقت کا استعمال نہیں  
کریں گے اور اپنے جھگڑے پُر امن ذرائع سے طے کریں گے۔

دونوں کا یہ خیال ہے کہ اس علاقے خصوصاً برصغیر پاک و بھارت میں  
امن کا مفاد اور حقیقت بھارت اور پاکستان کے عوام کا مفاد دونوں

ملکوں کے درمیان کشیدگی جاری رہنے سے پورا نہیں ہوتا۔ اس منظر میں جموں و کشمیر کے مسئلہ پر بحث ہوئی اور دونوں فریقوں نے اپنے دعوے پیش کئے۔

۲

بھارت کے وزیر اعظم اور صدر پاکستان اس امر پر متفق ہو گئے ہیں کہ دونوں ملکوں کی تمام مسلح اقواج ۲۵ فروری ۶۶ تک ان مقامات پر واپس چلی جائیں جہاں وہ ۵ اگست ۶۵ سے پہلے موجود تھیں اور دونوں فریق جنگ بندی لائن پر فائر بندی کی شرائط پوری کریں۔

۳

وزیر اعظم بھارت اور صدر پاکستان اس امر پر متفق ہو گئے ہیں کہ بھارت اور پاکستان کے تعلقات ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کے اصول پر قائم ہوں گے۔

۴

وزیر اعظم بھارت اور صدر پاکستان اس امر پر متفق ہو گئے ہیں کہ دونوں فریق ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈے کی حوصلہ شکنی کریں گے اور ایسے پروپیگنڈے کی حوصلہ افزائی کریں گے جس سے دونوں ملکوں کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم کرنے میں مدد ملے۔

۵

وزیر اعظم بھارت اور صدر پاکستان اس امر پر متفق ہو گئے ہیں کہ بھارت کے ہائی کمشنر اپنے عہدوں پر واپس چلے جائیں گے اور دونوں ملکوں کے سفارتی مشن حسب معمول کام کرنے لگیں گے۔ سفارتی تعلقات کے سلسلہ میں دونوں حکومتیں ۱۹۶۰ء کے ویانا کنونشن کی پابندی کریں گی۔

وزیراعظم بھارت اور صدر پاکستان اس امر پر متفق ہو گئے ہیں کہ بھارت اور پاکستان کے مابین اقتصادی اور تجارتی تعلقات موصلات اور ثقافتی تبادلوں کو بحال کرنے کے لئے مناسب کارروائیوں پر غور کیا جائے اور بھارت اور پاکستان کے مابین موجودہ معاہدوں پر عملدرآمد کے لئے مناسب قدم اٹھائے جائیں۔

بھارت کے وزیراعظم اور صدر پاکستان اس امر پر متفق ہو گئے ہیں کہ اپنے ملکوں کے متعلقہ حکام کو جنگی قیدیوں کے تبادلے کے لئے احکام جاری کئے جائیں۔

بھارت کے وزیراعظم اور صدر پاکستان اس امر پر متفق ہو گئے ہیں کہ دونوں فریق مہاجرین کے مسئلوں اور غیر قانونی طور پر داخل ہونے والوں کے اخراج سے تعلق رکھنے والے سوالات پر بات چیت جاری رکھیں گے۔ انہوں نے اس امر پر بھی رضامندی ظاہر کی ہے کہ حالیہ تضادم کے سلسلے میں جو اثاثے اور املاک ضبط کی گئی ہیں، ان کی واپسی کے لئے بات چیت کی جائے۔

بھارت کے وزیراعظم اور صدر پاکستان اس امر پر متفق ہو گئے ہیں کہ ان امور پر جن کا براہ راست تعلق دونوں ملکوں سے ہوگا۔ اعلیٰ اور دوسری سطحوں پر مذاکرات اور ملاقاتیں جاری رہیں گی۔ دونوں ملکوں نے ایک مشترکہ پاک بھارتی ادارہ قائم کرنے کی ضرورت کو تسلیم کیا جو اپنی حکومتوں کو مزید اقدامات

کافی حد کرنے کے لئے رپورٹ پیش کرے گا۔

بھارت کے وزیر اعظم اور صدر پاکستان نے سوویت یونین کے لیڈروں  
 سویت حکومت اور ذاتی طور پر سوویت یونین کی مجلس وزراء کے چیئرمین کا  
 ولی شکر یہ ادا کیا ہے جن کی حقیقی دوستانہ کوششوں سے حالیہ ملاقات ہو  
 سکی جن کے نتائج دونوں فریقوں کے لئے اطمینان بخش ثابت ہوئے انہوں  
 نے ازبکستان کی حکومت اور اس کے دوست عوام کے پر جوش استقبال  
 اور فیاضانہ مہمان نوازی کا بھی پر خلوص شکر یہ ادا کیا۔  
 انہوں نے سوویت یونین کی مجلس وزراء کے چیئرمین کو بھی اعلان کی  
 گواہی کے لئے مدعو کیا۔

محمد ایوب خان  
 صدر پاکستان

لال بہادر شاستری  
 وزیر اعظم بھارت

## ضمیمہ ۲

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی ۱۲ ستمبر ۱۹۴۵ء کی قرارداد کا متن

سلامتی کونسل نے سیکرٹری جنرل کی ۳۰ ستمبر ۱۹۴۵ء کی رپورٹ کا معائنہ کیا ، بھارت اور پاکستان کے نمائندوں کے بیانات سننے اور کشمیر میں جنگ بندی لائن پر یگڑتی ہوئی صورت حال پر اپنی نشوونما کی بنا پر۔

۱۔ بھارت اور پاکستان کی حکومتوں سے چاہتی ہے کہ وہ فوری طور پر فائر بندی کے لئے راست قدم اٹھائیں۔

۲۔ دونوں حکومتوں سے چاہتی ہے کہ جنگ بندی لائن کا احترام کریں اور دونوں فریق تمام مسلح جمیعت کو جنگ بندی لائن کی اپنی سمت واپس بلا لیں۔

۳۔ دونوں حکومتوں سے چاہتی ہے کہ وہ بھارت اور پاکستان میں اقوام متحدہ کے فوجی مشاہدین کی جماعت سے اس کے اصل کام یعنی فائر بندی کے نفاذ کی نگرانی میں پورا تعاون کریں۔

۴۔ سلامتی کونسل سیکرٹری جنرل سے درخواست کرتی ہے کہ وہ اس قرارداد پر عملدرآمد کے بارے میں تین دن کے اندر کونسل کو رپورٹ پیش کریں۔



## ضمیمہ ۳

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی ۶ ستمبر ۱۹۴۵ء کی قرارداد کا متن سلامتی کونسل نے سیکریٹری جنرل کی اس رپورٹ کا معائنہ کیا جو انہوں نے کونسل کی نائبرندی کی ۴ ستمبر کی قرارداد کے بعد سے کشمیر کی تازہ صورت حال پر پیش کی ہے اور جو دستاویز مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۴۵ء میں موجود ہے۔

کونسل کو اس بات پر گہری تشویش ہے کہ جنگ کے پھیلاؤ نے صورتحال کی شدت کو بہت زیادہ بڑھا دیا ہے اور

۱۔ کونسل فریقین سے چاہتی ہے کہ وہ تصادم کے پورے علاقہ میں جنگ فوراً بند کر دیں اور بلا تاخیر اپنی تمام مسلح جمیعت کو ان مقامات پر واپس لے جائیں جہاں وہ ۵ اگست ۱۹۴۵ء سے پہلے موجود تھیں

۲۔ کونسل سیکریٹری جنرل سے درخواست کرتی ہے کہ وہ اس قرارداد اور ۴ ستمبر ۱۹۴۵ء کی قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہر ممکن قدم اٹھائیں اور بھارت اور پاکستان میں اقوام متحدہ کے فوجی مشاہدین کی جماعت کو مستحکم بنانے کے لئے تمام ممکنہ اقدام عمل میں لائیں اور کونسل کو ان قراردادوں کے عملدرآمد اور علاقہ کی صورت حال کے بارے میں مسلسل اور بلا توقف اطلاع دیتے رہیں۔

۳۔ کونسل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ اس مسئلے کو فوری طور سے اور متواتر اپنے مشاہدے میں رکھے گی تاکہ یہ طے کر سکے کہ علاقہ میں امن اور سلامتی قائم کرنے کے لئے کس قسم کے مزید اقدامات ضروری ہوں گے۔

## ضمیمہ ۲

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی ۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء کی قرارداد کا متن

سلامتی کونسل نے سیکریٹری جنرل کی اس رپورٹ کا معائنہ کیا جو بھارت اور پاکستان کی حکومتوں سے مشورہ کرنے کے بعد دی گئی۔

سلامتی کونسل سیکریٹری جنرل کی سپیم کوششوں کی تعریف کرتی ہے جو انہوں نے سلامتی کونسل کی ۴ ستمبر اور ۵ ستمبر کی قراردادوں کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے سلسلہ میں کی ہیں۔

سلامتی کونسل نے بھارت اور پاکستان کے نمائندوں کے بیانات سے فریقین کے اختلافی جوابات کو بھی دیکھا جو فائر بندی کی اپیل کے سلسلہ میں دیئے گئے اور سیکریٹری جنرل کی رپورٹ (S/4483) میں مذکور ہیں، لیکن کونسل کو اس بات پر تشویش ہے کہ ابھی تک فائر بندی نہیں ہوئی ہے۔

کونسل کو یقین ہے کہ دونوں ملکوں کے مابین کشمیر کی اور دوسرے متعلقہ مسئلوں کے بارے میں بڑے بڑے اختلافات کے پُر امن تصفیہ کے لئے پہلے قدم کے طور پر جنگ کا جلد رکنا ضروری ہے۔

۱۔ کونسل مطالبہ کرتی ہے کہ ۲۲ ستمبر ۱۹۶۵ء کو بدھ کے دن گرہ پنج وقت کے مطابق صبح سات بجکر پانچ منٹ سے فائر بندی ہو جانا چاہیے اور دونوں حکومتوں سے چاہتی ہے کہ وہ اس لمحہ فائر بندی کے لئے حکم صادر کر دیں اور بعد کو تمام فوجیں ان مقامات پر واپس چلی جائیں جہاں وہ

۵۔ ستمبر ۱۹۶۵ء سے پہلے موجود تھیں۔

۲۔ کونسل سیکرٹری جنرل سے درخواست کرتی ہے کہ وہ فائڈ بند کی نگرانی اور تمام مسلح افواج کی واپسی میں ضروری امداد مہیا کریں۔

۳۔ کونسل تمام مملکتوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ ہر ایسے عمل سے احتراز کریں جس کی وجہ سے علاقہ کی صورت حال اور زیادہ خراب ہو جائے۔

۴۔ کونسل فیصلہ کرتی ہے کہ جیسے ہی کونسل کی ۶ ستمبر کی قرارداد نافذ کے عملی پیراگراف پر عمل ہو جائے گا تو وہ اس امر پر غور کرے گی کہ موجودہ تصادم کے پیچھے جو سیاسی مسئلہ موجود ہے اس کے حل میں مدد دینے کے لئے کیا قدم اٹھائے جاسکتے ہیں اور اس اثنا میں دونوں حکومتوں سے چاہتی ہے کہ وہ ہر پرامن طریقہ جس میں منشور کی دفعہ ۳۳ میں درج شدہ ذرائع بھی شامل ہیں اختیار کریں۔

۵۔ کونسل سیکرٹری جنرل سے درخواست کرتی ہے کہ وہ اس قرارداد کو عملی جامہ پہنانے اور ایک پرامن حل تلاش کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں اور اس بارے میں سلامتی کونسل کو اپنی رپورٹ پیش کریں۔

## ضمیمہ ۵

- ۱۔ کسی ایسے تنازعہ کے فریقین جس کے مسلسل جاری رہنے سے بین الاقوامی امن اور سلامتی کو خطرہ پیدا ہو سکتا ہے سب سے پہلے مذاکرات تحقیقاتی ثالثی مصالحت، باہمی تصفیہ اور عدالتی فیصلہ کے ذریعہ حل تلاش کریں گے۔ علاقائی ایجنسیوں یا اور وسائل یا اپنی پسند کے کسی دوسرے پُر امن طریقے سے رجوع کریں گے۔
- ۲۔ سلامتی کونسل جب ضروری سمجھے گی فریقین کو ایسے ذرائع سے اپنے جھگڑے طے کرنے کی ہدایت کرے گی۔

ان ضمیوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک پیچیدہ دستاویز ہے جس پر بڑی احتیاط سے غور کرنے اور تنازعہ کشمیر کے پس منظر نیز سلامتی کونسل کی ان قراردادوں کو ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے جو مسئلہ سے جبکہ کشمیر اقوام متحدہ میں پیش ہوا تھا اب تک منظور ہوتی رہی ہیں۔

اختصار کی خاطر دو مفروضے قائم کئے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ جموں اور کشمیر کے تنازعہ کے حقیقی واقعات کی تفصیل محتاج بیان نہیں، دوسرا یہ کہ اعلان نامہ کے پہلے کے حالات بھی اب ہر شخص کے علم میں آچکے ہیں۔

تاہم یہاں اس حقیقت کو جنادینا ضروری ہے کہ بھارت اور پاکستان کے درمیان تصادم کا آغاز ۵ اگست ۱۹۴۷ء کے نام نہاد واقعات سے نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس سے کئی ماہ پہلے ۲۸ اپریل ۱۹۴۷ء کو بھارتی وزیر اعظم

نے لوک سبھائیں ایک بیان دیتے ہوئے کہا تھا: "بھارتی افواج اپنی جنگی چال کو جس صورت سے بھی بہتر خیال کریں، خود متعین کریں گی۔ دو دن بعد ۳۱ اپریل ۱۹۵۷ء کو ہندوستان کے ایک ترجمان نے بیان دیا کہ "بھارت خود اپنی پسند کے وقت اور محاذ کا انتخاب کر کے پاکستان پر حملہ کرے گا۔"

۱۸ مئی ۱۹۵۷ء کو بھارت نے شیخ عبداللہ اور مرزا افضل بیگ کو دوبارہ گرفتار کر لیا اور نتیجے کے طور پر کشمیر میں وسیع پیمانے پر فسادات پھوٹ پڑے۔ بھارتی اور غیر ملکی نامہ نگاروں کے بیان کے مطابق ان ہنگاموں میں بہت سے آدمی ہلاک ہو گئے۔ ۱۸ مئی ۱۹۵۷ء کو جبکہ بھارت کی اس دھمکی کو پورے تین مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ اپنی پسند سے محاذ اور وقت کا انتخاب کر کے حملہ کرے گا بھارتی فوجوں نے کشمیر میں جنگ بندی لائن کو پار کر کے پاکستان کی طرف کرگل کا علاقہ میں تین چوکیوں پر زبردستی قبضہ کر لیا۔

پچھلے سولہ برس میں یہ پہلا موقع تھا کہ ایک فریق کی فوج نے دانستہ اور کھلم کھلا جنگ بندی لائن پار کی تھی۔ اس اقدام کو سجا طور پر بھارت کے ان جارحانہ ارادوں کا عملی مظاہرہ کیا گیا۔ جنہیں وہ ۱۹۵۸ء سے اپنے دل میں لئے ہوئے تھا جبکہ اس نے اقوام متحدہ کے نمائندے کی اس تجویز کو مسترد کیا کہ اس بات کا دوبارہ اقرار کیا جائے کہ جنگ بندی لائن کی سالمیت کا احترام کیا جائے گا۔ آپ کو شاید یہ بھی یاد ہو گا کہ بھارت اس سے پہلے ہی کسی ایسے عملی قدم اٹھا چکا تھا جن کا مقصد یہ تھا کہ جموں اور کشمیر کے عوام کے حق خود اختیاری کو پُر امن ذرائع سے حاصل کرنے کا ہر دروازہ بند کر دیا جائے۔ جنوری ۱۹۵۷ء میں بھارتی دستور کی دفعہ ۳۵۴ اور ۳۵۷ کو کشمیر میں نافذ کر دیا گیا۔ ان دفعات کے تحت بھارت کی حکومت کشمیر میں صدر

راج قائم کرنے اور اس عملداری کے دوران قوانین وضع کر کے انہیں کشمیر میں نافذ کرنے کا حق حاصل ہو گیا بھارت کا یہ اقدام عملی طور پر ان یقین دہانیوں تک کی نفی کرتا تھا جو بھارتی حکومت نے اس نام ہنذا الحاق کی دستاویز میں کشمیر کو دلائی تھیں جس کے تحت کشمیر کو بھارت میں شامل کیا گیا تھا۔ حالانکہ ۱۹۴۷ء سے ۶۵ء تک بھارت بار بار ان یقین دہانیوں کو دہراتا رہا تھا اور پھر کرگل کے علاقہ میں آزاد کشمیر کی چوکیوں پر جا بجا قبضہ کو ابھی چند ہی ہفتے گزرے تھے کہ یکم جولائی ۶۵ء کو بھارت کے وزیر داخلہ نے صاف لفظوں میں یہ اعلان کر دیا کہ

”حق خود اختیاری کی گفتگو کرنا بے معنی اور غیر مناسب ہے“

اور اس طرح مسلح بغاوت کے علاوہ جموں و کشمیر کے عوام کے لئے کوئی پرامن چارہ کار باقی نہیں رہ گیا تھا چنانچہ اگست ۶۵ء میں کشمیر میں عوامی بغاوت پھوٹ پڑی بغاوت جب جموں و کشمیر کے عوام کی اس کھلی بغاوت کو دبانے میں ناکام ہو گیا تو اس نے یہ بہانا تراشا کہ دراصل ریاست میں بغاوت نہیں ہوئی تھی بلکہ یہ صرف ”بیرونی افراد“ کی خفیہ شراکتی تھی۔ چنانچہ اس نے پہلے سے تیار کئے ہوئے منصوبہ کے مطابق آزاد کشمیر پر پوری شدت سے حملہ کر دیا۔

ظاہر ہے بھارتی الزامات کی حیثیت ایک پروپیگنڈے سے زیادہ نہ تھی۔ تعجب ہوتا ہے کہ ایسے ملک نے جو ۱۹۴۷ء میں سب سے پہلے مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کے سامنے لے گیا تھا اور جو کشمیر کے سلسلے میں اقوام متحدہ کے فیصلوں اور قراردادوں میں ایک فریق کی حیثیت رکھتا ہے اس بار اپنی شکایت پر غور کرنے کے لئے سلامتی کونسل کا ایک اجلاس تک بلانے کا مطالبہ نہیں کیا بھارت نے اقوام متحدہ کے ذریعے جس کے سامنے پہلے

اسی سے یہ مسئلہ موجود تھا۔ اپنی شکایت کی جا پٹ پٹ کرنا ل کرانے یا د اور سی چاہنے کے بجائے مسلح جارحیت کو اس وجہ سے ترجیح دی کہ وہ طاقت کے بل بوتے پر اپنا مفید منوانا چاہتا تھا اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ ظاہر ہے یعنی بھارت کو کسی پر امن تصفیہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس نے اس الزام کو اپنے جارحانہ ارادوں اور آزاد کشمیر پر فوجی اقدامات کے لئے بہانے کے طور پر استعمال کیا تھا۔

بھارت نے ۱۵ اگست کو اپنی فوجیں آزاد کشمیر میں داخل کر دیں اور اس طرح اس نے ایک بار پھر جنگ بندی لائن کی خلاف ورزی کی جس کے تقدس کا اس نے اقوام متحدہ میں بڑے زور و شور سے اعلان کیا تھا اور اس نے کرگل کی ان تین چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔ جنہیں اس نے اقوام متحدہ کے دباؤ ڈالنے پر اس سے پہلے خالی کر دیا تھا اور وہ بھی اس وقت جب کہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے ذاتی طور پر اس معاملے میں مداخلت کی۔ اس کے بعد سے بھارت نے جارحیت کا ایک مسلسل اور بیباکانہ سلسلہ شروع کر دیا جس کی تاریخ وار تفصیل درج ذیل ہے۔

۱- ۱۴ اگست کو بھارتی مفوضہ کشمیر کے وزیر اعلیٰ مسٹر غلام محمد صادق نے کہا کہ آزاد کشمیر پر حملہ غیر متوقع نہیں کی۔

۲- ۲۲ اگست کو بھارت کے وزیر اعظم نے دھمکی دی کہ بھارت جنگ کو پاکستانی سرحدوں تک پھیلا دے گا۔

۳- ۲۳ اگست کو بھارت کے وزیر دفاع نے لوک سبھا میں بتایا کہ بھارتی فوجیں ماضی میں جنگ بندی لائن پار کرتی رہی ہیں اور اگر ضرورت پڑی تو وہ پھر بھی کریں گی۔

۴۔ بھارت نے درحقیقت صرف دھمکی پر ہی اکتفانہ کی بلکہ ۲۲ اگست ہی کو بین الاقوامی سرحد کے پار گولہ باری شروع کر دی اور بھارتی فوج نے مغربی پاکستان میں اعوان شریف پر توپوں کے گولے پھینک کر ۲۰ ستمبر یوں کو ہلاک اور ۳۱ کو زخمی کر دیا جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔

۵۔ ۲۴ اگست کو بھارت کے وزیر دفاع نے لوک سبھا میں باقاعدہ اعلان کیا کہ کشمیر میں بھارتی فوجوں نے جنگ بندی لائن عبور کر لی ہے بھارت کے اس کھلے پلے اعتراض جارحیت پر نہ صرف لوک سبھا میں مرٹ سے تالیاں بجاٹی گئیں اور جوش میں میزیں پیٹی گئیں بلکہ بھارتی اخباروں نے اس خبر کی شدہ سرخیاں لگائیں۔

۶۔ اسی دن (۲۴ اگست کو) بھارتی فوجوں نے ٹٹوال سیکٹر میں آزاد کشمیر کی دو چوکیوں پر قبضہ کر لیا اور بعد کو وہ درہ حاجی پیر تک بڑھ گئیں۔

۷۔ ۲۸ اگست کو بھارتی حکومت کے ایک ترجمان نے سرکاری طور پر بتایا کہ ہم اس وقت صرف ایک ہی موثر قدم اٹھا سکتے ہیں اور وہ پیش قدمی ہے اور پیش قدمی ہمیں جنگ بندی لائن کے اس پار لے جا رہی ہے۔

۸۔ ۲ ستمبر کو لندن کے اخبار ٹائمز نے لکھا۔ بھارت پچھلے کسی ہفتے سے پاکستانی علاقے میں فوجی پیش قدمی کی خوشیاں منا رہا ہے۔

پاکستان دو ہفتے سے زیادہ یعنی ۱۵ سے ۱۳ اگست تک بڑے صبر سے انتظار کرتا رہا کیونکہ وہ ہمیشہ کی طرح اب بھی اقوام متحدہ کے منشور اور سلامتی کونسل کی خاص قراردادوں کے مطابق اس مسئلے کو پر امن



طور پر حل کرنے کا پابند تھا حالات کے اس سخت دباؤ کے باوجود جو ہندوستان کی طرف سے تضادم کے لئے پیدا کئے جا رہے تھے پاکستانی فوجوں نے جنگ بندی لائن کو عبور نہیں کیا حالانکہ بھارت اس پر تلا ہوا تھا۔ پاکستان تو اس حد تک محتاط رہا کہ اس نے اوری پونچھ سیکٹر میں اپنی تنہا چوکیوں کو فضائی امداد تک نہیں پہنچائی اور یہی وجہ تھی کہ بھارتی فوجوں نے بغیر کسی روک ٹوک کے چوکیوں پر حملے کر کے ان پر قابو پا لیا۔

امن کی خاطر سخت اشتعال انگیزی کے باوجود پاکستان کے محتاط رد عمل کا بھارت نے غلط مطلب نکالا اور اب اس کے جارحانہ اقدامات کا رخ پورے آزاد کشمیر کی طرف تھا۔ اب پاکستان کو اس بات کا اچھی طرح احساس ہو گیا تھا کہ بھارت نے جو اندھا دھند روش اختیار کی ہے اس سے اس کو باز رکھنے کی کوشش کرنا عبث ہے۔ دو ہفتے تک بھارت کو معقولیت کی راہ پر لانے کی بے نتیجہ کوششوں کے بعد آخر صدر ایوب نے یکم ستمبر کو اپنی نشری تقریر میں یہ اعلان کیا کہ اس جارحیت کو بے روک ٹوک جاری نہیں بننے دیا جائے گا۔ اس دن یکم ستمبر ۱۹۶۵ء کو پہلی بار آزاد کشمیر کی فوجیں پاکستانی فوجوں کی مدد سے چیمب کے علاقہ میں حرکت میں آگئیں اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ بھارت کی جانب سے مزید جارحیت کو روکا جائے۔

یہ بات معنی خیز ہے کہ جس طرح بھارت نے جنگ بندی لائن عبور کرنے میں پہل کی تھی اسی طرح اس نے جنگ کو اور بڑھانے کے لئے ہوائی طاقت کو لا جھونکنے میں بھی پہل کی تھی یہ صورت حال نازک سے نازک تر اور شدید سے شدید تر ہوتی گئی اس کے باوجود بھی جب آزاد فوجوں کی

پیش قدمی نہیں رکھی جو پاکستانی فوج کی پشت پناہی میں بڑھی تھیں تو آخر بھارت نے ۱۴ ستمبر کو بہت پہلے سے تیار کئے ہوئے منصوبے کے مطابق مغربی پاکستان کی بین الاقوامی سرحد پر تین طرف سے حملہ کر دیا۔ اس حملہ کے بارے میں لندن اکانومسٹ نے اپنی ۱۱ ستمبر کی اشاعت میں لکھا۔

”اس ہفتے جنگ شروع ہو گئی۔ جنگ کا آغاز اس وقت ہوا جب بھارتی فوجوں نے پیر ۱۴ ستمبر کو لاہور کی جانب بین الاقوامی سرحد کو پار کر لیا۔“

دوسرے ہی دن، ۱۵ ستمبر کو واشنگٹن پوسٹ نے اپنے ادارے میں اس کو ”لاہور پر انڈیا کلوار“ بتایا اور صاف طور پر اقرار کیا کہ ”جیسا کہ صدر ایوب نے دو ٹوک طور پر تسلیم کر لیا ہے، یہ واقعی جنگ ہے۔“

شکاگو ٹریبیون نے بھی اسی طرح صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے اپنے ادارے میں درج کیا کہ

”بھارت نے ہی شاستری کے حکم سے لاہور کی جانب حملے کے لئے سرحد پار کر کے جنگ کو پاکستان کے اپنے علاقے تک پھیلا دیا ہے۔“

صرف بین الاقوامی اخباروں نے ہی نہیں بلکہ عالمی مدبروں نے بھی بھارت کے اس جارحانہ حملے پر اپنے رد عمل کا شدید اور فوری طور پر اظہار کیا۔ برطانیہ کے وزیر اعظم نے ۱۴ ستمبر کو پاکستان پر بھارتی حملے کی خبر سن کر کہا۔

”میں بھارت اور پاکستان کی روز افزوں شدید جنگ پر سخت تشویش محسوس کرتا ہوں۔ خاص کر اس خبر سے کہ بھارتی فوجوں نے آج پنجاب کی بین الاقوامی سرحد کو عبور کر کے پاکستانی علاقہ پر حملہ کر دیا۔ بغیر کسی

اعلان جنگ کے بھارت کا یہ اقدام برطانوی وزیراعظم کے نزدیک کشمیر میں جنگ بندی کے لئے سلامتی کونسل کی ۲۴ ستمبر والی قرارداد کا بڑا المناک جواب تھا۔ اب جنگ جموں و کشمیر کے متنازعہ علاقے میں نہیں ہو رہی تھی۔ یہ اقوام متحدہ کے ایک ممبر رکن نے دوسرے ممبر رکن پر حملہ کیا تھا جیسا کہ ڈائٹنگ پوسٹ نے ۸ ستمبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں صاف لفظوں میں لکھا۔

”بھارت کے وحشت ناک جواب سے ظاہر ہے کہ شاید نئی دہلی کے حکام خود پاکستان کے وجود کے بارے میں اپنے ذہنی انتشار کا اظہار کر رہے ہیں جسے ابھی تک کچھ لوگوں نے تسلیم نہیں کیا ہے“ اسی سیاق و سباق میں ان بعد کے حالات کا جائزہ لینا چاہیے جو اعلانِ تاشقند تک پہنچتے ہیں۔

پاکستان کے خلاف ایک جارحانہ جنگ شروع کی گئی تھی جس کی کارروائی اور ابتداء ۱۵ اگست اور اس کے بعد کے نام ہندو واقعات سے کئی ماہ پہلے ہو چکی تھی۔ پاکستان کو ایک ایسے حریف کے چیلنج کا سامنا کرنا پڑا جو اس سے جسارت و مسائل اور ضرب و ضرب کی طاقت کے لحاظ سے کئی گنا بڑا تھا لیکن اس نے نہ صرف بھارت کی زبردست مسلح افواج کو صرف چند میل کے رقبے میں محدود رکھا بلکہ شدید جو ابی حملے بھی کئے پھر فائر بندی ہو گئی۔ اس کے بعد کے حالات کو سمجھنے کے لئے بنیادی اصول سے تعلق رکھنے والی کچھ قابلِ لحاظ باتیں ذہن میں رکھنا ہوں گی۔ مثال کے طور پر یہ ایک فرسودہ سی بات ہے لیکن اسے پورے طور پر سمجھا نہیں جاتا کہ ہر لڑائی بالآخر ختم ہو جاتی ہے۔ چاہے وہ سو برس تک لڑی جائے یا ہزار برس تک اور فوجوں کو حالتِ جنگ سے امن کی طرف لوٹنے کا مسئلہ بہر حال درپیش ہوتا ہے۔ بھارت اور پاکستان اور ان دونوں کے درمیان کشیدہ تعلقات کو جنگ کی حد تک پہنچنے میں اٹھارہ برس

لگے اور جنگ کو رکتے رکتے سترہ دن لگے۔

جنگ سے، جو ایک جذباتی صورت حال ہوتی ہے، امن تک واپس آنا جس کا تعلق فہم و ادراک سے ہوتا ہے ہمیشہ تکلیف دہ ہوا کرتا ہے، اہم بات یہ ذہن نشین کرنا ہے، قوموں کو جنگ اور امن کی حکمت عملی اپنے جائز مفادات کو آگے بڑھانے اور محفوظ رکھنے کے لئے ہی استعمال کرنا چاہیے۔ اس حکمت عملی میں اتنا لوپٹ ہونا چاہیے کہ وہ بدلے ہوئے مطالبوں کو پورا کر سکے۔

ایک اور تاریخی حقیقت کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے اور وہ یہ کہ تمام لڑائیاں فیصلہ کن نہیں ہوتیں اور جنگ سے امن کی طرف جانے کے لئے ایک غیر فیصلہ کن صورت حال اس کے مقابلہ میں کہیں زیادہ دشوار ہوتی ہے کہ جنگ میں کسی ایک فریق کو واضح طور پر فتح یا شکست ہو جائے۔ جب جنگ میں کوئی واضح فیصلہ نہیں ہوتا تو دونوں فریق ناگزیر طور پر یا تو براہ راست ورنہ کسی تیسرے فریق یا ادارے کے توسط سے میدان جنگ سے کانفرنس روم میں چلے جاتے ہیں چنانچہ ہر غیر فیصلہ کن جنگ کے بعد کوئی بھی عارضی صلح، معاہدہ یا عہد نامہ باہمی مذاکرات کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ ضروری ہے کہ تاشقند اعلان کو اسی پس منظر میں دیکھا جائے، اس میں نو دفعات ایک تمہید اور ایک اختتامیہ پیراگراف شامل ہے۔

تمہید میں کہا گیا ہے کہ دونوں فریق اپنے ملکوں کے درمیان حسب معمول تعلقات قائم کریں اور اپنے عوام کے مابین باہمی مفاہمت اور دوستانہ تعلقات کو فروغ دیں۔

پورے اعلان میں دفعہ ۱ کاٹنے کی دفعہ ہے۔ اس دفعہ کے لحاظ او مطلب کو پوری طرح سمجھ لینا چاہیے۔ اس دفعہ میں کہا گیا ہے۔

”بھارت کے ذیبرا عظیم اور پاکستان کے صدر نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ دونوں فریق اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق ان پابندیوں کی دوبارہ توثیق کی کہ وہ طاقت کا استعمال نہیں کریں گے اور اپنے جھگڑے پرامن ذرائع سے حل کریں گے۔ انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ اس علاقے میں خاص طور پر برصغیر پاک و ہند میں، امن کے مفادات اور درحقیقت بھارت اور پاکستان کے عوام کے مفادات کو دونوں ملکوں کے درمیان مسلسل کشیدگی سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا۔ اسی پس منظر میں جموں و کشمیر کے مسئلے پر بات چیت ہوئی اور دونوں فریقوں نے اپنے موقف کی وضاحت کی“

یاد رہے کہ اس دفعہ میں دوبارہ اقوام متحدہ کے منشور کا ذکر کیا گیا ہے اور پرامن تعلقات قائم کرنے کے لئے ایسے پرامن ذرائع سے جھگڑے طے کرنے خواہش پر زور دیا گیا ہے۔ اس دفعہ کے آغاز سے پہلے جو جملہ ہے۔ وہی بنیادی جملہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دونوں ملکوں کے مابین مسلسل کشیدگی سے بھارت اور پاکستان کے عوام کے مفادات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے۔ یہاں ”مسئل کشیدگی“ کے الفاظ اور اقوام متحدہ کے منشور کا ذکر دونوں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

اس دفعہ کے آخری جملے میں کہا گیا ہے کہ اس پس منظر میں جموں اور کشمیر کے مسئلے پر بات چیت کی گئی اور دونوں فریقوں نے اپنے دعوؤں کی وضاحت کی؛ جب کسی جھگڑے پر غور کیا جائے یا کسی مسئلے پر بات چیت کی جائے اور فریق اپنا دعویٰ پیش کرے تو اس سے ایک صاف اور واضح نتیجہ نکالا جاسکتا ہے یعنی وہ باہم متفق نہ ہو سکے۔ اگر فریقوں کے مابین اتفاق نہ ہو سکے تو جھگڑے کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا اور جب کوئی جھگڑا طے نہ ہو تو اس پر اقوام متحدہ

کے منشور کی روشنی میں غور کرنا چاہیے۔ ساتھ ہی ساتھ "مسئل کشیدگی" کے الفاظ بھی پیش نظر ہیں کیونکہ یہ الفاظ اقوام متحدہ کے منشور کی دفعہ ۳۳ کے پیراگراف ۱ کی یاد دہانی کرتے ہیں۔ اس پیراگراف میں کہا گیا ہے کہ کسی بھی ایسے جھگڑے کے فریقین جس کا مسلسل جاری رہنا بین الاقوامی امن کو خطرے میں ڈال سکتا ہے۔

دفعہ ۱ میں بھارت اور پاکستان کے مابین مسلسل کشیدگی کا ذکر کیا گیا ہے دونوں فریقوں نے اس مسئلہ کشیدگی کو تسلیم کیا۔ انہوں نے اس کشیدگی کو دور کرنے کی اہم ضرورت کے پس منظر میں اپنے وعدوں کو بار بار دہرایا اور پھر اس بات پر رضامند ہو گئے کہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے اقوام متحدہ کے منشور کی دفعات اور مقررہ طریق کار سے رجوع کیا جائے۔

اقوام متحدہ کے منشور کی دفعہ ۱۱ پیراگراف ۳ میں لکھا ہے۔

”تمام اراکین اپنے بین الاقوامی جھگڑے پُر امن ذرائع سے اس طرح حل کریں گے کہ بین الاقوامی امن اور انصاف کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔“

یہ ایک قانونی دفعہ ہے اور اقوام متحدہ کے منشور میں اس کے بعد کے پیراگراف ۱۱ دفعہ ۱۱ پیراگراف ۳ میں اسی بات کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

”تمام اراکین اپنے بین الاقوامی معاملات میں کسی دوسرے ملک کی علاقائی سلامتی یا سیاسی آزادی کو دھمکی دینے یا طاقت استعمال کرنے یا کسی اور ایسے طریقے سے باز رہیں گے جو اقوام متحدہ کے منشور کی غائت کے مطابق نہ ہو۔“

اس پیراگراف میں بڑی وضاحت سے اراکین کو بتایا گیا ہے کہ وہ کسی ملک کی علاقائی سلامتی یا سیاسی آزادی کو دھمکی دینے یا اس کے خلاف

طاقت استعمال کرنے سے باز رہیں گے۔ رہیں باز رہنے کے الفاظ کو ذہن میں رکھا جائے، اور جہاں کسی ملک کی علاقائی سلامتی یا سیاسی آزادی ہی متنازعہ مسئلہ بنی ہوئی ہو وہاں ظاہر ہے اس پیراگراف کے مفہوم کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

اقوام متحدہ کے منشور کی دفعہ ۳۳ میں جہاں جھگڑوں کے پرامن تصفیہ کی ہدایت کی گئی ہے اس صورت حال کی مزید وضاحت کر دی گئی ہے اس دفعہ میں کہا گیا

ہے۔  
 ”دو کسی بھی ایسے تنازعہ کے فریقین جس کے مسلسل باقی رہنے سے بین الاقوامی امن اور سلامتی کو خطرہ پیدا ہو سکتا ہو سب سے پہلے مذاکرات، تحقیقات مصالحت، باہمی تصفیہ، ثالثی اور عدالتی فیصلے کے ذریعے علاقائی ایجنسیوں باہمی سمجھوتوں یا اپنی پسند کے دوسرے پرامن طریقوں سے اس تنازعہ کا کوئی حل تلاش کریں گے“

اعلان تاشقند کے ”مسئل کشیدگی“ والے میں ”مسئل“ کے استعمال کو ان معنی اور مقصد کے اعتبار سے دیکھنا چاہئے جو اقوام متحدہ کے منشور کی دفعہ ۳۳ میں پائے جاتے ہیں، مذکورہ دفعہ کو دوبارہ اس طرح پڑھ کر دیکھئے۔

”کسی بھی ایسے تنازعہ کے فریقین بھارت اور پاکستان دونوں جموں اور کشمیر کے تنازعہ میں فریق ہیں۔ اس مسئلہ پر بات چیت کی گئی اور دونوں فریقوں نے اپنے دعوؤں کو دہرایا اور کوئی سمجھوتہ نہیں ہوا جس کے مسلسل باقی رہنے سے بین الاقوامی امن اور سلامتی کو خطرہ پیدا ہو سکتا ہو اس علاقہ میں خاص طور پر برصغیر ہندوپاک میں امن کے مفادات اور درحقیقت بھارت اور پاکستان کے

عوام کے مفادات کو دونوں ملکوں کے درمیان مسلسل کشیدگی سے کوئی فائدہ نہیں رہا ہے، سب سے پہلے مذاکرات، تحقیقات، مصالحت باہمی تصفیہ، ثالثی اور عدالتی فیصلہ کے ذریعہ علاقائی ایجنسیوں، باہمی سمجھوتوں یا اپنی پسند کے دوسرے پرامن طریقوں سے اس تنازعہ کا کوئی اصل تلاش کریں گے۔“

تاشقند اعلان کی دفعہ ۱ کو سمجھنے کے لئے اقوام متحدہ کے دستور کی دفعہ ۳۳ بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اس کے تحت کسی ایسے تنازعہ کے فریقین کو جس کے مسلسل قیام سے امن کو خطرہ ہو، سب سے پہلے پرامن ذرائع سے اس کا حل تلاش کرنا چاہیے۔ ان پرامن ذرائع کی تشریح اس طرح کی گئی ہے۔  
 ”مصالحت، سرکاری تحقیقات، باہمی تصفیہ، ثالثی، عدالتی فیصلہ، علاقائی ایجنسیوں سے رجوع کرنا یا اپنی پسند کے دوسرے پرامن طریقے اختیار کرنا“ تاشقند اعلان کی دفعہ ۱ کے پورے مفہوم کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے اعلان میں اقوام متحدہ کے منشور کے اس حوالے کو ذہن نشین رکھنا ضروری ہے۔

تاشقند میں بحث تنازعہ جموں و کشمیر پر مرکوز نہ رہی۔ بھارت چاہتا تھا کہ طاقت استعمال نہ کرنے کے بارے میں ایک معاہدہ ہو جائے۔ ایسا معاہدہ جو اقوام متحدہ کے منشور کے حوالوں کے بوجھ سے آزاد ہوں۔

بھارت جس طرح کا معاہدہ کرنا چاہتا تھا وہ ایک علیحدہ بات ہے اور اقوام متحدہ کے تحت کسی اجتماعی ذمہ داری کی توثیق بالکل مختلف چیز ہے وہ صاف ظاہر ہے اقوام متحدہ کا منشور ممبر ملکوں کو اپنی اجتماعی یا انفرادی حیثیت سے حفاظت خود اختیاری کا فطری حق عطا کرتا ہے۔

دفعہ ۵۱، تاشقند اعلان کی دفعہ ۱ تنازعات کے تصفیہ کے لئے طاقت



استعمال نہ کرنے کی اجتماعی ذمہ داری کی جو توثیق کی گئی ہے اس میں اور دو فریقوں کے مابین جنگ نہ کرنے کے معاہدے میں یہی بنیادی فرق ہے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اس حملہ میں کہ دونوں منشور کے تحت طاقت استعمال نہ کرنے کی ذمہ داری کی توثیق کرتے ہیں "رالف، لفظ "ذمہ داری" صیغہ واحد میں استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے کہ ایسی اجتماعی ذمہ داری کا ذکر ہے جو پہلے سے موجود ہے اور جس کو صرف یاد دلانا مقصود ہے۔

بھارت کا یہ اصرار کہ جموں و کشمیر کے تنازعہ کو حل کے بغیر جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر لیا جائے حقیقت پسندی سے بعید تھا ان اسباب کی پردہ پوشی نہیں کی جاسکتی جو کشیدگی، جنگ اور تباہی کا سبب بنے تھے۔ بھارت اور پاکستان کے درمیان جھگڑا ہی اس نوعیت کا ہے کہ آج کل پابریوں ان ملکوں کے عوام کو اگر امن و امان سے رہنا ہے تو حقائق کا سامنا کرنا ہی پڑے گا۔

دراصل جنگ نہ کرنے کے فرسودہ مسئلہ کے متعلق پاکستان اپنے نقطہ نظر سے تاشقند اجلاس سے بہت پہلے ہی ساری دنیا کو مطلع کر چکا تھا۔ اعلان پر دستخط ہونے سے قبل ہی غیر مبہم الفاظ میں یہ سنا دیا گیا تھا کہ پاکستان اقوام متحدہ کے منشور کے تحت ہمیشہ اپنی ذمہ داریوں کی توثیق کرنے کے لئے تیار ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی واضح کر دی تھی کہ پاکستان نے اپنے عام رویہ کے مطابق اقوام متحدہ کے منشور کے باہر کوئی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

یہ وہ پس منظر ہے جو تاشقند اعلان کی دفعہ ایک کو اپنی جگہ پر خصوصی اہمیت کا حامل بنا دیتا ہے یہ دفعہ جموں و کشمیر کے عوام کے حق خود ارادگی کے لئے پاکستان کی مستقل اور بے جھجک حمایت کا اعادہ کرتی ہے۔ ایک بھارتی نامہ نگار نے

ہفتہ وار اخبار (THOUGHT) ۲۲ جنوری کی اشاعت میں لکھا ہے۔  
 ”اگر صاف گوئی سے کام لیا جائے تو روس بھارت کے اس نظریہ  
 کو اب تسلیم نہیں کرنا کہ کشمیر کا مسئلہ ختم ہو چکا ہے اور یہ صرف ایک  
 قیاس آرائی ہی نہیں ہے“  
 اور جیسا کہ ایک اور بھارتی نامہ نگار نے ماسکو سے اطلاع دیتے ہوئے انڈین  
 ایکسپریس میں لکھا ہے۔

”اس بات کا امکان ہے کہ چند مہینے یا ایک دو سال کے اندر بھارت  
 اور پاکستان کو تنازعہ کشمیر پر بات چیت کرنے اور اسے حل کرنے  
 کے لئے سوویت یونین کے زیر اہتمام دوبارہ ملاقات کرنا ہوگی  
 اعلانِ ناشفند کا ایک منطقی نتیجہ ہوگا اور اس گمان کی بنا پر اسے نظر انداز  
 نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کہ اعلانِ ناشفند موجودہ صورت حال کو برقرار  
 رکھنے کے لئے محض ایک آلہ کار کی حیثیت رکھتا ہے“  
 سوویت یونین کے اس نئے موقف کے آثار کافی پہلے سے اقوام متحدہ  
 میں بھی نظر آنے لگے تھے۔ اس سلسلہ میں یہ بات خاصی اہمیت رکھتی ہے  
 کہ لندن کے روزنامہ ”درگر“ نے جو برطانوی کمیونسٹ پارٹی کا سرکاری ترجمان  
 ہے اپنی ۱۱ جنوری کی اشاعت کے ادارہ میں لکھا ہے۔  
 ”ناشفند میں کشمیری عوام کو کوئی نمائندگی نہیں دی گئی۔ اس فیصلے  
 کو ایسے حالات پیدا کرنا چاہئیں کہ وہ آزادی سے اپنے مستقبل کا  
 تعین کر سکیں“

بیشک سوال ضرور اٹھایا جاسکتا ہے کہ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ  
 بھارت ناشفند اعلان کی پابندی کرے گا۔ جبکہ اس سے پہلے وہ اپنے متعدد

وعدوں سے انحراف کر چکا ہے۔ بالخصوص یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسٹر جواہر لال نہرو خود بھی بھارت کے وزیر اعظم کی حیثیت سے اپنے اہم وعدے سے پھر گئے تھے جو انہوں نے نہ صرف کشمیری عوام بلکہ ساری دنیا سے ان الفاظ میں کیا تھا ”ہم ان ہنگامی حالات میں کشمیر کے عوام کی مرضی معلوم کرنے کیلئے انہیں پورا موقع مہیا کئے بغیر کوئی قطعی فیصلہ کرنا نہیں چاہتے۔ انجام کار فیصلہ ان ہی کو کرنا ہے۔ اور میں یہ بات پوری طرح واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہماری شروع ہی سے یہ پالیسی رہی ہے کہ ریاست جموں کشمیر کا کسی بھی حکومت بھارت یا پاکستان سے الحاق ایک نزاعی مسئلہ ہے اور یہ کہ الحاق کا فیصلہ ریاست کے عوام ہی کو کرنا ہے اسی پالیسی کے مطابق ہم نے کشمیر کے الحاق کی دستاویزیں ایک دفعہ کا اضافہ کیا ہے۔ کسی خود مختار ریاست کا اپنے علاقہ سے دستبردار ہونا محال نہیں ہو سکتا ہے کہ رائے شماری کے نتیجے میں کشمیر کے عوام یہ فیصلہ کریں کہ وہ بھارت کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے۔ ایسی صورت میں ہمارا یہ فرض ہوگا کہ ہم ایسے دستوری طریقے اختیار کریں جن کے تحت اس علاقہ کو الگ کیا جاسکے ہم یہ اعلان کر چکے ہیں کہ کشمیر کی قسمت کا فیصلہ بالآخر کشمیری عوام ہی کو کرنا ہے۔ ہم نے یہ وعدہ نہ صرف کشمیر کے لوگوں سے بلکہ دنیا سے کیا ہے۔ اس وعدے سے ہم انحراف نہیں کر سکتے اور نہ کریں گے۔“

اب اگر کوئی معاہدہ توڑنے ہی کا فیصلہ کرے تو جب چاہے توڑ سکتا ہے۔ لیکن کسی معاہدے کو توڑ دینا یا اس سے بے تعلق ہو جانا ایک طرف

کارروائی نہیں ہوتی اور اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ معاملہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ بھارت اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے وہ اس سے بھی واقف ہے کہ اقوام متحدہ کے منشور کے حوالے کی کیا اہمیت ہے۔ بھارت تاشقند اعلان کی دفعہ کے جملوں کی ترتیب کی اہمیت بھی سمجھتا ہے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ سوویت روس کی موجودگی میں دونوں فریقوں نے جموں و کشمیر کے مسئلہ کے علاوہ اور کسی موضوع پر گفتگو ہی نہیں کی۔ بھارت نے نہ صرف جموں و کشمیر کے جھگڑے ہی پر بات کی بلکہ اس جھگڑے کے امکانی تصفیوں کے بارے میں بھی گفتگو کی اور یہ ان سات دنوں کے کھٹن مذاکرات ہی کا نتیجہ ہے کہ تاشقند اعلان کی دفعہ ۱۱ ان الفاظ کی حامل ہے کہ دونوں ملکوں کے مابین مسلسل کشیدگی سے ہندی پاکستانی عوام کے مفادات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ اور یہ کہ اس پس منظر میں جموں و کشمیر کے مسئلہ پر بات چیت ہوئی اور پس منظر یہ ہے کہ اس تنازعہ کو جو مسلسل کشیدگی کا سبب بنا ہوا ہے بہر حال طے ہونا چاہیے۔

چنانچہ یہ تھی۔ اعلان تاشقند کی افتتاحی عبارت۔

آئیے اب ہم دفعہ ۱۱ کا جائزہ لیں جس میں کہا گیا ہے وزیراعظم بھارت اور صدر پاکستان اس امر پر متفق ہو گئے ہیں کہ دونوں ملکوں کے تمام مسلح افراد ۲۵ فروری ۱۹۶۶ تک ان مقامات پر واپس چلے جائیں جہاں وہ ۵ اگست ۱۹۶۵ء سے پہلے تھے اور دونوں فریق فائر بندی لائن پر فائر بندی کی شرائط پوری کریں۔

جنگ بندی لائن اور مسلح افراد اس دفعہ کے دو اہم فقرے ہیں یہ مسئلہ بڑا متنازعہ فیہ رہا ہے کہ مسلح افراد کی اصطلاح سے کیا مراد ہے اس ضمن میں سلامتی کونسل اس بات پر غور کر رہی تھی کہ مجاہدین کشمیر میں داخل ہوئے

یا نہیں قرار داد کی اس دفعہ نہیں جس میں اس صورت حال کا ذکر کیا گیا ہے بے قاعدہ افواج اور مسلح افراد کی واپسی اور ان کے مسلسل باہر رہنے کا حوالہ دیا گیا ہے یہاں بے قاعدہ افواج اور مسلح افراد کے فقرے استعمال ہوئے ہیں۔ ان فقروں کو ARMED PERSONNEL سے ممیز کرنا ہوگا۔ اس کا مطلب ان لوگوں سے ہے جو ڈیفنس سروسز کے کنٹرول میں ہیں۔ اس فقرہ کا اطلاق مجاہدین پر نہیں ہوتا۔ انہیں یہ حق حاصل ہے کہ وہ جہاں چاہیں رہیں۔

اس دفعہ کے تحت جنگ بندی لائن کو ایک عارضی انتظام کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں کہ جنگ بندی لائن کے اطراف کیا واقعات رونما ہوں گے۔ اس کے تحت دونوں فریق جنگ بندی لائن پر فائر بندی کی شرائط پوری کریں گے اقوام متحدہ کے ممبروں نے فائر بندی کی شرائط مقرر کر دی ہیں۔ فائر بندی لائن کے دونوں طرف کیا ہو رہا ہے اس کا مذکورہ دفعہ سے کوئی تعلق نہیں اور درحقیقت یہ باتیں اس دفعہ کے دائرہ عمل سے بالکل باہر ہیں اور اسی طرح جیسا کہ سلامتی کونسل کی ۶۱۹ء کی قرارداد کا مدعا تھا۔ مسلح افراد کی اصطلاح کا اطلاق دوسرے لوگوں پر نہیں ہوتا۔

تاشقند اعلان کی دفعہ ۳ میں کہا گیا ہے۔  
 ”وزیر اعظم بھارت اور پاکستان کے صدر اس امر پر متفق ہو گئے ہیں کہ بھارت اور پاکستان کے تعلقات ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کے اصول پر قائم ہوں گے۔“  
 اس دفعہ کو دفعہ ۱ کے سیاق و سباق میں پڑھنا چاہئے جس میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ دونوں فریقوں نے جموں کشمیر کے مسئلہ پر اپنے اپنے دعوے پیش کئے۔“

یہ بات بالکل صاف ہے کہ اس تنازعہ کو پوری گفت و شنید میں ایک بنیادی حیثیت حاصل تھی اور اس تنازعہ کی موجودگی اور اسے حاصل کرنے کی ضرورت کا دفعہ ۱ میں پوری طرح اظہار ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ اقوام متحدہ کے منشور کے سلسلے میں وضاحت کی گئی ہے۔ طاقیت کے استعمال سے احترام کرنے کا اطلاق صرف خود مختار ریاستوں اور علاقوں پر ہوتا ہے۔ نہ کہ متنازعہ علاقوں پر۔ اسی طرح مذکورہ دفعہ میں "ایک دوسرے کے داخلی امور" کا فقرہ جموں و کشمیر کے سلسلے میں پاکستان کے موقف پر بالکل اثر انداز نہیں ہوتا۔ بلکہ دراصل وہ اس موقف کا تحفظ کرتا ہے دفعہ ۱ کا تعلق جموں و کشمیر کے متنازعہ علاقے سے ہے اور اسی دفعہ میں یہ بات بہت واضح طریقہ پر بتا دی گئی ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ دونوں ملکوں کے داخلی امور سے مراد ایسے معاملات سے ہے جو جموں و کشمیر کے تنازعہ کے علاوہ ہیں۔ بھیلاد و ملکوں کے درمیان کوئی تنازعہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا داخلی معاملہ کس طرح بن سکتا ہے۔

اٹارنڈنڈ سلان کی دفعہ ۱ میں کہا گیا ہے۔

وزیر اعظم بھارت اور صدر پاکستان اس امر پر متفق ہو گئے ہیں کہ دونوں فریق ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈے کی ہوسلہ شکنی کریں گے اور ایسے پروپیگنڈے کی ہوسلہ افزائی کریں گے جس سے دونوں ملکوں کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم کرنے میں مدد ملے۔

یہ دفعہ اور اس کے علاوہ دوسری دفعات بھی دفعہ ۱ کی روشنی میں واضح ہو جاتی ہیں۔ ان کا مقصد ایک ایسی بنیاد استوار کرنا ہے جس پر عمومی تعلقات قائم ہو سکیں۔ ان کا مقصد یہ اندازہ کرنا بھی ہے کہ آیا دونوں

ملک جموں و کشمیر کے تنازعہ پر کسی مفاہمت اور تصفیہ پر پہنچ سکتے ہیں یا نہیں۔  
 دفعہ ۵ سفارتی تعلقات کی بحالی اور دفعہ ۶ اقتصادی، تجارتی اور  
 دوسرے تعلقات کی بحالی سے متعلق ہے۔ ان تمام شرائط کو حکماً نافذ نہیں  
 کیا گیا ہے بلکہ اختیار کی ہیں یہ ایسے معاملات ہیں کہ صورت حال کی رفتار  
 کے پیش نظر ان کا وقتاً فوقتاً جائزہ لینا ہوگا لیکن دفعہ ۶ ایک حیثیت سے  
 خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ اس دفعہ کے تحت بھارت اور پاکستان  
 کے درمیان موجودہ معاہدوں کی تکمیل کے لئے مختلف ذرائع اختیار کرنے  
 کے لئے کہا گیا ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان کسی بہت اہم معاہدے  
 ہوئے تھے جنہیں ماضی میں بھارت نے پورے طور پر عملی جامہ نہیں پہنایا  
 یہ تمام معاہدے اسی دفعہ کے تحت آتے ہیں۔

دفعہ ۷ قیدیوں کے تبادلے اور دفعہ ۸ مہاجرین اور ان لوگوں سے  
 متعلق ہے جنہیں زبردستی اپنے گھروں سے نکال دیا گیا ہے۔ یہاں ایک  
 اہم نکتہ یہ ہے کہ دونوں ملک اس امر پر متفق ہو گئے ہیں کہ اس قسم کے  
 حالات پیدا کئے جائیں گے۔ جن سے لوگوں کی اپنے وطن سے بیدخلی رک  
 جائے گی۔ اس دفعہ کا اطلاق جموں و کشمیر مشرقی پاکستان کے اطراف  
 بھارتی ریاستوں کے رہنے والے ان افراد پر ہوتا ہے جنہیں مجبوراً اپنا وطن  
 چھوڑنا پڑا ہے۔ اس دفعہ میں نئی وسعت سے کہ اس میں شہری آزادیوں  
 کی بحالی اور امن و سلامتی کی فضا پیدا کرنا بھی شامل ہے جس کی وجہ سے  
 لوگوں کی بیدخلی رک جائے گی۔

تاشقند معاہدہ کی دفعہ ۹ میں جو آخری دفعہ ہے ایک طرح پاکستان  
 کے ساتھ جو کوئی تسلیم کر لیا گیا ہے کہ کوئی ایسا ذریعہ اختیار کیا جائے جس

سے دونوں ملکوں کے درمیان تنازعہ معاملات کے تصفیے پر توجہ کی جاتی رہے اس سلسلہ میں پاکستان نے ایک خود کار نظام کی تجویز پیش کی تھی۔ اعلان میں اس کا ذکر نہیں اگرچہ ایک ایسا انتظام مہیا کر دیا گیا ہے جو دونوں ملکوں سے براہ راست تعلق رکھنے والے مسائل کو حل کر سکتے اور نظام ہر سے کہ دونوں ملکوں کے بڑے جموں و کشمیر کے تنازعہ سے زیادہ اہم اور براہ راست تعلق رکھنے والا مسئلہ اور کون سا ہو سکتا ہے۔ اس انتظام کے مطابق دونوں فریق اسے ترمین اور دوسری سطح پر بات چیت کریں گے۔ دونوں فریقوں نے اس ضرورت کو تسلیم کر لیا ہے کہ ایک ایسی مشترک مجلس بنائی جائے جو دونوں حکومتوں کو اگلے اقدامات کی بابت فیصلہ کرنے کے سلسلے میں رپورٹ پیش کرے گی۔ اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تا شعند اعلان ایک مثبت ذہنیت کی دستاویز ہے۔ یہ بذات خود کوئی منزل تو نہیں، لیکن ایک اہم اقدام آغاز ضرور تھا اور پاکستان نے اس کا خاطر خواہ احترام کیا ہے۔



# خدا، رسول اور جنگ



جنگ قانونِ قدرت ہے۔ اس سے کسی صورت بھی مفر نہیں۔ فضاؤں میں پانیوں میں اور خشکی پر ہر وقت جنگ جاری ہے۔ انسان تو انسان جانور بھی اپنی بقا کے لئے لڑتے ہیں۔ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگلتی ہے اور طاقتور درندے کمزور و ناتواں جانور پر اپنے دانت جمانے ہیں۔ انسانوں میں بھی جب کسی قوم یا ملک کے اندر حیوانیت کا مادہ زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ کمزور اقوام اور ممالک پر چڑھائی کرتے ہیں۔ اور اگر قدرت ان کا ساتھ نہ دے تو مظلوموں کے ہاتھوں ہی پست جاتے ہیں اور زگرفاںچ ہوں تو اپنی حیوانیت کی تسکین کی خاطر سب کچھ گزرتے ہیں۔

اسلام بھی جنگ کو ناگزیر سمجھتا ہے۔ لیکن اسلام کی جنگ اور دوسروں کی جنگ میں کافی فرق ہے۔ اسلام حق کی حمایت میں کمزور کی مدد میں اور مظلوم فریاد پر انصاف اور متوازن معاشرہ کے لئے اور صرف خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جنگ کی اجازت دیتا ہے خود پیغمبر خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جنگوں میں حصہ لیا۔ ان میں سے کوئی جنگ بھی ایسی نہ تھی جس میں حرص و ہوا کا جذبہ شامل ہو۔ آپ کی ساری زندگی دنیا بھر کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اسی طرح جنگ میں آپ کی شمولیت سے بھی ایک ایسا اخلاقی ضابطہ مرتب ہوتا ہے جس کی وضاحت جا بجا قرآن پاک اور احادیث نبوی سے

ہوتی ہے۔

حضور نے جنگ سے پہلے فرزند ان توحید کو ہمیشہ اخلاقی برتاؤ کا درس دیا اور آپ کے فرمودات پر ہمیشہ عمل ہوا۔ انہوں نے زنجیوں۔ قیدیوں سے جس قسم کا سلوک کیا۔ بین الاقوامی قوانین اور معاہدہ جینوا اسی کا پر تو ہے۔ فاسخ ہونے کی حیثیت سے فتح مکہ کے موقع پر آپ نے جس فراخ دلی کا ثبوت دیا وہ آج تک بے مثل ہے اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً فرزند ان اسلام کی رہنمائی کے لئے وحی نازل کی اور اہل ایمان نے ہر موقع پر ان آیات قدسی سے روشنی حاصل کی۔ آج بھی کفر اور باطل کی اس جنگ میں جسے جنگ ستمبر ۱۹۴۵ء کہا جاتا ہے۔ ہمارے مسلمان مجاہدین نے اسی روشنی و انوار کے منبع سے اپلوں کو منور کیا اور نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی سے ہمکنار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے کفر و اسلام کی جنگوں کے متعلق فرمایا ہے۔

- ۱۔ ایمان داروں کو جہاد کی ترغیب دو۔ عنقریب اللہ تعالیٰ کافروں کی بلغارہ کو روک دے گا اور خدا کی ہیبت سب سے زیادہ ہے پے س آیت
- ۲۔ اہل ایمان اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں شیطان کے دوستوں کے خلاف جہاد کرو۔ بے شک شیطانوں کی کوششیں ہمیشہ کمزور ہوتی ہیں پے رکوع ۱۰ آیت ۶۷
- ۳۔ جو جارحیت کا شکار ہوں ان کو لڑائی کی اجازت ہے۔ کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

پے رکوع آیت ۳۹

- ۴۔ دل چھوڑنا نہ کرو۔ نہ ہی ملال دل پہ لاؤ۔ اگر تم اہل ایمان سے ہونو تمہیں فتح ہوگی۔ پے۔ س۔ آیت ۱۳۹

- ۵۔ دشمن کا پچھا کرنے میں کمزوری نہ دکھاؤ۔ اگر تمہیں نقصان پہنچا ہے تو اسے

بھی تمہاری طرح نقصان پہنچے گا۔ تمہاری امیدیں تو اللہ سے وابستہ ہیں اور ان کی نہیں، بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے (پہ۔ س ۱۱ آیت ۱۱)۔  
 ۶۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ شہادت پاتے ہیں یا فتح ہم نے ان کے لئے بڑا انعام رکھا ہے۔ (پہ۔ س ۱۱ آیت ۱۱)۔  
 ۷۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ تحقیق اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

(پہ س آیت ۱۱)

۸۔ اللہ کی راہ میں ان کے خلاف لڑو جو تمہارے خلاف لڑتے ہیں۔ لیکن کسی پر زیادتی نہ کرو۔ اللہ زیادتی کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔

(سورہ البقرہ آیت ۱۹۰)

۹۔ اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو کوئی تمہیں مغلوب نہیں کر سکتا۔ اگر اللہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہارا مددگار ہو۔ ایمان والوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔ (پہ۔ س ۱۱ آیت ۱۱)۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ جو اس کی راہ میں اس طرح قطار باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ (پہ۔ س ۱۱)

۱۱۔ اے ایمان والو! جب تمہیں کسی کافر (فوج سے لڑنے کا اتفاق ہو تو اپنے قدم جمائے رکھو اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتے رہو تاکہ تم کامیاب رہو۔ (پہ۔ س ۱۱ آیت ۱۱)

۱۲۔ جب تم کافروں سے بھڑو تو ان کی گردنیں مار دو یا انہیں زخموں سے چور کر لو، تو ان کو قیدی بنا لو۔ اس کے بعد یا تو احسان کرنے کے چھوڑ دو یا معاوضہ لے کر یہاں تک کہ دشمن لڑائی کے ہتھیار ڈال دیں (پہ۔

۱۳۔ جو شخص راہِ خدا میں مارا جائے شہادت پائے یا غالب آجائے یقیناً ہم

اُسے بہت بڑا ثواب عنایت فرمائیں گے۔ رپ، س، آیت ۱۵۴  
 ۱۴۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو بالضرور اللہ تعالیٰ  
 کی رحمت اور مغفرت ان چیزوں سے بہتر ہے جن کو یہ لوگ جمع کر رہے  
 ہیں۔ مگر تم مر گئے یا مارے گئے تو بالضرور اللہ تعالیٰ کے پاس ہی اکٹھے  
 کئے جاؤ گے۔ (رپ۔ سورہ۔ آیت ۱)

۱۵۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا  
 اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی امداد کی۔ یہی لوگ سچے پرہیزگار  
 ہیں اور انہی کے لئے مغفرت اور باعزت روزی ہے (رپ)  
 قرآن حکیم میں ایسی بے شمار آیات ہیں جن میں بشارتیں اور وعدے  
 ہیں جو اللہ اپنے بندوں سے کرتا ہے جو اس راہ میں اس کی خاطر باطل کے  
 خلاف اور حق کی حمایت میں تلوار اٹھاتے ہیں۔ ان فرامین کی روشنی میں مسلمان  
 کی منزل شہادت زیادہ پر کیف بن جاتی ہے

قرآن حکیم کے ان فرمودات کے بعد ہمارے پاس اسوۂ حسنہ ہے  
 حضورؐ کی ساری زندگی ہے جو سہرا پا عمل تھی۔ رشد و ہدایت کا منبع تھی۔  
 جن صحابہ کو آپ کی خدمت میں حاضر رہنے کی سعادت نصیب ہوئی  
 ان کی زبانی آپ کی حیات مبارک میں آپ کی زبان سے جن مسائل پر روشنی  
 ڈالی گئی جن کا حل پیش کیا گیا وہ سب ہم تک پہنچے ہیں۔ جنگ بھی ان میں سے  
 ایک ہے جنگ کے سلسلہ میں بہت سی احادیث مبارکہ موجود ہیں جن سے  
 جنگ یا جہاد کے متعلق حضورؐ کے خیالات کا پتہ چلتا ہے۔ نمونہ کی چند احادیث  
 ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ابی عقیل کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راہ خدا میں

جس کے پاؤں گرد آلود ہوئے خدا نے دوزخ اس پر حرام کی

۲- روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راہ خدا میں دارالسلام کی سرحد پر چوکیداری کرنا تمام دنیا کی آرائش سے بہتر ہے اور بہشت میں تمہارے کوڑے رکھنے کا مکان تمام دنیا کی آرائش سے بہتر ہے اور جہاد میں اول روز یا آخر روز بندہ کا کوشش کرنا تمام دنیا اور اس کی آرائش سے بہتر ہے۔

۳- حضرت عثمانؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن پہرہ دنیا ہزار دنوں اور مقاموں سے بہتر ہے۔

۴- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے تو قیامت کے روز اسی حالت میں آئے گا۔ خون اس کے زخم سے جاری ہوگا اور اس کی بڑکستوری کی سی ہوگی۔

۵- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے اندر سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے تیار کیا ہے۔

۶- نیز فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان دیا اس نے جہاد کے برابر ساقی حاصل کیا اور جس نے مجاہدین کے پیچھے اس کے گھر بار کو خبر گیری کی تو اس نے بھی جہاد کیا۔

۷- فرمایا کہ پندرہ سال سے کم عمر والے کو فوج میں نہ لے، نہ اس شخص کو فوج میں لے جو اول کو جہاد سے باز رکھے۔

۸- فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن رات پہرہ دیا تو سے ایک ماہ روزوں اور نماز کا ثواب ہوا اور جو پہرہ دینے کی

حالت میں مَر گیا اس کے لئے اسی قدر ثواب جاری رہے گا۔ اور اس کا رزق بھی جاری اور وہ فتنہ ڈالنے والے فساد سے بچ گیا۔

۹۔ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں میں کون بہتر ہے؟ فرمایا کہ جان اور مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے اور اس نے کہا پھر کون؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہ ایماندار آدمی جو پہاڑوں کی گھاٹیوں میں رہتا ہو اور اس سے کسی کو نقصان نہ پہنچے۔

۱۰۔ زید بن خالد سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانے کے لئے غازی کی تیاری کرانی اس نے خود جہاد کیا اور جو کوئی اس کے گھر والوں کی حفاظت نگہبانی اور بھلائی کے لئے پیچھے رہ گیا تو وہ بھی غازی ہوا۔

۱۱۔ کسی شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بعض آدمی و مال غنیمت بعض شہرت کی خاطر لڑتے ہیں۔ پس ان میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کون لڑتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے لڑتا ہے۔ پس وہ اس کی راہ میں لڑتا ہے۔

۱۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس کو بہت پسند کرتا ہوں کہ خدا کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر مارا جاؤں۔

۱۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مرا۔ جہاد نہ کیا اور جہاد کا خیال بھی کبھی دل میں نہ لایا تو اس کی موت ایک قسم کے نفاق پر ہوئی۔

۱۴۔ حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نہ تو جہاد کیا نہ جہاد کرنے والوں کا سامان درست کیا اور نہ مجاہدین کے اہل و عیال کی خبر گیری کی اس کو قیامت سے پہلے خداوند تعالیٰ کسی سخت مصیبت میں مبتلا کرے گا۔

ایک مومن شخص کو ان آیات ربانی اور احادیث نبوی میں جو کچھ نظر آتا اس کا اندازہ کسی کافر یا غیر مسلم کو نہیں ہو سکتا۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں جو مشاہدات ہوئے ہیں۔ ان سے آج بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا دین ایک مکمل دین ہے اور ان کے آقائے نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ کی نظر کرم ہمیشہ اپنی امت پر رحمتوں کو نازل ہوتے دیکھتی رہتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا کہ ہندوستان میں مسلمان جہاد کریں گے۔ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں دو گروہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ بچائے گا ان کو دوزخ سے ایک ان میں سے ہندوستان میں جہاد کرے گا۔ دوسرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دے گا یہ روایات نائی شریف جلد ۲ کے صفحہ ۲۷۰ پر درج ہیں۔

نائی شریف میں اس جنگ کو غزوة الہند کہا گیا ہے۔

یہ غزوة الہند جس کے متعلق حضور نے ارشاد فرمایا تھا کفر و اسلام کی جنگ ہے اس میں کبھی تو محمد بن قاسم علم نصرت لے کر شامل ہوتا ہے کبھی سلطان محمود غزنوی زناہ پوشوں کو شکست دے کر بت شکنی کرتا ہے۔ قنوج اور چندوارہ کے مقام پر شہاب الدین غوری اسلام کا لغزہ بلند کرتا ہے۔ مغل اور احمد شاہ ابدالی بھی کفر کے خلاف بدمس پر پیکار رہے۔ سید اسماعیل شہید اور سید احمد شہید نے سکھوں اور انگریزوں کے خلاف جہاد کیا۔ ان مسلسل جنگوں میں دو فریق تھے ایک طرف اسلام اور دوسری طرف کفر، ایک طرف حق تھا اور دوسری طرف باطل اور زناہ یخ گواہ ہے کہ ہمیشہ حق نے فتح پائی اگرچہ حق کے پاس جنگی ساز و سامان نہ تھے۔ اگرچہ حق کی طرف ٹڈی دل لشکر نہ تھے۔ ان کے ساتھ کلمتہ الحق تھا اور جدھر کلمتہ الحق ہو۔ اللہ اور اللہ کا رسول ادھر ہی ہوتے ہیں۔

آپ نے اخبارات پڑھے ہیں ستمبر ۱۹۴۵ء کے واقعات بھی پڑھے ہوں گے کئی ایسے بھی خوش قسمت ہیں جنہوں نے یہ واقعات دیکھے ہیں کئی ان سے بھی زیادہ خوش قسمت ہیں جن کے ہاتھوں پہ ان واقعات نے جنم لیا ہے۔ آپ نے پڑھا ہوگا کہ شہیدوں کی ماؤں نے بچوں کی شہادت پر نفل پڑھے باپ نے بیٹے کے شہید ہونے کی خبر سنی تو الحمد للہ کہا کہ میرے دوسرے بچے بھی اسی طرح اسلام کی خدمت کرنے ہوئے مرنے والے ہوں گے۔ بہنوں نے کمال بہادری سے شہید بھائی کی لاش پر آنسوؤں کی بجائے مسکراہٹوں کے پھول بکھرے ہیں شہیدوں کی قوم پرست و فاشیستہ بیویوں نے شوہروں سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ جانے پر چوڑیاں توڑی ہیں اور نہ بال بکھراٹے ہیں سو گوارا کی حالت میں بھی یہی کہا ہے کہ ہمیں



فخر ہے کہ ہمارے شوہر اسلام کے سچے فرزند ثابت ہوئے انہوں نے جو نشانیاں پیچھے چھوڑی ہیں وہ بھی ایک دن ان کی طرح ہی دشمن کے خلاف صف آرا ہو کر سب سے پلائی ہوئی دیوار بن جائیں گی۔ ان کے بیٹے اور بیٹیوں نے بھی ہمت کا دامن نہیں چھوڑا بلکہ صبر اور سکون سے سب کچھ سنا دیکھا اور سہا ہے آخر یہ سب کچھ بیک لخت ان کو کیسے حاصل ہو گیا یہ اللہ کے دین کی برکت اور فیضانِ رسول اکرم صلعم کا نتیجہ ہے کہ جس قوم کو مدت سے ہم بگڑا ہوا کہتے ہیں جس کے ایمان پر علمائے وقت ہر وقت فتوے صادر کرتے تھے بعض افراد کو گردن زدنی اور کافر قرار دیتے تھے اس قوم نے ایسے بے مثال کردار کا مظاہرہ کیا کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی قربانیوں کی یادیں تازہ کر دیں۔ مائیں ایسے معلوم ہوئیں جیسے وہ آج سے چودہ سو سال پہلے کی مائیں ہوں، بیٹیاں اور بیویاں ایسے انوکھے انداز سے ابھریں کہ گمان ہونے لگا جیسے وہ اس دور کی پیداوار ہی نہیں بلکہ اس دور کی پیداوار ہیں جب اسلام کے سپاہی سچی سجائی بیجوں کو چھوڑ کر قیامت کے دن ملنے کا عزم لے کر کفار سے برسر پیکار ہونے نکل کھڑے ہوتے تھے۔

معرکہ بدر کی یادوں کو تازہ کرنے والی اس پاکستانی قوم نے اپنے اخلاق اور کردار سے بھی محمود غزنوی اور صلاح الدین ایوبی کی مثالوں کو تازہ کر دیا دشمن سے اچھا سلوک کر کے اس سے بھی اپنی عظمت کا لوہا منوالیا۔ یہ ثابت ہو گیا کہ مسلمان قوم آج بھی چاہے تو مشرق و مغرب میں اپنی سطوت کا سکہ بٹھا سکتی ہے۔ ان کے دلوں پر لگے ہوئے زنگ آن واحد میں اُتر سکتے ہیں۔ ان کا خدا اپنے ارشادات کے مطابق اور ان

کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے اپنی محبت کی وجہ سے ہمیشہ سے ان کے ساتھ ہیں۔ ان کی نظرِ کرم ان پر بدستور ہے۔ اللہ والوں نے جو کچھ ان دنوں دیکھا ہے ہو سکتا ہے اسے عام آدمیوں نے نہ دیکھا ہو لیکن کیا ہم سب نے محسوس نہیں کیا؟ ہم نے یقیناً محسوس کیا ہے کہ اللہ کے رسول کی اعانت ہمارے شامل حال تھی۔ ان کی تعلیم نے ہمارے حوصلے اتنے بلند کر دیئے کہ ہم نے اپنے سے پانچ گنا بڑی طاقت کی بلغار کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو گئے اور نہ صرف اس کی بڑھتی ہوئی جارحیت کو روکا بلکہ اسے شکست فاش دی، ان کی مہربانی سے ہمارے مجاہدین کے اندر وہ بے پناہ قوت عود کر آئی کہ وہ بموں کو ہاتھوں میں لے کر ٹینکوں کے نیچے لیٹ گئے، گوان کا مادی وجود ایک لازوال روح میں تبدیل ہو گیا لیکن وہ کسی کسی کفار کو جہنم کے شعلوں کے سپرد کر گئے۔ بھارتی ٹڈی دل جو اسلحہ و افراد کی فراوانی پر ناز کرتا ہوا ہماری سرحدوں کی جانب بڑھا تھا محض اسی لئے ختم ہو گیا کہ اسے شیطان کی اعانت حاصل تھی اور اس کا بیکہ بتوں پر تھا۔ ہمارے پاس کچھ نہ ہونے کے باوجود جہن کی اعانت تھی اور گنبدِ خضرا میں رہنے والی سرکارِ حضور نبی اکرم کی ذات بابرکات ہمارے درمیان تھی۔

ہو سکتا ہے کہ کسی مکتبہ خیال کے لوگوں کو اس حقیقت سے انکار ہو لیکن پاکستان کے ننانوے فیصد لوگ آج بھی کہتے ہیں کہ راوی کے پل پہ آنے والے بھارتی جہازوں کے پائلٹوں نے گرفتار ہونے پر کہا کہ انہوں نے یہاں کافی بم پھینکے ہیں لیکن کوئی سبز پوش بزرگ ان کو اپنی جھولی میں ڈال لیتا تھا۔ لاہور بزرگوں کی سرزمین ہے وہ بزرگ کون تھے ہمیں اس سے بحث نہیں لیکن وہ جو

بھی تھے بالآخر حضور کی امت سے ہی تو تھے۔ واگے سکیٹر میں گرفتار ہونے والے  
 کسی بھارتی سپاہیوں نے ہمارے فوجی جوائنوں سے کہا کہ تمہاری کوئی ایسی فوج  
 بھی ہے جو سفید وردی پہنتی ہے سپاہیوں نے نفی میں جواب دیا۔ پھر  
 کسی بھارتی گرفتار شدہ فوجی افسر نے ہمارے کسی فوجی افسر سے اس سفید  
 وردی والی فوج کے متعلق پوچھا تو لوزرا ایمان سے منور فوجی افسر نے جواب دیا۔  
 ”ہاں۔ ہمارے پاس ایسی فوج ہے اور ہمارے وہ فوج اس وقت لڑتی  
 ہے۔ جب ہم پر انتہائی مصیبت آ پڑتی ہے۔ وہ فوج جب دیکھتی ہے کہ  
 ہم بالکل دشمن کے نرغے میں پھنس گئے ہیں تو خود بخود حرکت میں آجاتی ہے“  
 فوجی افسر کی مراد اللہ کی مدد اور پیغمبر خدا کی اعانت ہی تھی۔

اقم الحروف نے بھارتی جارحیت کا شکار ہوئے بہت سے علاقے دیکھے  
 ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دینا تھا وہ تو ہمیشہ کے لئے  
 زندہ ہو گئے لیکن ایسے مقامات پر حیر العقول واقعات بھی دیکھنے میں آئے  
 ہیں ان کا ذرا بھی خیال کیا جائے تو دل و دماغ میں ایمان کی شمعیں روز روشن  
 کی طرح نور پھیلا دیتی ہیں۔

بھارتی بمباری کا شکار میں نے فقیر پے والا تحصیل منصورہ گاؤں دیکھا  
 وہاں سارا گاؤں مٹی کا ڈھیر بن چکا تھا لیکن گاؤں کی مسجد کھڑی تھی راجستھان  
 اور کشمیر سکیٹر کے اکثر گاؤں بمباری سے تباہ ہو گئے یا گولہ باری سے مسمار ہو  
 گئے لیکن اکثر مقامات پر مساجد اور خانقاہوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا تھا اور  
 ان کی تصاویر مسلسل اخبارات میں آتی رہیں۔ بلکہ مساجد کی وجہ سے ہی پتہ چلتا  
 تھا کہ فلاں مقام پر کوئی آبادی بھی تھی۔ آخر یہ کیوں تھا؟ راجوری کے ایک  
 ایسے گھر کی تصویر بھی اخبارات میں دیکھی گئی جس کا کوئی پہلو بھی سلامت

نہ تھا لیکن ایک دیوار کا وہ حصہ سلامت تھا جس پر بنے ہوئے ایک طاق پر ایک کلام پاک رکھا ہوا تھا۔ اس مقدس کتاب کو کس نے بچایا؟  
یہ آٹھ فروری ۱۹۷۷ء کا واقعہ ہے۔

راقم الحروف بلوکی ہیڈ پر کھڑا اپنے کسی افسر کا انتظار کر رہا تھا۔ اس دن جھکڑا بھی چل رہا تھا۔ سلیمانکی لنک کینال میں پانی نہیں چل رہا تھا کیونکہ ابھی تک بارشیں نہیں ہوئی تھیں اور دیپائے راوی میں پانی کم تھا۔ وہاں ڈیوٹی پر کھڑا ہوا پولیس کا سپاہی نتھرے ہوئے صاف ستھرے ایستادہ پانی میں کسی چیز کو پل پر کھڑا دیکھ رہا تھا۔ اچانک اس نے رائفیل کو اپنے پرے کی کوٹھڑی میں رکھا اور کناروں سے سنبھلتا ہوا نیچے اتر آیا۔ پانی اور سپاہی کے درمیان کم از کم بیس فٹ کا فاصلہ ہو گا۔ تاہم وہ پانی کے قریب پہنچ گیا اور کچھ پتھروں پر پاؤں رکھتا ہوا اس چیز تک پہنچ گیا بڑی احتیاط اور مشکل سے اس نے اس چیز کو اٹھایا اور کنارے کے اوپر آنے لگا۔ اب میں نے اس چیز کو پہچان لیا یہ ایک سچاس پونڈ کا بھارتی بم تھا جو اللہ کی مہربانی سے پھٹا نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے۔ پانی کے اندر اور بھی ایسے بم ہوں اور بھارتی حملہ آوروں نے زیادہ تعداد میں پھینکے ہوں لیکن ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ناکارہ بنا دیا کہ وہ کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ چھوٹے سے چھوٹے بموں سے لیکر ہزار پونڈ تک کے بم بھارتی سو رماؤں نے گرائے اور اللہ کے حکم سے وہ نہ بھٹ سکے اور پاکستان کی کسی شاہراہ، کسی فوجی مرکز کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔ کسی جگہ کا نام لینا شاید دفاعی نقطہ نظر سے مناسب نہ ہو، لیکن راقم الحروف نے ہیشتم خود ایسے بے شمار مقامات دیکھے ہیں اور شاید اب بھی ان کے نقش موجود ہوں کہ بھارتی ہوابازوں نے بالکل ٹھیک نشانے لگانے کی

کوشش کی لیکن ان کا نشانہ ایک بھی درست نہ بیٹھ سکا۔ پلوں پر بم پھینکے تو بم دس قدم آگے یا دس قدم پیچھے پڑ کر سے ہٹ کر گرے اور پھٹے پڑ کر یا پل کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکا۔ ایک مقام پر تو یہ بھی دیکھا کہ فوجی ہیڈ کوارٹر سے صرف بیس گز کے فاصلہ پر ہزار پونڈ کا بم گرایا گیا۔ وہ پھٹا بھی لیکن سولے زمین کے اندر ایک چالیس گز قطر کا گڑھا بنانے کے اور کوئی نقصان نہ کر سکا۔ کیا ان بموں کو جان بوجھ کر ادھر ادھر گرایا گیا تھا؟ ایٹم بم کا سہارا دھونڈنے والے بھارتیوں کو ہمارے ہتے شہریوں کی زندگی عزیز تھی؟ ہرگز نہیں انہوں نے تو مسافر گاڑیوں اور بسوں کو نشانہ بنانے سے دریغ نہ کیا۔ بم کیسے صنایع کر جاتے لیکن ایسا ہوا۔ پاک فضائیہ سے ڈر کر ہوا یا کسی طیارہ شکن ٹوپ سے ڈر کر لیکن یہ ہوا ضرور اور نتیجہ یہی نکلا کہ اللہ کا فضل شامل حال تھا اور حضور کی ذات بابرکات ہمارے درمیان تھی۔

اکثر لوگ کہہ سکتے ہیں۔ اللہ کی مدد تو واقعی ہمارے شامل حال تھی اسی لئے تو پاکستان کے ہر فرد میں جہاد کا جوش اس قدر بھر گیا تھا کہ وہ ہر قربانی کے لئے تیار تھا لیکن حضور ہمارے درمیان کیسے تھے! لیکن اس کا جواب ایمان والے لوگوں کے لئے بڑا آسان ہے جب حضور کی نظر کرم اپنی امت پر ہوگی، تو ہی اللہ کی رحمت بھی امت محمد صلعم کے ساتھ ہوگی۔ لیکن اگر حضور کی نظر کرم نہ ہوگی، تو پھر اللہ بھی اپنے دوست کو ناراض نہیں کر سکے گا۔ حضور کو ہر وقت ہی ہمارے ساتھ ہیں۔ ان کا دیا ہوا دین برحق ہمارے پاس جو ہے جب ہم بھٹک جائیں تو راستہ اس دین سے تلاش کر سکتے ہیں لیکن اپنی غلط کاریوں سے کسی مصیبت میں گھر جائیں تو رحمت اللعالمین ہماری اعانت کو بذات خود پہنچتے ہیں۔

دنیا بھر کی ایمان والی قوموں نے اس جنگ میں ہمارا ساتھ دیا۔ ہماری اس سے بڑھ کر اور خوش قسمتی کیا ہو سکتی ہے کہ ہماری فتح اور کامیابی کے لئے مکہ معظمہ میں نہیں بلکہ خانہ کعبہ میں دعائیں مانگی گئیں یہ حضورؐ کا دیا ہوا رشتہ ہی تو ہے جس کی وجہ سے ہمارے لئے تمام عالم اسلام کے دل دھڑک اٹھے۔ ہماری شکست پر ہماری کمزوری اور ہماری پریشانی کو انہوں نے اپنی شکست کمزوری اور پریشانی اور علی الاعلان ہماری امداد پر کمرس لی۔

حکیم نیر واسطی جو طبی کانفرنس کی طرف سے اسلامی ملکوں کے دورے پر تھے انہوں نے اپنے دس روزہ دورہ کے ان مشاہدات کو اکثر دہرایا ہے جو انہوں نے ترکیہ، اردن، شام، حجاز مقدس اور لبنان میں ستمبر ۱۹۶۵ء کے دوران کیے انہوں نے کہا میں نے دیکھا کہ سلطان محمد فاتح کے مزار پر ایک بوڑھا ترک دعامانگ رہا تھا کہ اے اللہ تو نے جس طرح قسطنطنیہ پر سلطان محمد فاتح کو قبضہ کی طاقت عطا کی تھی اسی طرح پاکستان کو ہمت عطا کی کہ وہ کشمیر اور دہلی پر قبضہ کرے۔ سات ستمبر کو ترکیہ میں جالینوس ہسپتال کے پاس بچے پاک ترکیہ زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کے ان نعروں کو کوئی سن بھی رہا ہے یا نہیں۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مزار پر ایک ترک خاتون رو کر دعامانگ رہی تھی۔ کہ یا اللہ حضرت ابوایوبؓ کی مہمان نوازی کا واسطہ پاکستان کے عوام کو فتح عطا فرما۔

حضرت زینبؓ کے مزار پر ایک خاتون رو کر دعامانگ رہی تھی "اے بی بی پاک اٹھ کہ پاکستان میں بھی ایک کر بلا آباد ہو رہی ہے" حکیم صاحب نے بتایا کہ اس شام میں انخوان المسلمین کے رہنما جناب مصطفیٰ

السباعی مرحوم کی تعزیت کے لئے گیا۔ ان کی بیگم نے آکر پاکستان کے بارے میں بہت سوالات کئے۔ بیگم صبا علی پوچھنے لگیں کہ پاکستانی بہنیں کس حال میں ہیں؟ میں نے بتایا کہ ان کے سہاگ لٹ رہے ہیں وہ خاموشی سے اٹھ کر کمرے میں چلی گئیں۔ ایک ہی لمحہ بعد گھر سے آہ و بیکا کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ جیسے پاکستان کی بیٹیوں کے سہاگ نہیں خود عالم عرب کی خواتین کے سہاگ لٹ گئے ہیں۔

القدس میں جہاں عیسائیوں کا متبرک و مقدس ترین گرجا ہے اور جہاں ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ مصلوب ہوئے اور بعد ازاں دفن بھی ہوئے اس مقام کو حضرت عمرؓ نے فتح کیا تھا لیکن عصر کا وقت ہوا تو آپ نے نماز وہاں سے ہٹ کر دوسری جگہ ادا فرمائی تاکہ مسلمان کہیں گرجا کو مسجد نہ بنا ڈالیں۔ اسی مقام پر ایک شخص کو جب معلوم ہو کہ میں پاکستان سے آیا ہوں تو اس نے آگے بڑھ کر ایک کنجی پیش کی اور کہا کہ میں مسلمان ہوں اور یہ چاہی میرے بزرگوں کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے عطا کی تھی۔ آپ یقین کیجئے اس چاہی کی برکت سے پاکستان کے عوام بھی انشاء اللہ کسی بڑے قلعہ کا کفر توڑیں گے۔

یہ تو عالم اسلام کی باتیں ہیں کفر و ثنلیت کی سر زمین میں بھی کلمہ کے نام لیواؤں نے پاکستان کی دھڑکنوں کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ ہر قسم کی قربانی پر آمادہ ہو گئے۔ پیغامات، ادویات، سامان حرب اور زرہیں وغیرہ پاکستان پہنچنے لگیں۔ یہ اسلام کی ہمہ گیر تعلیم اور مرکزیت کے سبب سے تھا۔ ان اخوت کے مظاہروں سے ہم کبھی بھی انکار نہیں کر سکتے اور یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے پیچھے رسول نے ہماری دشگیری

فرمائی۔

ذیل کا خط کس نے اخبارات میں نہ پڑھا ہوگا۔ یہ خط مولانا محمد انعام کریم صدیقی جو شیخ الہند مولانا محمود الحسن سیر بالٹا کے بھانجے ہیں نے لکھا تھا۔ مولانا صدیقی عرصہ پندرہ سولہ سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں اور آج کل مدرسہ العلوم شرعیہ کی لائبریری کے نگران ہیں، یہ مدرسہ مسجد نبوی کے ساتھ ہی ملحق ہے یہ خط کراچی کے ایک خداترس بزرگ جناب نور محمد بٹ کو ملا تھا۔ پورا خط حسب ذیل ہے۔

۷۸۶

مدرسہ العلوم شرعیہ

محمد انعام کریم صدیقی

مدینۃ المنورہ ۲۳۵ ستمبر ۱۹۶۵ء ۸ جمادی الاول ۱۳۸۵ھ

محترم المقام قبلہ الحاج حضرت المکرم بٹ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ،

بندہ الحمد للہ بخیریت شام دوشنبہ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ حاضر ہو گیا تھا

اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے۔ اور جس قدر بھی زیادہ سے زیادہ اس

کی جناب میں شکر یہ کیا جائے کم ہے۔ اس مالک حقیقی نے اپنے گنہگارناہنجاد

بندہ کو اپنی نعمتوں سے نوازا پہنچنے کی اطلاع بذریعہ تاج جمعہ کو دے دی تھی۔

جو کہ غالباً ہفتہ کی صبح کو پہنچ گیا ہوگا۔ ایک خط بھی لکھ دیا تھا۔ خدا کی ہے آپ

حضرات مع الخیر ہوں۔ براہ کرم خیریت مزاج اور دیگر احباب کی خیریت

سے مطلع فرمائیے تاکہ اطمینان ہو۔ خیریں سننے کا کوئی خاص اہتمام نہیں رہا

ادھر ادھر سے سن لیتا ہوں۔ آج صبح غالباً صلح کی گفتگو ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں

کو پوری فتح و نصرت عطا فرمائے آمین !



مکہ مکرمہ میں بھی اور یہاں مدینہ منورہ میں بھی بعد نماز عشاء بہت اہتمام سے دعائیں ہوتی رہیں ایک ایک گھنٹہ دعاؤں میں لگ جاتا ہے۔ لیکن الحمد للہ جملہ حضرات عرب و عجم سب ہی لوگ دل سے گڑ گڑا کر دعا کرتے رہے ہیں طبیعت نہیں اکتاتی۔ انشاء اللہ بہتر اور نصرت کی امید قوی سے اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔ یہاں پوچھیں روزِ جملہ ہوا اسی شب میں ایک دو حضرات نے خواب میں دیکھا کہ حرم شریف میں مجمع کثیر ہے اور روضہ اقدس سے جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہت عجلت میں تشریف فرما ہوئے اور ایک بہت خوبصورت تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر باب اسلام تشریف لے گئے۔ بعض حضرات نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر جلدی اس گھوڑے پر کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ فرمایا پاکستان میں جہاد کے لئے اور ایک دم برق کی مانند بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ تیز روانہ ہو گئے۔ پیچھے پیچھے مواجہ تشریف سے ہی پانچ حضرات اور اس راستہ سے ایک موٹر میں سوار ہو کر ہوائی جہاز کی طرح پرواز کر گئے اور بھی بہت سے خواب اس اثنا میں اللہ کے نیک بندوں نے دیکھے ہیں۔ دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ثابت قدم رکھے اور طفیل جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فتح و عزت عطا فرمادے آمین۔

اس کے علاوہ حکیم تیر واسطی کی زبانی ہی اور چند واقعات سنئے جن کی صحت پر ایک صاحب ایمان آدمی کبھی بھی شک و شبہ نہیں کر سکتا۔ انہوں نے بتایا۔ مدینہ منورہ میں ایک بزرگ غلام دستگیر صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے بتایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کو میں نے خواب میں دیکھا۔ وہاں سے چہ بزرگ سفید لباس زیب تن کئے نکلے اور

بابِ اسلام کی طرف آئے۔ وہاں سے وہ گھوڑوں پر سوار ہو گئے وہیں نے ان کی منزل معلوم کی تو انہوں نے بتایا کہ پاکستان جا رہے ہیں۔

ایک اور بزرگ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ اردو بڑیل رہے تھے۔ ان سے عرض کیا گیا کہ حضور نے اردو کب سیکھی؟ فرمانے لگے پاک و ہند کے بزرگوں سے اردو میں بات کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

ایک خاتون نے چھ ستمبر کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ بہت ہی مغموم تھے۔

ایک شخص نے حضرت علیؑ کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجاہدین میں اسلحہ تقسیم کر رہے تھے۔

یہ تو ان روایاؤں کی بات ہے جو عرب ممالک میں نمایاں ہوئیں جو پاکستان میں کئی بزرگوں کی زبانی ایسے واقعات ملنے کا شرف راقم الحروف کو ہوا ہے کہ ایمان تازہ ہو گیا۔

سنہری مسجد لاہور کے امام صاحب پاکستان منٹ کے قریب رہتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ جنگ کے ایام میں جب سب لوگ محفوظ علاقوں پر چلے گئے تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ ان کو بھی یہاں سے کسی محفوظ مقام پر چلے جانا چاہیے۔ ان کی بیوی علیل تھیں وہ راضی نہ ہوئیں امام صاحب کو سخت ذہنی پریشانی تھی۔ لیکن اسی رات آپ کو حضورؐ کی زیارت ہوئی تو حضورؐ نے ان کو تسلی دی کہ فکر کی کوئی بات نہیں۔ امام صاحب کا کہنا ہے کہ اس وقت کے بعد مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے واقعی کوئی فکر کی بات نہیں اور جو شخص بھی مجھے ملا میں نے اسے کہا کہ حضورؐ نے مجھے یہاں رہنے کو کہا ہے اور میں یہیں رہوں گا اور قسم ہے ذات پاک کی کفار کو شکست ہوگی۔

اس واقعہ کے علاوہ میں نے ایک اور بزرگ سے سنا کہ وہ اپنے مرشد سے ملنے کے لئے راولپنڈی کے قریب کسی جگہ پر گئے تو ان کے مرشد سیر شام ان سے کہنے لگے۔ "بھئی اور کوئی بات کرنی ہے تو کر لو۔ حضورؐ نبی پاک تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اور مجھے سیالکوٹ ان کی خدمت میں حاضر ہونا ہے!" ہو سکتا ہے کسی مادہ پرست انسان کے لئے ان واقعات میں بحث کے پہلو ہوں لیکن ایمان والوں کے لئے ان میں ایقان و عمل کی روح ہے جس سر زمین پر حضور پاکؐ خود تشریف فرما ہوں وہاں اگر بھارتی طیارے قدم بوسی کے لئے جھکتے جھکتے زمین سے ٹکرانے تھے تو یہ عظمت رسول ہے۔ اگر وہاں دس ہزار پونڈ کے بم نہیں پھٹے تو اعجازِ مصطفیٰ سے ایک کے مقابلہ میں اگر پانچ سے لڑ کر پاکستان سرخرو ہوتا ہے تو یہ فیضانِ نظر احمد مجتبیٰ ہے۔

پھر اس کے علاوہ ایک اور بھی پہلو ہے جس سے تائید ایزدی کا اور اک ہوتا ہے۔ جنگی محاذات پر سہاری افواج کے ہر افسر اور جوان نے اپنے دلوں میں ایمان کی ایسی قدیلیں جلتی دیکھیں جس کی روشنی میں انہوں نے عشقِ محمدؐ کے سارے راز سننے طے کر لئے وہ موت سے ایسے گلے ملے جیسے ایک مومن کی شان ہے وہ کفر پر ایسی بجلی بن کر گرے جو صرف مسلمان کے جذبہ ایمان سے پیدا ہوتی ہے یہ حضورؐ کی ذاتِ پاک کی موجودگی کا اثر تھا کہ میں نے ہی نہیں بلکہ ہر مقام پر اور ہر ماہول میں تمام لوگوں نے آنکھوں سے خستہ حال اور معذور مزدوری کرنے والی عورتوں کو دفاعی فنڈ کے لئے اپنی پونجیاں دیتے دیکھا ہے۔ پاکستان کی قوم نے نفرت کرنے والے پاکستانیوں کو راتوں رات مومن بننے دیکھا ہے۔ فوجیوں کے قافلے جب محاذ کی طرف

جاتے ہوئے گزرتے لوگوں فرطِ عقیدت سے ان کی راہ میں آنکھیں کھچاتے اور  
 نذرانے پیش کرتے بعض ان کے ہاتھ چوم کر محبت سے روٹے تھے معصوم  
 بچوں نے تو ملی زبانوں سے پاکستان کی فتح مندی کے لئے دعائیں مانگی ہیں  
 بیوہ ماؤں نے اپنے جوان لڑکوں اور واحد سہاروں کی شہادت پر شکرانے  
 کے نوافل پڑھے ہیں۔ شہادت سے پہلے وجدان میں ڈوب کر کئی فوجی افسروں  
 اور جوانوں نے اپنے گھر جو خطوط لکھے ہیں ان میں اپنے عزیزوں سے یہی  
 کہا ہے کہ وہ ان کی شہادت کی دعائیں مانگیں۔ ایمان کی یکایک پیدا ہونے  
 والی یہ تازگی کسی اعجاز سے کم نہیں اور یہ اعجاز ایک ہی منبع سے نکلے ہیں۔  
 اپنے بیٹے کی شہادت کی زوئید پر آنسو بہانے کی بجائے خوش ہونا  
 چاہیے کہ اس نے ملک کی مدافعت میں اپنی جان دے کر شہادت کا درجہ  
 پایا ہے۔ تو محترمہ نے فرمایا کہ یہ آنسو تو خوشی کے آنسو ہیں۔ سیف اللہ اگرچہ میرا  
 اکلوتا بیٹا اور میرے بڑے بھاپے کا واحد سہارا تھا۔ لیکن اس نے ملک کی خدمت  
 کرتے ہوئے قربانی دی ہے میرا صرف ایک ہی لڑکا تھا۔ کاش میرے  
 اور بچے ہوتے تو میں انہیں بھی ملک پر قربان کرنے سے دریغ نہ کرتی۔ میں  
 ملک کی سالمیت پر ایک سیف اللہ تو کیا سینکڑوں سیف اللہ قربان کر  
 سکتی ہوں۔ خداوند کریم پاکستان کو محفوظ رکھے ذرا غور کیجئے یہ ایک ماں  
 کے تاثرات ہیں۔ ایں سعادت بزورِ ما دونیست کیا اب بھی اس میں کوئی  
 شک ہے کہ ہماری فتح کا راز جذبہ ایمان میں نہیں ہے۔

نشانِ جبر پانے والے شہید وطن میجر عزیز بھٹی کی بیگم، ان کے بچے  
 اور والد تو قوم کے لئے ایک عظیم قربانی کا نشان بن گئے ہیں ان کی کہانیاں  
 تو قیامت تک لوگوں کے لئے مشعلِ راہ بنی رہیں گی۔ لیکن ان کے علاوہ

بھی لا تعداد لوگ ایسے ہیں جن کے متعلق سن کر اور پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ وہ آج کے زمانہ کے نہیں بلکہ قرون اولیٰ کے لوگ ہیں یہ وقت کے فاصلے کس طرح طے ہوئے یہی عشق حبیب کی منزل ہے کہ طے شود جاوہ صد سالہ بہ آہے گا ہے! لیکن یہاں آہ کا مقام نہیں۔ خود نبی پاک چل کر ان کے درمیان آگئے اور خوش نصیب ہیں وہ جنہوں نے انہیں دیکھ لیا۔

بگیم سعیدہ حبیب نے جو آج کل راولپنڈی میں ہیں نے اپنے بھائی مٹر مسعود احمد خان ایڈووکیٹ کو اپنے مشورہ کی شہادت کے بعد جو خط لکھا۔ اس کے کچھ اقتباسات پڑھنے کے بعد قوم کی اس عظیم بیٹی کی عظمت اور حوصلہ مندی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

محترمہ سعیدہ حبیب نے اپنے خط میں لکھا ہے: ”بھئی! تم یہ سوچتے ہو کہ میں تمہارے بھائی کی شہادت سے غمگین ہوں گی۔ غم ایک انسانی ضرورت ہے اور اس کو فطرت ثانیہ کا نام بھی دیا جاسکتا ہے اس بات کا غم ضرور ہے کہ کوکب، خرم، فرخ اور پوپیتیم ہو گئے ہیں۔ لیکن جب میں ان کی شہادت کا تصور کرتی ہوں تو میرا سر فخر سے اوسچا ہو جاتا ہے میں سمجھتی ہوں کہ میں نے اپنا سہاگ قربان کر کے دین و دنیا کی نعمتیں اور عظمتیں لوٹ لی ہیں۔“

”سعیدہ بھائی کا خط آیا تھا جس میں اس نے مجھے تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔ اسے کیسے کہ تمہاری بہن کی رگوں میں ایسے باپ کا خون ہے جو اسلام کا سچا شیدائی تھا۔“ اگر آبا مرحوم زندہ ہوتے تو وہ بھی میری طرح ناز کرتے کہ ان کے داماد کو شہید ہونے کا فخر حاصل ہوا ہے۔“ محاذ پھانے سے پہلے جب وہ الوداع ہو رہے تھے۔ تو ان کی آنکھوں میں ایک خاص

قسم کی چمک تھی ایک ایسی چمک جو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ انہوں نے کوکب سے کہا کہ بیٹی دعا کر دیں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں اور پھر کوکب کے ساتھ ننھے پونے بھی دعا کے لئے لٹے لٹھٹھا اٹھا دیئے اور توتلی زبان میں کہنے لگا: اللہ میاں میرے ابو کو کامیاب کرنا۔

”بھئی میں آج بھی جب اس کا تصور کرتی ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوکب اور پوپ کی دعا منظور ہو گئی ہو اور ان کے ابو اپنے مقصد میں کامیاب و کامران رہے ہیں۔“

اس دن میری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر انہوں نے کہا: ”سعبیدہ مجھے مسکراتے چہرے سے رخصت کرو۔ مجاہدوں کی بیویاں رو یا نہیں کرتیں!“  
تم حیران ہو گے کہ کوکب، خرم اور فرخ کے چہروں پر عظمت اور فضیلت کی بوردوشنی تھی شاید میں اس کو کبھی نہ بھول سکوں۔

گیارہ سالہ کوکب روئی بھی تھی اس طرح کہ میں اسے دیکھ نہ سکی۔ فرخ اور خرم نے بڑے فخر سے کہا: امی ہمارے ابو شہید ہوئے ہیں نا! اور پھر انہوں نے کہا کہ امی ابو کتنے خوش قسمت ہیں۔ ہم بھی مجاہد بنیں گے۔ میں اپنے معصوم بچوں کی یہ باتیں سن کر ایک گونا گونا اطمینان سا محسوس کرنے لگی۔ میں نے کسی کے بچوں کو اپنے باپ کی موت پر یوں فخر کرتے ہوئے کبھی نہ دیکھا تھا اور پھر اس کو موت کا نام بھی نہیں دیا جاسکتا۔ شہید تو ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ بھئی میں جب بھی بچوں کی طرف دیکھتی ہوں تو میں محسوس کرتی ہوں کہ یہ بچے خوش نصیب ہیں کہ ان کا باپ وطن پر قربان ہو گیا!“

اس طویل خط کے ان اقتباسات کو ایک بار پھر پڑھیے اور بتائیے کہ ایسے خط کون لکھ سکتا ہے اور کونسا جذبہ لکھوا سکتا ہے!

یہ نیچے دیئے ہوئے چند الفاظ ایک شہید کے باپ کے ہیں۔ ان کو پڑھیے اور سوچیے یہ ایک عام ان پڑھ انسان بول رہا ہے کہ اسلام کا نطق سے عبدالرحیم خان کی بگیم اپنے دوسرے بچوں کے لئے بھی ایسی ہی موت کی طالب ہیں عبدالرحیم خان کہتے ہیں:

”میرا بیٹا بھی اپنی درخشندہ اور غیر فانی زندگی پانے والوں کی صف میں شامل ہو گیا ہے۔ قیامت کے روز بارگاہ ایزدی میں بھی فخر سے کہہ سکوں گا کہ اے اللہ تعالیٰ میں غلام عباس شہید کا باپ ہوں!“

ان واقعات و مشاہدات کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا بہت آسان ہے کہ ر بقول نابینا خطیب جامع مسجد واقع شاہ عالم گیٹ کے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کی وجہ سے مسلمانوں کے مقابلہ میں کسی کافر کی مدد نہیں کر سکتا لفظ ”سکتا“ میں نے اس لئے استعمال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے حبیب کی خاطر منظور ہے اللہ ان کو کبھی ناراض نہیں کر سکتا حضور کی امت میں رہنے والے اگر مادی طور پر کوئی نقصان اٹھانے بھی ہیں تو روحانی طور پر اس کو محسوس نہیں کرتے اللہ ان کو بہتر انعام دیتا ہے یہ جنگ بھی کفر و اسلام کی جنگ تھی ظالم اور مظلوم کے درمیان پیکار تھی اللہ نے اس میں مسلمانوں کو کسرت و کیا اور محمد رسول اللہ نے بذات خود اس جنگ میں شریک ہو کر ایمان والوں کے حوصلے اتنے بلند کئے کہ حالات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ مسلمانوں کی ہمت و شجاعت کی داستانیں نہ رہیں بلکہ یقین ہو گیا کہ وہ زندہ حقیقتیں تھیں۔

نوجوان ندیم شہید کے والد کو سکندر کی جو شہید ہر سال جمعہ کو برابر بیس برس نظر آتی رہی اور پھر ندیم کی شہادت کے بعد جمعہ کو خوشبو سے ان کا گھر معطر ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی لائل پور ندیم شہید کے بہن کے گھر جو خوشبو پھیل جاتی ہے حیات و ممات کی کتنی پر اسرار منزلوں کا پتہ دیتی ہے۔ لیکن اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ شہید مرتے نہیں بلکہ ہم انکی زندگی کو سمجھنے کا شور نہیں لگنے اسے پروردگار ہمیں وہ شور عطا کر! آمین۔

# اعزازات کی تفصیلات

ہندوستان کے پاکستان پر نکر و لائنہ و مکارانہ حملہ کے دوران پاک بڑی، بھری اور فضائی افواج کے افسروں اور سپاہیوں نے نامساعد حالات کے باوجود اپنی جرأت بہادری اور قوت ایمانی کے مظاہرے کئے وہ نہ صرف ہمارے لئے باعث فخر و انبساط ہیں بلکہ ان سے روشنی کی ایسی شعاعیں نمودار ہوئی ہیں جو ہمیں اور آئندہ نسلوں کو مستقل راہ عمل دکھاتی رہیں گی۔ وہ افسر اور سپاہی تو پاکستان کے ہر فرد کے دل کی گہرائیوں میں ہمیشہ کے لئے جاگزیں ہو گئے ہیں۔ جنہوں نے اپنی جانوں کو انتہائی خطرے میں ڈال کر ملک اور قوم کی حفاظت کی۔ پاکستان کے ایسے ہی عظیم فوجی فرزندوں کو کاہلے نمائیاں سر انجام دینے پر اعزازات تقسیم کرتے ہوئے پاک فوج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد موسیٰ نے فرمایا تھا۔

”آپ نے حق و انصاف کے مفصل کی خاطر جس بے مثال جرأت اور

بہادری کا مظاہرہ کیا اس کی تعریف بیان سے باہر ہے جو لوگ اس جنگ میں شہید ہوئے ان کی جو انہر دی کے کارناموں کو بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ ان کی شہادت اس امر کا زندہ ثبوت ہے کہ انہوں نے وطن کے دفاع کی خاطر عظیم قربانی پیش کی ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔“



تمام اعزازات کی تفصیل یہ ہے۔

اعزاز	نام	عہدہ	اعزاز	نام	عہدہ
ستارہ جرات	محمد تاج پنجاب	میجر	نشان حیدر	راجہ عبدالعزیز بھٹی	میجر
"	سید انور حسین بلوچ	"	"	پنجاب رحمت	"
"	دوست محمد حیات	"	ہلال جرات	سرفراز خان	میجر جنرل
"	فرنیئر فورس	"	"	یکٹی خاں	میجر
"	حق نواز کیانی	"	"	عبدالقیوم شہید	بریگیڈیئر
"	بلوچ رحمت	"	"	امیر عبداللہ خان نیازی	بریگیڈیئر
"	محمد افتخار عسکری	"	"	احسن رشید شامی شہید	بریگیڈیئر
"	عبد العظیم آفریدی آٹلری	"	ستارہ جرات	محمد جمشید پنجاب رحمت	لیفٹیننٹ کرنل
"	شفقت حسین خان	"	"	صاحبزادہ گل شہید	"
"	بلوچ پنجاب رحمت	"	"	امیر حمزہ خان	"
"	محمد آصف حسین خان	"	"	پنجاب رحمت	"
"	اے سی	"	"	ذوالفقار علی خان	"
"	محمد اسلم جنجوعہ پنجاب	"	"	پنجاب رحمت	"
"	محمد اختر آٹلری	"	"	الطاف حسین انجینئر	"
"	عائقل داد فرنیئر فورس	"	"	غلام حسین خاں	میجر
"	ملک آفتاب احمد خاں	"	"	پنجاب رحمت	"
"	انجینئر	"	"	نذر حسین اے سی	"
"	محمد یونس پنجاب	"	"	محمد حسین ملک پنجاب	"
"	منور خاں اے کے	"	"	عبدالرب نیازی فرنیئر فورس	"

تمغہ جرات		ستارہ جرات	
تمغہ جرات	دفعدار علی اکبر	ستارہ جرات	میجر خادم حسین اے سی
"	نور محمد	"	شہید
"	عبدالرحمن	ہلال جرات	ہلال جرات
"	عطا الرحمن	"	ستارہ جرات
"	ظہیر الحق پٹھان	ستارہ جرات	لیفٹیننٹ
ستارہ جرات	نشا خان اے کے	"	اے ٹی کے حق
"	راجہ اصغر علی	میجر	پی ایس سی
"	پنجاب	کیپٹن	احمد خان
"	شفیق احمد	"	محمد ممتاز خان
"	فرنیئر فورس	"	اصغر احمد خاں
"	آغا عبدالرحمن	"	محمد آصف حسین خان
"	احمد ذبی بلوچ	تمغہ جرات	عبدالشکور خان
"	نثار احمد انجینئر	ستارہ جرات	محمد یونس
"	شہید	"	محمد سعید
"	نارون احمد بلوچ	"	عبدالرحمن
"	معظم علی شاہ	"	ارشاد محمود
"	آرٹلری	"	عظیم خان
"	شیر محمد اے کے	"	محمد علی
"	محمد طارق	"	کرم داد
"	فرنیئر فورس	لیفٹیننٹ	عبدالرحمن
			نائب
			رسالدار

لیفٹیننٹ	محمد قیس اے ایم سی	سارہ جرات	اللہ دتہ ایف ایف	تمغہ جرات
سیکنڈ	فرید احمد بخاری	"	شہزاد خان بلوچ	"
لیفٹیننٹ	ایف ایف	"	شہید	"
رسالدار	غلام علی خان	"	خاکی جان	"
	اے سی شہید	"	ایف ایف شہید	"
صوبیدار	محمد سربیل خان	"	گل امیر ایف ایف	"
	اے کے	"	فضل حسین بلوچ	"
	محمد علی ایسٹ	"	شہید	"
	بنگال	"	آغا محمد پنجاب شہید	"
	اقبال خان بلوچ	"	محمد افضل پنجاب	"
	گل نواز آٹوٹری	"	ظہیر الحق پٹھان	"
	عظیم حسان	"	ایسٹ بنگال	"
	ایسٹ بنگال	"	عطاء الرحمن	"
این صوبیدار	محمد عزیز خان	"	ایسٹ بنگال	"
	اے کے	"	محمد الورد سنگھ	"
	سلطان سکندر پنجاب	"	محمد شریف	"
	محمد اکیبر خان آٹوٹری	"	بلوچ شہید	"
	محمد یعقوب خیر افلذ	"	عبد السلام اے سی	"
صوبیدار	خونان گل ایف ایف	"	فیض حسین	"
	اللہ دتہ ایف ایف	"	اے سی	"
حوالدار	سراج الاسلام آٹوٹری	تمغہ جرات	محمد تاج پنجاب	"

منظور حسین شاہ	تمغہ جرات	ٹانک	محمد صابر خان اے کے	تمغہ جرات	ٹانک
شہید پنجاب	"	"	طفور الاسلام بلوچ	"	"
محمد اکبر خان شہید	"	لاٹس ٹانک	شہید	"	"
محمد نواز آٹوٹری	"	"	صابر حسین ایف ایف	"	"
غلام علی پنجاب	"	"	گل مرجان ایف ایف	"	"
عباس ایف ایف	"	"	شہید	"	"
عبد العلی بلوچ	"	"	مہربان خان	"	"
محمد خان اے کے	"	سپاہی	ایف ایف	"	"
شہید	"	"	غفران شاہ ایف ایف	"	"
وزیر حسین شاہ	"	"	منصف خاں پنجاب	"	"
اے کے شہید	"	"	فتح خاں	"	حوالدار
نور حسین آٹوٹری	"	گن ڈرائیور	عبدالستار	"	لاٹس قعدار
محمد اصغر پنجاب	"	سپاہی	عبدالمجید	"	اے ایل ڈی
اکبر علی بلوچ	"	"	حشمت اللہ	"	لاٹس ٹانک
یوسف علی بلوچ	"	"	عبدالہاشم	"	"
شہید	"	"	امین اللہ	"	"
محمد افسر ایف ایف	"	"	محمد مرتضیٰ	"	سپاہی ڈرائیور
شہید	"	"	محمد عجائب	"	ٹانک
حشمت اللہ ایٹ بنگال	"	"	پنجاب شہید	"	"
عبدالہاشم	"	"	میزر الحق ایٹ	"	"
ایٹ بنگال	"	"	بنگال شہید	"	"

پی ایس ایس ۱۵۳ میجر الہی بخش خان اتیازی سند	ایم ایٹ بنگال تمغہ جرات	سپاہی
لے سی	"	سگنل مین محمد خاں سگندر شہید
"	○	"
پی ایس ایس ۲۲۰۱ " سردار محمد فیروز الدین	ایم ایٹ حق مرزا اتیازی سند	لے سی ۱۷۹
خان پنجاب	لے سی	میجر
پی ایٹ ۲۲۰۲ " انوار الحق ایف ایف	لے سی	میجر جنرل
پی ایٹ ۲۲۲۳ " سکندر خان	ایم ایٹ سگندر	لے سی او ۲۴۴
لے سی	لے سی	میجر جنرل
پی ایٹ ۲۲۳۷ " فیض حق لے سی	ایم ایٹ عبدالعزیز لے سی	لے سی او ۸۵۲ میجر
حسین خان آڈٹری	پی ایٹ ۲۲۷۹ " محمد اشرف لے سی	لے سی او ۲۳۰
پی ایٹ ۲۵۸۶ " محمد اقبال قریشی	پی ایٹ ۲۳۲۲ " محبوب علی خان	لے سی او ۲۳۲
ایٹ بنگال	لے سی	لے سی
پی ایٹ ۲۴۳۱ " محمد سرور خان	پی ایٹ ۲۴۹۹ " میاں فقیر احمد	پی آر آر ۶۹۷
پنجاب	ایف ایف	ایف ایف
پی ایٹ ۲۴۹۹ " نعمان محمود	پی ایٹ ۱۳۸۵ " محمد سعید ایس سی	پی ایٹ ۱۳۸۵
ایف ایٹ	پی ایٹ ۱۴۹۶ " شفیق احمد خان	پی آر آر ۱۴۹۶
پی ایٹ ۲۷۱۳ " مظفر خان ملک	دو ثانی ایف ایف	پی آر آر ۱۷۰۵ " محمد شریف بلوچ
جہاں زیب خان ایف ایف	پی ایٹ ۲۷۲۳ " جہاں زیب خان ایف ایف	پی آر آر ۱۷۲۶ " یوسف علی خان
پی آر آر ۱۸۲۰ " خالد مجید نیازی	پی ایٹ ۱۸۲۰ " خالد مجید نیازی	لے سی
پنجاب	پی ایٹ ۲۸۸۱ " محمد یوسف خان	پی ایٹ ۱۸۳۰ " محمد مختیار حسین خان
پی ایٹ ۲۸۸۱ " محمد یوسف خان	پی ایٹ ۲۸۸۱ " محمد یوسف خان	ایف ایف
آڈٹری	آڈٹری	ایف ایف

پی بی ایس ۲۸۸۵ میجر	سلطان میر امتیازی سند	پی ٹی سی ۳۰۱۴ میجر	چوہدری اکرم احمد عثمانی امتیازی سند
پنجاب	پنجاب	آرٹلری	آرٹلری
پی ایس ایس ۲۲۸۹	مصطفیٰ جان	پی ایس ایس ۲۲۵۳	غلام سرور خان
آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری
پی اے ۲۹۸۷	محمد اسلم عالم	پی ٹی سی ۳۳۶۳	آصف شاہ شاد
آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری
پی اے ۳۰۳۴	محمد الرحمن چوہدری	پی اے ۳۲۵۴	یاد محمد بلوچ
آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری
پی اے ۳۰۳۵	خواجہ محمد اسماعیل	پی اے ۳۵۰۹	رفیع احمد گنجل
آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری
پی ایس ایس ۳۰۴۷	محمد فاروق خاں	پی اے ۳۵۶۹	محمد اکبر خان
آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری
پی ٹی سی ۳۰۸۱	عنایت اللہ خان	پی ٹی سی ۳۰۲۸	بشیر احمد خان
اصغر اے سی	اصغر اے سی	آرٹلری	آرٹلری
پی ایس ایس ۳۰۸۵	محمد سرور چوہدری	پی اے ۳۶۰۵	سید اعجاز احمد
آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری
پی اے ۳۰۹۶	غلام محمد خان رانی	پی اے ۳۶۱۶	سید افتخار علی شاہ
آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری
پی ٹی سی ۳۱۰۵	عبد المجید خاں نیازی	پی ٹی سی ۳۶۴۱	احمد سلیم شیخ
آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری
پی اے ۳۱۰۷	خالد محمود اے سی	پی ٹی سی ۳۶۵۵	محمد محسن
آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری

پنی ٹی ٹی سی	میجر	عبدالحمید بٹ	اقتیازی سندھ	پنی ٹی ٹی سی ۲۵۵	میجر ملک حکمت خاں	اقتیازی سندھ
		ایٹ بنگال		پنجاب		
پنی ٹی ٹی سی ۳۷۰۲	"	آغا سالار احمد شاہ	"	پنی ٹی ٹی سی ۳۳۳	محمد مقیم الدین	"
		آرٹلری		خان آرٹلری		
پنی ٹی ٹی سی ۳۷۳۰	"	منظر ابن حسن صدیقی	"	پی اے ۱۵۱۶	بیدریاض حسین شاہ	"
		آرٹلری		حجفزی سنگلز		
پنی اے ایس ایس ۳۷۳۷	"	عبدالحق آرٹلری	"	پی اے ۱۷۱۷	قاضی بید الدین	"
پی اے ۳۸۲۲	"	منصور الحق ملک	"	حفیظ آرٹلری		
		سنگلز		پی اے ۱۷۵۸	محمد آفندی ایسی	"
پی اے ۳۸۷۰	"	محمد امتیاز علی بلوچ	"	پی اے ۱۷۸۹	منصرا احمد سائل	"
پی اے ۳۸۸۳	"	آغا ذوالفقار علی	"	آرٹلری		
		خان پنجاب		پی اے ۱۷۸۵	منصور الحسن	"
پی اے ۳۸۰۳	"	محمد عباس خان	"	آرٹلری		
		اے سی		پی اے ۱۷۹۲	میر عابد حسین	"
پی اے ۳۷۰۷	"	عبد اللطیف خاں	"	اے سی		
پی اے ۳۷۰۳	"	ٹی بی ٹی آرٹلری	"	پی اے ۱۸۲۵	بید مستنیر احمد	"
		محمد توفیق مرزا	"	تندری آرٹلری		
		بلوچ		پی اے ۱۹۱۲	اتھرا قبائل ملک	"
پی ایس ایس ۱۹۳	"	محمد اسلم خان	"	ای ایم ای		
		انجینئر		پی اے ۱۹۳۸	محمد عبداللطیف	"
پنی ٹی ٹی سی ۳۷۱۷	"	عبد الکریم ڈار پنجاب	"	آرٹلری		

پنی اے ۵۰۴۹ میجر	ریاض احمد امتیازی سند	پی آر آر کیپٹن	نوابزادہ میر عزیز امتیازی سند
پنی اے ۵۲۱۳	رشید انجینئر	پنی اے ۵۰۶۵	عالم خان بلوچ
پنی اے ۵۲۸۵	عباس علی انجینئر	پنی اے ۵۰۶۹	شمس الزمان
پنی اے ۶۲۴۰	ناصر عباس اے سی	پنی اے ۵۰۶۹	آرٹلری
پنی اے ۱۰۰۴۳۴	خالد یاسین پنجاب	پنی اے ۵۰۶۹	اختر محمود ملک
پنی اے ۱۰۰۴۳۴	خورشید انور امانی	پنی اے ۵۰۶۹	اے سی
پنی اے ۱۰۰۴۳۴	اے ایم ای	پنی اے ۵۱۹۰	راجہ جاوید اختر
پنی اے ۱۰۰۴۳۴	بہی ٹی سی ۴۴ کیپٹن احمد سعید باجوہ	پنی اے ۵۲۵۳	خان ایف ایف
پنی اے ۴۵۶۵	بلوچ	پنی اے ۵۲۵۳	محمد حبیب ناگی
پنی اے ۴۹۲۱	منظفر حسین مرزا	پنی اے ۵۵۴۲	آرٹلری
پنی اے ۵۰۱۷	ہمدانی آرٹلری	پنی اے ۵۵۴۲	این اے وجید
پنی اے ۵۰۱۷	راجہ راحت لطیف	پنی اے ۵۵۴۲	انجینئر
پنی اے ۵۰۱۷	ایف ایف	پنی اے ۵۵۴۲	الطاف احمد خان
پنی اے ۵۰۱۷	عبدالرشید خان	پنی اے ۵۵۴۲	ای ایم ای
پنی اے ۵۰۱۷	عباسی اے کے	پنی اے ۵۵۴۲	گلاب خان
پنی اے ۵۰۱۷	محمد اسحق ضیا	پنی اے ۵۵۴۲	آرٹلری
پنی اے ۵۰۱۷	اے کے	پنی اے ۵۵۴۲	سید مشتاق حسین
پنی اے ۵۰۱۷	محمد شفیع اے کے	پنی اے ۵۵۴۲	رضوی آرٹلری
پنی اے ۵۰۱۷	فیروز خان اے کے	پنی اے ۵۵۴۲	سید ظفر ہدی
پنی اے ۵۰۱۷	محمد رشید خان	پنی اے ۵۵۴۲	عسکری آرٹلری
پنی اے ۵۰۱۷	عباسی اے کے	پنی اے ۵۵۴۲	آفتاب احمد بلوچ



پہلے ۵۶۹۳ کیپٹن	فیہم الدین انصاری	پہلے ۶۲۲۲ کیپٹن	دیاض احمد امتیازی سند
آرٹلری	آرٹلری	قریشی آرٹلری	قریشی آرٹلری
پہلے ۵۷۸۰	نعمان محمود	پہلے ۶۲۳۳	سید شاہد عباس
اے سی	اے سی	فقوی آرٹلری	فقوی آرٹلری
پہلے ۵۷۹۷	سجاد احمد ہاشم	پہلے ۶۲۳۷	جہانگیر ملک
ایف ایف	ایف ایف	ایف ایف	ایف ایف
پہلے ۵۸۰۳	جمیل اختر خالد	پہلے ۶۳۵۲	سلیم اختر پنجاب
سگنلز	سگنلز	پہلے ۶۳۵۶	خواجہ معین الدین
پہلے ۵۸۱۳	مذہب حسین پنجاب	احمد آرٹلری	احمد آرٹلری
پہلے ۵۸۲۲	محمد سجاد یونس	پہلے ۶۴۷۰	انور احمد خان
آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری	آرٹلری
پہلے ۵۸۵۸	خالد سعید خان	پہلے ۶۵۸۶	خالد اے خان
اے سی	اے سی	پنجاب	پنجاب
پہلے ۵۸۶۹	محمد اشرف بلوچ	پہلے ۶۶۹۳	شمشاد علی خان
پہلے ۵۹۶۳	مختار حسین شاہ	اے سی	اے سی
انجینئرز	انجینئرز	پہلے ۶۷۰۲	عبدالمجید
پہلے ۶۰۰۴	فاروق احمد	اے ایم سی	اے ایم سی
پہلے ۶۰۳۸	ارشاد علی رشید پنجاب	پہلے ۶۵۱۴	منور احمد میر
پہلے ۶۰۳۹	ناصر نواز جنجوعہ پنجاب	پہلے ۶۵۱۴	منور احمد میر
پہلے ۶۱۸۶	اسرار حسین انجینئرز	پنجاب	پنجاب

پی اے ۶۵۶۸۷ ٹیٹ پیڈ سیکرٹریڈ محمد حسین نقوی تیارہ	پی اے ۶۹۶۷ سیکرٹریڈ محمد عبد الحلیم انبازی
ایف ایف	بلوچ
پی اے ۶۶۴۷۱ سعید الدین آرٹری	پی اے ۶۹۹۶ صلاح الدین
پی اے ۶۶۶۶۰ جمل خان پنجاب	ترندی اے سی
پی اے ۶۶۸۸۵ عبدالقدوس	پی اے ۷۰۵۱ عبدالحسن آرٹری
پی اے ۶۸۱۹ احمد افضل انجینئر	پی جے او ۱۹۲۱ آنیری محمد زمان خان
پی اے ۶۸۱۸ محمود جاوید	جے سی او ۱۹۷۱ داؤد خان
پی اے ۶۹۲۰ پرویز مشرن	پی جے او رسالہ ریجر محمد اسلم
پی اے ۶۹۵۱ طارق خلیل	جے سی او ۱۹۷۱ صوبہ ریجر عظمت علی
پی اے ۶۹۵۶ انظر علی شاہ	خان انے کے
پی اے ۷۰۰۸ محمد اقبال پنجاب	ایف ایف
پی اے ۱۰۰۶۸۴ خالد سعید احمد	پی جے او ۲۴۰۹ محمد انصر
پی اے ۶۸۶۴ سیکرٹریڈ علی رانا	پی جے او ۲۰۱۱ محمد شفیع
پی اے ۶۸۸۱ مشتاق احمد بلوچ	پی جے او ۱۴۸۱ رسالہ خوشی محمد
	اے ایس سی

پنی جے او ۱۵۰ رسالدار پھول بادشاہ امتیازی سندھ	پنی جے او ۱۵۵ صوبیدار اقبال حسین امتیازی سندھ
اے سی	آرٹری
پنی جے او ۲۱۰ " مبارک احمد "	پنی جے او ۱۱۱ " عالم دین انجینئرز "
اے سی	پنی جے او ۸۸۱ " گل حیدر ٹوپی "
پنی جے او ۲۲۸ " محمد یوسف "	سکاؤٹ
اے سی	پنی جے او ۸۸۱۴ " سیف الرحمن "
پنی جے او ۲۸۳ " غلام محمد اے سی "	ایم ایم سگنڈ
پنی جے او ۹۸ صوبیدار علم شیر نادر ن	پنی جے او ۱۲۲۵ " عالمگیر بلوچ "
سکاؤٹ	پنی جے او ۱۹۳۱ " گل نصیب "
پنی جے او ۹۸۲ " غلام رسول اے کے "	پنجاب
پنی جے او ۱۲۹۹ " محمد حسین شاہ "	پنی جے او ۲۲۲۱ " محمد حبیب "
اے کے	پنجاب
پنی جے او ۱۶۵ " ملک شیر اے کے "	پنی جے او ۲۲۱۳ " جے خان پنجاب "
پنی جے او ۱۸۵۰ " سرور خان "	پنی جے او ۲۲۲۲ " برتو داد پنجاب "
اے کے	پنی جے او ۲۴۳۶ " عبدالحق "
پنی جے او ۲۸۵۲ " محمد نواز آرٹری "	ای ایم ای
پنی جے او ۲۹۸۳ " افضل محمد "	پنی جے او ۲۴۴۶ " صنوبر خان "
آرٹری	ای ایم ای
پنی جے او ۳۰۳۳ " محمد یعقوب "	پنی جے او ۲۴۵۵ " محمد یعقوب "
آرٹری	ای ایم سی
پنی جے او ۳۰۴۴ " نذیر احمد آرٹری "	پنی جے او ۱۱۵ " افضل حسین مرزا بلوچ "

پتی جے او ۱۵۰۰۸۹ صوبیدار محمد شرف امتیازی سندھ  
پتی جے او ۲۲۸ صوبیدار محمد یوسف امتیازی سندھ

پنجاب

اے سی

پتی جے او ۱۵۰۱۵۷ " لطیف شاہ بلوچ " جے سی او ۲۱۸۸۸ " محمد عزیز خان "

اے کے

پتی جے او ۱۵۰۱۹۲ " جلال شاہ پنجاب "

پتی جے او ۱۵۰۲۳۷ " قربان حسین پنجاب " پتی جے او ۳۲۶۱۳ " شیردل آٹلری "

پتی جے او ۱۷۰۰۵۶ " محمد نواز بلوچ " پتی جے او ۳۲۶۳۳ " محمد شریف "

آٹلری

پتی جے او ۱۹۰۱۸۴ " اقبال خان "

پتی جے او ۳۲۶۹۴ " فیروز خان "

ایف ایف

آٹلری

پتی جے او ۶۷۰۰۱۶ نائب مالدار عبد الحمید "

پتی جے او ۳۵۴۰۰ " عبداللطیف "

اے سی

آٹلری

پتی جے او ۶۹۳ " شیر گل اے سی "

پتی جے او ۳۶۶۶ " مبارک شاہ "

پتی جے او ۷۱۷ " لیاقت علی "

آٹلری

اے سی

پتی جے او ۳۶۶۸ " امداد حسین "

پتی جے او ۷۳۰ " بوتان احمد "

آٹلری

اے سی

پتی جے او ۳۷۵۴ " محمد رشید "

پتی جے او ۷۴۵ " محمد خاں اے سی "

آٹلری

پتی جے او ۷۵۵ " عبدالعزیز "

پتی جے او ۵۰۱۵ " غلام محمد "

اے سی

اے کے

پتی جے او ۷۵۹ " محمد بخش اے سی "

پتی جے او ۶۲۸۹ " محمد اکرم انجینئرڈ "

پتی جے او ۸۱۴ " محمد اسماعیل "

پتی جے او ۳۰۴۳۳ " گل جان اے سی "

اے سی

پہلی جے او ۲۸۲۳ نائب صدر محمد وارث امتیازی سندھ ۱۱۲۸ حوالدار	امین الحق ٹوچی امتیازی سندھ
اے ایم سی	سکاؤٹ
پہلی جے او ۳۷۹۷ " محمد عالم ای ایم سی " ۱۳۳۴۴	" خانہ گل ٹوچی " ۱۳۳۴۴
پہلی جے او ۵۰۷۱ " رمضان خان " ۱۳۳۴۴	سکاؤٹ
اے سی سی	شیخ داد " ۳۰۰۴۸۴
پہلی جے او ۳۹۷۵ " محمد الیاس پنجاب " ۱۵۰۳۹۷۵	اے سی کے
پہلی جے او ۵۷۳۱ " خاں زماں پنجاب " ۱۵۰۵۷۳۱	" میر حسن اے کے " ۳۰۱۵۳۴
پہلی جے او ۷۰۷۱ " علی افضل پنجاب " ۱۵۰۷۰۷۱	" عبدالغفار " ۳۰۲۲۷۷
پہلی جے او ۱۴۸۱ " غلام رسول بلوچ " ۱۷۰۱۴۸۱	اے کے
پہلی جے او ۳۳۲۱ " سجاد خاں بلوچ " ۱۷۰۳۳۲۱	" خادم حسین " ۳۰۹۸۷۱
پہلی جے او ۴۲۸۱ " عبدالغنی بلوچ " ۱۷۰۴۲۸۱	اے کے
پہلی جے او ۵۲۴۱ " آصف علی بلوچ " ۱۷۰۵۲۴۱	" علی محمد اے کے " ۳۱۰۷۲۸
پہلی جے او ۳۴۱۱ " محمد حیات " ۱۱۹۰۳۴۱۱	" لال حسین " ۳۱۷۸۸۴
ایس ایف	اے کے
۳۰۳۷۲۷ حوالدار میجر ولی محمد اے کے " ۳۲۰۷۸۸	" محمد حسین " ۳۲۰۷۸۸
۱۰۰۱۳۷۲۱ کوآپریٹو ڈیپارٹمنٹ نذر حسین اے سی " ۱۰۰۲۲۵۹	اے کے
۱۲۰۱۸۷۷ حوالدار غلام اکبر آرٹھری " ۱۰۰۲۲۵۹	" ممتاز خان " ۱۰۰۲۲۵۹
۱۲۲۷۷۰ حوالدار میجر صادق حسین " ۱۰۰۲۳۲۳	اے سی
اے ایس سی	" رمضان خان " ۱۰۰۲۳۲۳
۲۷۸۲ حوالدار کبیر دین " ۱۰۰۳۷۹۲	اے سی
اے کے	" شیر علی خان اے سی " ۱۰۰۳۷۹۲

۱۰۰۷۷۴۴	دفعہ	محبوب خان اتیازی	۱۲۱۸۲۲۶	حوالدار سحر دل خان اتیازی سندھ
		اسے سی		انجینئر
۱۰۰۹۷۰۹	"	برکت علی اسے سی	۲۲۰۰۲۳۲	عبدالرحمن انجینئر
۱۰۱۲۰۰۲	"	محمد بشیر احمد	۲۳۳۲۲۲۳	عبدالرشید پنجاب
		اسے سی	۲۳۲۹۳۲۶	محمد اسلم پنجاب
۱۲۱۰۰۵۶	حوالدار	گنر غلام حسین	۲۲۳۶۲۶۸	دب نواز خان
		آرٹلری		پنجاب
۱۸۱۵۸۳۲۷	"	محمد عجائب	۳۰۳۲۱۵۸	نیک محمد بلوچ
		آرٹلری	۲۰۲۳۳۲۹	محمد اسلم آرٹلری
۱۲۲۲۵۹۹	"	حاکم خان	۲۲۲۵۸۷۵	سکندر خان
		آرٹلری		بلوچ
۱۲۲۳۵۶۹	"	گنر رحمت	۳۰۳۰۱۷۹	محمد یوسف
		آرٹلری		پنجاب
۱۲۲۸۸۹۱	"	گنر خاکی خان	۳۲۲۵۸۷۵	سمندر خان
		آرٹلری		بلوچ
۱۲۲۹۲۹۲	"	اکبر آرٹلری	۳۲۲۵۸۸۲	گنر رب نواز
۱۲۳۱۳۰۵	"	محمد موسیٰ آرٹلری		خان آرٹلری
۱۲۳۲۵۶۸	"	محمد یسین آرٹلری	۳۲۳۱۰۷۵	سیدان گل
۱۳۰۳۵۲۱	"	اقبال حسین شاہ		ایف ایف
		انجینئر	۳۲۳۲۹۶۲	خان گل
۱۳۰۴۲۲۲	"	ہر اسپ خان انجینئر		ایف ایف

۱۰۰۹۷۱۰۰	لاہور تعداد شوکت علی اے سی امتیازی سندھ	۳۷۲۲۵۹۸	والدار شعاخان اقبازی
۱۰۱۸۲۲۱	شان علی اے سی		ایف ایف
۱۰۰۵۹۳۰	لاہور والدہ نوشیری آرٹری	۳۵۲۸۲۰۳	انصار علی
۱۲۱۱۹۹۱	جہاں خاں آرٹری		ایف ایف
۱۲۱۹۵۹۱	محمد الود آرٹری	۳۵۳۲۲۲۸	محمد عزیز
۱۳۸۷۱۰۵	محمد اسلم آرٹری		ایف ایف
۱۲۲۸۲۲۵	اکرم علی آرٹری	۳۶۲۹۸۹۰	محمد اسحق پنجاب
۱۲۳۱۱۱۲	محمد لطیف خان	۳۷۳۲۰۵۴	عزیز الحق پنجاب
	آرٹری		
۱۲۲۲۰۲۹	محمد اسماعیل آرٹری	۳۷۳۳۷۸۲	ذری خان
۱۳۰۲۲۰۳	تاج حسین شاہ	۳۸۳۲۶۸۲	حبیب اللہ
	انجینئرز		پنجاب
۳۲۲۵۱۸۸	محمد عباس بلوچ	۳۸۳۳۳۶	لطف الرحمن
۳۲۲۰۵۵۲	نعمت خان		چوہدری ایٹ بکال
	ایف ایف	۳۰۲۸۱۲۶	اسلام گل ایف ایف
۳۲۲۱۲۰۲	غلام مصطفیٰ	۳۱۳۳۹۸۸	محمد بشیر آرٹری
	ایف ایف	۴۲۲۸۸۳۳۱	والدار مہتاب خان
۳۵۳۹۲۳۹	لود خان		سگنڈ
	ایف ایف	۷۰۰۲۶۷۸	میاں شیریں جان
۳۵۲۹۰۸۸	خال داد		ای ایم ای
	ایف ایف	۷۷۵۸۲۲۲	سبحان الدین کیمپ

محمد توفیق آرٹری انتیازی سندھ	۱۲۸۰۴۴	نانک	انتیازی سندھ	۱۳۲۶۰	انس والدہ عبدالجبار
" شیر احمد انجینئر	" ۱۳۰۰۷۷	"	بلوچ	"	"
" غلام جیلانی	" ۱۳۰۴۹۱۳	"	غلام حسین سنگلز	۲۶۲۵۵۹۲۴	والدہ
انجینئرز			نانک	۲۹۵	یوسف نارون
" محمد آزاد پنجاب	" ۲۳۳۹۱۲۳	"	سکاؤٹس	"	"
" منظور حسین شاہ	" ۲۳۴۱۴۶۱	"	ارباب خاں	۲۰۵۲	"
پنجاب			خیر افضلز	"	"
" محمد عالم خان	" ۲۳۴۱۷۹۶	"	محمد جان نارون	۲۲۵۶	"
پنجاب			سکاؤٹس	"	"
" غلام صفدر	" ۲۴۲۸۴۰۰	"	حمیر جان ٹوچی	۱۳۱۹۶	"
بلوچ			سکاؤٹس	"	"
" محمد سرور بلوچ	" ۲۰۴۲۰۹۷	"	غلام حسین اے کے	۳۰۶۱۴۷	"
" امان اللہ خان	" ۳۰۴۲۸۴۸	"	عبدالرحمن	۳۰۸۵۹۹	"
سسی ایم پی			اے کے	"	"
" محمد شبیر ایف ایف	" ۴۵۴۱۱۸	"	حکم داد اے کے	۳۲۰۴۱۹	"
" شیر خاں	" ۴۰۲۸۱۴۶	"	انس فعدار الطاف حسین	۱۶۲۶۱۱	"
ایف ایف			اے سی	"	"
" زنجیر گل ایف ایف	" ۴۰۲۹۷۳۳	"	محمد حسین اے سی	۱۰۱۲۲۳۲	"
" محمد اشرف	" ۶۲۵۲۵۸۰	"	محمد سرور خان	۱۰۱۹۰۷۰	"
سنگلز			اے	"	"
" حمید گل سنگلز	" ۶۲۵۴۹۷۱	"	محمد امید آرٹری	۱۲۳۴۷۴۹	نانک



۲۲۱۰۹۳	لاس ننگ میر زمان امتیازی سند	محمد حسین سنگلز امتیازی سند	۲۲۱۰۹۳
۲۲۱۸۵۳	پنجاب سلفہ شاہ	سعید احمد سنگلز	۴۲۵۴۳۴۴
۲۲۲۳۱۰۳	پنجاب محمد محبوب	محمد انور سنگلز	۵۲۴۵۹۳۴۲
۳۳۳۱۲۸۲	پنجاب کریم داد	عبدالرؤف	۴۰۰۵۳۴۰
۳۳۳۱۲۰۵	پنجاب امام اللہ بلوچ	ای ایم ای	۴۱۳۵۲۵
۳۰۲۵۹۱۰	پنجاب محمد موند بلوچ	شوکت حسین	۴۱۳۵۲۵
۳۸۲۱۲۹۴	کیمپ سلطان سکندر	اے سی	۳۰۲۸۳۲
۴۰۳۰۲۱۴	کیمپ شروز خان	محمد شفیع	۳۲۲۱۱۳
۶۲۵۴۰۸۸	ایف ایف عبداللہ خاں	انجنیئر	۳۵۸۱۰۵
۶۲۵۴۸۶۸	سنگلز منظور حسین	محمد سعید	۱۲۳۳۸۶۹
۶۴۸۴۸۲۴	سنگلز محمد صغیر	اے کے	۱۲۳۳۰۵۴
۶۸۵۴۵۹۹	اے ایم سی یعقوب نور اے سی او	محمد اکرم سنگلز	۱۲۲۱۰۴۲
		محمد اشرف	۱۲۴۴۵۴۴
		آرٹلری	۱۳۱۲۹۹۴
		علی اصغر شاہ	۳۲۱۰۸۹۰
		آرٹلری	
		محمد اسلم آرٹلری	
		فتح خان آرٹلری	
		صابر علی انجنیئر	
		عبدالرحمن	
		پنجاب	

۱۰۰۴۴۱۶	لائسٹ ناگ محمد یسین امتیازی سندھ	۱۰۳۰۷۷۵	سوار غلام رسول اے سی امتیازی سندھ
"	ای ایم ای	۱۰۲۱۴۴۸	عبدالحجرات اے سی
۳۰۹۱۳۵	" محمد اشرف "	۱۲۳۱۳۶	سیپی محمد تقی اے ایم
"	انجینئرز	۱۲۴۵۱۰۳	گنر محمد ابرہیم آرٹری
۲۲۰۹۹۳۴	" محمد حسین پنجاب "	۱۲۴۵۱۰۳	نذیر احمد آرٹری
۵۱۳۷	سیپی منور خاں	۱۲۴۵۴۶	صابر حسین آرٹری
"	خیر العلی	۱۱۴۵۵۲۷	صادق حسین آرٹری
۱۵۲۶۴	" عمر خاں ٹوپی "	۱۳۱۷۴۱۰	سپر منیر احمد انجینئرز
"	سکاؤٹس	۲۲۱۴۷۰۹	سیپی محمد ریاض پنجاب
۱۶۷۵۰	" انصاری ٹوپی "	۲۲۱۴۴۴۴	محمد حنیف پنجاب
"	سکاؤٹس	۲۲۲۱۴۰۱	نور خان پنجاب
۳۰۷۴۸۶	" محمد حسین اے کے "	۲۲۲۲۴۵۱	مال خاں پنجاب
۳۳۳۴۸۴	" محمد شریف اے کے "	۲۲۲۲۵۲۰	غلام فرید پنجاب
۳۳۴۵۷۳	" محمد حسین اے کے "	۲۲۲۲۶۲۱	جواد اختر پنجاب
۳۳۸۰۵۷	" محمد افر اے کے "	۲۲۲۲۸۶	امانت علی پنجاب
۱۰۱۱۶۷۴	سوار شادی خاں اے کے	۲۲۳۳۸۲۳	غلام حسین پنجاب
۱۰۱۳۳۴۳	" شمشیر علی اے سی "	۲۲۳۳۵۲۴۴	محمد شریف بلوچ
۱۰۱۶۶۹۶	" علی محمد اے سی "	۲۲۳۳۵۷۹۶	عبدالبادشاہ
۱۰۱۸۷۷۱	" محمد صادق اے سی "	۲۲۳۳۸۲۶۱	محمد خاں بلوچ
۱۰۱۸۸۸۷	" عارف علی اے سی "	۲۲۳۳۸۵۹	صادق علی بلوچ
۱۰۱۹۰۲۵	" محمد طارق اے سی "	۲۲۳۳۸۷۵	نصیر

۲۴۵۱۱۵۷	سپاری لال خان اجیازی	۱۸۹۸ء	انٹیکر طالب خان اجیازی
	ایف ایف		ڈیزرٹ ریجرز
۲۴۵۲۰۹۱	بہرام خان ایف ایف	۱۸۹۳ء	محمد صادق
۲۴۵۵۲۰۶	سرور خاں ایف ایف		ویسٹ پاک ریجرز
۲۴۵۸۱۲۱	امیر احمد ایف ایف	۱۸۹۲ء	انٹیکر حلیم حسین
۳۲۲۱۱۱۲	محمد شریف بلوچ		ویسٹ پاک ریجرز
۳۲۲۵۱۶۵	محمد شفیع ایف ایف	۱۸۹۵ء	قبول احمد خان
۴۲۵۷۵۸۶	منظف احمد گنگو		ڈیزرٹ ریجرز
۴۲۵۸۲۷۲	سعید گنگو	۱۸۹۱۲ء	اسٹنٹ عالم شیرخان
۴۲۴۲۷۲۱	رشید احمد گنگو		ریجرز پولیس
۴۲۴۲۷۲۱	محمد الہی گنگو		
۴۲۴۵۴۸۵	شہباز خان گنگو		
۴۲۴۷۲۳۳	محمد عمران گنگو		
۴۵۴۶۹۰۲	محمد سراج سپاری		
	اے ایس سی		
۴۷۷۹۷۱۵	محمد دین		
	اے ایم سی		
۴۷۹۶۶۲۰	صابر حسین		
	اے ایم سی		
۷۰۱۸۹۱۵	محمد زمان		
	ای ایم سی		
			جنگ کے دوران بے لوث خدمات
			انجام دینے پر ۲۲۲ فرد کو سول ایوارڈ
		عہدہ	نام
		اعزاز	
		ميجر جنرل	وصال محمد خان تارہ پاکستان
		ایر کموڈر	سرور حسین
		ایر کموڈر	اے رحیم خان
		ایر کموڈر	ڈبلیو جے ایم تروونر
		ميجر جنرل	سلیم احمد سیال ایم بی ای تارہ قائد اعظم
		بریکنگ ڈیٹر	خواجہ محمد اظہر خاں
			منظف الحق

گرنل رعاضی بریگیڈیر	عبدالمجید خان تارا	لیفٹیننٹ کرنل	ریاض عظیم	تمغہ پاکستان
"	محمد اکبر خان	"	میجر رعاضی کرنل	محمد خان
گروپ کیپٹن	ایم اے ڈوگر	لیفٹیننٹ کرنل	ممتاز حسین	"
"	زید اے چوہدری	"	محمد انیس الرحمن خان	"
"	سعد اللہ خان	میجر رعاضی لیفٹیننٹ کرنل	علی مسعود اکرم	"
"	جی حیدر	"	محمود الحسن	"
"	ایم کے عباسی	"	غیاث الدین قاضی	"
"	لیٹ ایس جان	کیپٹن	آر ایم عزیز	"
"	ایس ایچ ملک	"	ریپاک نیوی	"
بریگیڈیر	مسعود محمدی تارا	"	اے حنیف	"
"	قربان علی خاں	"	آر لیو باجوہ	"
"	خدا داد	"	ایم بی اے	"
کرنل	ملک زبیر افضل خان	"	اعوان پاک نیوی	"
"	میاں اعجاز احمد	"	آر اے ممتاز	"
لیفٹیننٹ کرنل رعاضی کرنل	عظمت بخش اعوان	ونگ کمانڈر	ایم این انصاری	"
کوڈور	ایس اے روف	"	اے ایم جعفری	"
"	منظف حسن	"	ایم زبید بیٹ	"
"	ایس زبید حسین	"	ایچ ایچ کریم	"
میجر رعاضی کرنل	سعد اللہ رشید تمغہ پاکستان	"	ایم امان اللہ خان	"
"	خان	"	ایم ایم حسن	"
"	محمد کریم اللہ	"	ایم لیو چوہدری	"

محمد حبیب معرفت تمغہ شجاعت	ریاض ایس ایچ تمغہ پاکستان	ڈنگ کمانڈر
ملکنیکل انجینئر	ایم تقی	"
لال میزبٹ	آئی اے خان	"
پاکستان واپران یوے	ایم ایم خان	"
طالب حسین شاہ تمغہ قائد اعظم	آئی ایچ شاہ	"
میجر عارضی	غلام حسن	"
قربان حسین شاہ	ایس ایم ایس حق	"
میال عبدالقیوم	جی ایم ڈین	"
میال محمد محمود	ایم این گوندل تمغہ شجاعت	لیفٹیننٹ کرنل
محمد نبیات الدین	بشیر احمد فٹر پاک ایئر فورس	ٹیکنیشن
بشیر احمد	محمد حسین پروسیٹ	کلرکل
اعجاز عظیم	پاک ایئر فورس	"
عبدالقیوم خان	خان ایس بی فٹر	"
عبدالرحمن	پاک ایئر فورس	"
محمد نواز	رضا خان ولیٹ	سپاہی
بشیر احمد راجھوڈ	پاک ایئر فورس	"
نذیر احمد	معرفت ڈیزلٹ ریجنل	"
کیپٹن عارضی میجر ایس اے عسکری	بہاولپور	"
محمد اکرم	مستوح احمد مشرقی	ٹان آفیسر
صدیق الرحمن	پاکستان صنلج	ڈیفنس
چوہدری	دینا ج پور	"

کیپٹن	ارشاد علی راجہ تمنغہ قائد اعظم	سکوٹیرن لیڈر ایم اے اعوان تمنغہ قائد اعظم
"	نصرت جہاں بیگ	" ذید آئی بھٹی
کمانڈر	آریو خان پاک نیوی	" فلاٹن لیفٹنٹ ایم اے ملک
"	اے اے کے وائی	" ضیاء اللہ ضیاء
"	قاسمی پاک نیوی	" فلاٹنگ آفیسر محمد زبیر
"	ایچ ایچ ریپاک نیوی	" سکوٹیرن لیڈر ریاض احمد
"	ایم اے لطیف	" محمد یعقوب
"	پاک نیوی	" این ایچ بھٹی
لیفٹیننٹ کمانڈر	غلام سرور پاک نیوی	لیفٹیننٹ اے ایچ شاہ بکر یہ تمنغہ خدمت
"	سکوٹیرن لیڈر انوار احمد	" وارنٹ آفیسر شاہ محمد
"	اے ایس چوہدری	" وارنٹ آفیسر چوہدری اے یو
"	غلام مصطفیٰ	" ایم کے اے
"	ایم۔ ٹی صدیقی	" خان جی، اے
"	اے کیو۔ قاسمی	" مرزا الیت آر
"	کے اے جی خان	" ملک محمد جلال
"	فلاٹنگ آفیسر ایم کے قدیر	" علی محمد سندھو
"	سکوٹیرن لیڈر ایم اسعد اللہ خان	" راؤ محمد تخمین خان
"	اے کیو مرزا	" عباس، ایس کے
"	ریاض احمد خان	" راجہ عبدالخالق
"	سی ایچ زور زار نے	" شاہین ایم اے
"	ایم یعقوب خان	" خان۔ ایم

وارنٹ آفیسر	ایم نواز خان	تمغہ خدمت	فلائنگ آفیسر	ایس ڈبلیو بی تمغہ قائد اعظم
فلائٹ سارجنٹ	محمد حسین	"	سکوئیڈرن لیڈر	ایس صلاح الدین "
"	محمد اقبال صدیقی	"	سی ایس محمود	"
"	عبد الحمید	"	سراج الدین صدیقی	مٹر
"	عمر خان	"	ای اینڈ ایم	"
سارجنٹ	خلیل	"	رشید احمد کرمی	"
"	فضل، ایم	"	۸۲۶۰۱۲۳	"
سینئر سیکرٹیشن	قیوم اے کیل	"	جی ای ایئر	"
"	شیخ رفیق احمد	"	فلائٹ لیفٹیننٹ	ایف حیدر خان
فلائٹ لیفٹیننٹ	سی ایم، اشرف	تمغہ قائد اعظم		
سکوئیڈرن لیڈر	زید، میسی	"	مٹھی خان جی سی او	تمغہ خدمت
"	ایم اے شہزادہ	"	محمد نواز مرزا	"
"	نور الہدیٰ خان	"	اسٹنٹ ایس ای ای	"
میجر	مقصود احمد کیانی	"	معزز علی نقوی	"
سکوئیڈرن لیڈر	سی ایچ زمان	"	ایس ڈی او	"
"	ایس ایم ایم، اظہر	"	ندیبی استاد	وردت اللہ خدمت قل
"	رب نواز	"	فلائٹ سارجنٹ	مجیب ایم آر
"	ایم اقبال خان	"	بشیر احمد	"
"	ایم ایس، الوز	"	محمد ندیب	"
فلائٹ لیفٹیننٹ	ایم ایچ قدوس	"	محمد صادق	"
"	ایم اے صدیقی	"	ندیب، ایم	"

فلائٹ سارجنٹ	سردار علی	سرخدت اول	سارجنٹ	علی، ایم	سرخدت اول
"	ظہور الدین	"	"	طارق ایم اے	"
"	بٹ این آئی	"	"	ولاب کیو اے	"
"	دلدار ایم	"	"	حسین، ایم	"
"	عباس اے	"	"	مثنیٰ، ایم	"
"	اختر، ایم، ایس	"	"	رشید، اے	"
"	مفتی جی۔ ایم	"	"	محمد عجائب	"
"	محمد بشر	"	"	کرامت اللہ	"
"	فیض الحسن زیدی	"	"	محمد اقبال	"
"	منیم الدین	"	"	نذیر احمد	"
"	اختر حسین	"	ٹیکنیشن	عبدالحکیم	"
سارجنٹ	زندھاوا ایم	"	سینئر ٹیکنیشن	حسین، ایس، ایچ	"
"	محمد اکرم	"	"	ملک بی، اے	"
"	محمد یسین	"	"	محبوب علی	"
"	محمد شعبان	"	کیپل	خوشی محمد	"
"	شمشاد عالم خان	"	"	ارزو، ایم اے	"
"	سردار محمد شیخ	"	"	عبدالستار	"
"	محمد اسلم	"	"	محمد افضل	"
"	فیروز خان	"	"	غلام اکبر	"
"	ظہور احمد میو	"	"	محمد اسلم	"
"	امیر خان	"	کیپل ٹیکنیشن	افضل احمد	"



محمد اسماعیل	لاکھنڈل	محمد ناصر خان نذرت الی	کپل سکینیش
حمید گل	"	مشر مہر دین	پرنٹنگ
غلام رسول	میس ویئر	مشر خوشی محمد	اسٹنٹ فورین
ولی محمد	واچ مین	مشر بشیر احمد	ہیڈ ڈرافٹ مین
گلبر	لاکھنڈل	مشر خانان خان "دوم"	مشری سکیشن گرپ
اعتبار خان	"	نذیر احمد	مشری
نذیر مسیح	"	مشر عبدالسلیم	"
حضرت سید شاہ	"	محمد سلطان	ہیڈ کلک
غلام قادر	"	غریب اللہ	"
عبداللطیف	"	فضل داد	کلک







سیرۃ ابن ہشام

علامہ ابوالحسن ہشام

تمدن عرب

سید علی بنگرامی

تمدن ہند

سید علی بنگرامی

رسول میدان جنگ میں

سید واجد رضوی

مسلمان یورپ میں

محمد احسان الحق سلطانی

قرآن حکیم اور ہماری زندگی

محمد احسان الحق سلطانی

صحائف

قبر نقوی

قائد اعظم اور انکا عہد

رئیس احمد جعفری

خدا موجود ہے

عبدالحید صدیقی

نزمیتہ الخواطر

علامہ سید محمد الہی

مقبول ایڈیٹری